گجرات اور شاہدولہ ولیؒ

محمد احسان چھینہ

۷۸۶

گجرات اور شاہدولہ ولی

محمد احسان چھینہ

E-mail: ch.ehsan786@gmail.com

ریسمان پبلشرز گجرات

0343-6215518

marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب	:	گجرات اور شاہ دولہ ولی
مصنف	:	محمد احسان چھینہ
اشاعت اول	:	2010ء
صفحات	:	176
کیلی گرافی	:	ملک محمد منشاء
سرورق	:	احسان اللہ
تعداد	:	1100
قیمت	:	200روپے
ناشر	:	خرم احسان
پرنٹرز	:	روزن پرنٹرز گجرات

ملنے کا پتہ

مون بک ڈپو ہلال احمر بلڈنگ راستلائی روڈ گجرات فون:0343-6215519

marfat.com

انتساب

اُستاد محترم جاوید اقبال کے نام جن کی محنت اور شفقت میرے لئے لفظوں کی پہچان بنی۔

چوہدری جہانگیر محمود چیمہ کے نام جو علم و عقل اور عمر میں مجھ سے بڑے ہونے کے باوجود مجھ پر اپنی محبتیں نچھاور کرتے ہوئے کبھی کسی کاہلی کا شکار نہیں ہوئے۔

مہربان دوست محمد یونس ساقی چیف ایڈیٹر روزنامہ ڈاک کے نام جن کا وجود برگزیدہ میرے تصور کو بیگانگی اور تنہائی کی وبا سے محفوظ رکھتا ہے۔

marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	نام مضامین	صفحہ نمبر
1	پیش لفظ	7
2	اُدھے نگری گجرات کیسے بنا	10
3	اسلامی عہد	16
4	گجرات پر سکھوں کی حکومت	18
5	گجرات پر انگریزوں کا قبضہ	22
6	حضرت شاہدولہؒ کے حالات زندگی	35
7	شاہدولہ جسے دے مولا	38
8	شیخ طریقت	40
9	دریائی کا خطاب	41
10	لڑکی کی پیدائش پر پشینگوئی	43
11	راج محل بیگم کی وصیت اور حضرت شاہدولہ	46
12	حضرت شاہدولہ شہنشاہ جلال الدین اکبر کے عہد میں	51
13	آپ کا لقب دریائی کیسے ہوا	53
14	دریادلی کی خلافت، آپ کی خوراک	54

marfat.com

15	پیرومرشد کی دعا	55
16	حضرت شاہدولہ دریائی نورالدین جہانگیر کے عہد میں	56
17	آپ کی تربیت فن تعمیر سے ہوئی	57
18	شہر گجرات میں آمد	58
19	عمارات	59
20	حضرت شاہدولہ کی زوجہ محترمہ	61
21	حضرت شاہدولہ دریائی کی شاہ نورالدین جہانگیر سے ملاقات	62
22	حضرت شاہدولہ کی گرونانک سے ملاقات	64
23	حضرت شاہدولہ شاہجہاں کے زمانہ میں	65
24	شاہجہاں کے دور میں آپ کی اہم کرامات کا ظہور	67
25	چھوٹا سرایک جینیاتی بیماری	68
26	چھوٹے سروں والے بچوں کی پیدائش روکنا ممکن ہے	70
27	نادرشاہ کا گجرات میں قیام اور شاہدولہ دربار حاضری	71
28	سلطنت کی جنگ اور شاہدولہ ولی	75
29	جہاں آرا بیگم کی شاہدولہ سے ملاقات کی کوشش	78
30	حضرت شاہدولہ کی وفات	80
31	حضرت شاہدولہ کے خلفاء	82
32	حضرت شاہدولہ کے مریدین	83

marfat.com

33	شاہدولہ دریائی نشی گنیش داس وڈیرا کی نظر میں	85
34	شاہدولہ ولی	87
35	صبر وتحمل اور اخلاق	96
36	علم دین کی ترویج واشاعت	97
37	لنگر شاہدولہ دریائی	99
38	گجرات شاہدولہ والا	102
39	موضع پل شاہدولہ	111
40	مجذوب گھر کا قیام	114
41	خانقاہ حضرت شاہدولہ	115
42	حضرت شاہدولہ گجراتی	119
43	حضرت مولانا صاحبزادہ حکیم جوادالرحمٰن سیفی	131
44	حضرت شاہدولہ کا دور حیات	133
45	تاریخ دربار شاہدولہ	148
46	حضرت شاہدولہ کے دور میں جاری ہونے والے سکے	152
47	شخصیات	158
48	تصاویر	163

marfat.com

پیش لفظ

طلوع اسلام کے ابتدائی زمانہ کی بات ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کے ایک بیرونی راستہ پر کھڑے تھے کہ ایک عمر رسیدہ خاتون سامان کی ایک وزنی گٹھڑی سر پر اٹھائے آپؐ کے سامنے سے گزری۔ بوڑھی خاتون کے سر پر بھاری گٹھڑی دیکھ کر آپ فوراً آگے بڑھے اور خاتون سے گٹھڑی لیتے ہوئے فرمایا۔ چلیے میں آپ کو آپ کی منزل تک پہنچائے دیتا ہوں۔ معمر خاتون نے سکھ کا سانس لیا اور گٹھڑی آپؐ کے حوالے کر دی۔ آپ آگے آگے خاتون پیچھے پیچھے سفر جاری ہے۔ راستہ میں آپؐ خاتون سے مخاطب ہوتے ہیں۔ بڑی اماں کہاں جا رہے ہیں۔ اتنی وزنی گٹھڑی ساتھ لینے کی کیا ضرورت تھی۔ خاتون بولی، بیٹا میں نے سنا ہے کہ ہماری بستی میں ایک ایسا شخص موجود ہے جس کی باتوں میں شاید کوئی جادو ہے وہ اپنی مدلل گفتگو اور متاثر کن عمل سے لوگوں کے دل جیت کر ان کے آباؤ اجداد کے مذہب کو بدل کر اس کی جگہ انہیں ایک نئے مذہب کی قبولیت پر راضی کر لیتا ہے۔ میں اس خوف سے بستی چھوڑ رہی ہوں کیونکہ میں عمر کے اس آخری حصہ میں اپنے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑنا نہیں چاہتی۔ جبکہ اس گٹھڑی میں میری ضرورت کا کچھ سامان ہے۔ رسول عربیؐ خاموشی سے خاتون کی باتیں سنتے رہے۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک آبادی کے قریب پہنچتے ہوئے۔ خاتون نے کہا بیٹا میں اپنی منزل پر پہنچ گئی ہوں۔ گٹھڑی یہاں رکھ دیجئے۔ آپؐ نے گٹھڑی نیچے رکھی اور مدینہ منورہ کی طرف چہرہ کر کے چلنے ہی والے تھے کہ بزرگ خاتون بولی بیٹا تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا جو مجھے میری منزل پر پہنچایا۔ مگر مجھے اپنا نام تو بتاتے جاؤ۔ تم کون ہو اور کس خاندان سے ہو۔ حضورؐ بولے بڑی اماں میں وہی شخص محمدؐ ہوں جس کی وجہ سے آپ نے مدینہ منورہ چھوڑا۔

marfat.com

مگر میں جادوگر نہیں بلکہ اللہ کا سچا رسول ہوں۔ یہ سن کر وہ خاتون بولی بیٹا تمہارے بے غرض جذبہ خدمت کو دیکھ کر مجھے تمہاری سچائی کا یقین آ گیا ہے اب تم مجھے بھی اپنے نئے مذہب کی دعوت دو جس کے بعد وہ خاتون حضورؐ کے ہاتھ پر کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گی۔

سیرت النبی کا یہ واقعہ اور اس طرح کے دیگر لاتعداد واقعات کو جاننے سے ہمیں یہ راہنمائی ملتی ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم طبقوں کے ساتھ بھی اعلیٰ اخلاقی برتاؤ۔ مذہب اسلام کا اہم ستون ہے۔ مذاہب کی تفریق سے بالاتر ہو کر نسل آدم کی خدمت کیلئے حقوق العباد کے نام سے جو پیچ اسلام کی خاصیت ہے وہ کسی دوسرے مذہب میں نظر نہیں آتا۔ ہمارے بے شمار اکابر اولیاء، صوفیاء اور فقراء نے اپنی ذات کی نفی کر کے انسانیت کی بے لوث خدمت کے مشن کو اپنا کر حکم خدا کی تعمیل اور سنت رسول کی پیروی کی۔

ایسے ہی اولیاء اللہ میں ایک معتبر نام حضرت شاہدولہ دریائیؒ گجراتی پنجابی کا ہے۔ جن کے جذبہ خلق خدا نے برصغیر کی سماجی تاریخ کو ایک نیا اسلوب دیا۔

حضرت شاہدولہ دریائی نے معذور افراد، مجبور و مساکین، لاچار رعایا کی خدمت کرتے ہوئے صبر و تحمل، اخلاق اور رواداری کا دامن کبھی اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ ایک بار ایک سخت مزاج فقیر گجرات آیا اور حضرت شاہدولہ دریائی کی سخاوت، فراخدلی کا سنا تو اُن کے ہاں پہنچ کر شاہدولہ صاحب سے تازہ انگور اور دو اشرفیوں کا تقاضا کیا۔ جواب میں آپ نے فرمایا کہ آرام فرمائیں جلدی ہی بندوبست ہو جائے گا۔ تاخیر پر فقیر غصے میں آ گیا اور شاہدولہ صاحب کو برا بھلا کہنے لگا۔ شاہدولہ صاحب نے اُس کی باتوں پر توجہ نہیں دی یہاں تک کہ دو چار روز بعد قابل کا ایک تاجر آیا اُس نے تازہ انگور اور دو اشرفیاں شاہدولہ صاحب کو بطور نذرانہ پیش کیں۔ آپ نے دونوں چیزیں جلالی فقیر کی نذر کیں اور ساتھ ہی

marfat.com

تاخیر کی معذرت بھی چاہی۔ حضرت شاہدولہ دریائی کی طرف سے خدمت خلق کے فریضہ کی ادائیگی کے دوران حسن تحمل، بردباری، برداشت اور درگذر کا مظاہرہ کیا گیا۔اسی جذبہ شوق خدمت کو خراج تحسین پیش کرنے کی غرض سے گجرات اور شاہدولہ ولی لکھی گئی جو اس ناچیز کی چوتھی تصنیف ہے۔

اس کتاب کی اشاعت بے شک میری دیرینہ خواہش تھی مگر اس کتاب کو حقیقت کا روپ دینے میں سید علی رضا شاہ المعروف رضی شاہ دربار والے نے میرے ساتھ بہت زیادہ تعاون کیا۔ جبکہ اس کتاب کی طباعت میں کسی نہ کسی سطح پر محمد یونس ساقی چیف ایڈیٹر روزنامہ ڈاک، عامر بٹ ARY نیوز۔ وسیم اشرف بٹ ڈیلی ڈان۔ انور شیخ۔ اعجاز احمد شاکر عبدالستار مرزا آج ٹی وی۔ خرم بٹ ایکسپریس نیوز۔ عمران علی بٹ۔ مہر ضیاء اللہ۔ شاہد خان۔ عبدالغفوری غوری۔ مرزا ارشد بیگ۔ عامر صدیق چوہدری۔ پیرزادہ مسعود پرویز۔ ظفر اللہ وڑائچ آف دھیر کے۔ حمید اللہ بھٹی۔ مرزا امتیاز احمد آف شادیوال۔ عارف علی میر ایڈووکیٹ۔ فصیح اللہ جرال۔ ایس پی محمد افضل ورک۔ ڈی پی او طارق عباس قریشی۔ ڈاکٹر خالد ملک۔ چوہدری شبیر ساہی۔ اختر ندیم عباس۔ ملک محمد منشاء۔ باؤ محمد منیر (برانچ سپرنٹنڈنٹ ٹی ایم اے گجرات) اور کچھ دیگر ساتھیوں کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ہے جو میری پریشانیوں کے لحات میں میرے لئے صحبت بھری دعائیں کرتے رہے۔ میں اپنے مقصد میں اس حد تک کامیاب ہوا مجھے اُمید ہے کہ میرے قارئین مجھے حقائق سے ضرور آگاہ کریں گے۔

آپ کی دعاؤں کا طلبگار

محمد احسان چھینہ

0343-6215518

marfat.com

اودھے نگری گجرات کیسے بنا

460 سال قبل از مسیح کی بات ہے کہ ایک ہندو راجہ بچن پال نے دریائے گنگا کے کنارے سے ہجرت کی۔ بچن پال پھرتا پھراتا جب چناب کے کنارے پہنچا تو اسے یہ سرسبز اور زرخیز علاقہ بہت پسند آیا۔ اس نے دریا کے کنارے ایک خوبصورت جگہ (موجودہ گجرات شہر) کو اپنا مسکن قرار دیا۔ اس وقت دریائے چناب موجودہ شہر کی مشرقی آبادی والی جگہ سے گذرتا تھا۔ بادشاہ نے اس نئے شہر کو اپنی خوبصورت اور لائق بیوی اُدھے کے نام پر اُدھے نگری (خوشبوؤں کا شہر) کا نام دیا۔ نئے شہر کی آبادکاری کے لئے تعمیرات کا کام تیزی سے مکمل ہونے لگا۔ تقریباً 35 سال بعد راجہ بچن پال انتقال کر گیا۔ مہربان اور رحم دل بادشاہ کی وفات سے شہر میں ایک مایوسی سی پھیل گئی۔ راجہ کی بیوی رانی اُدھے نے چند امراء کو ساتھ لیا اور واپس گنگا کے کنارے کی طرف لوٹ گئی۔ جس سے شہر کی تعمیر و ترقی رک گئی تاہم اُدھے نگری بے آباد ہونے سے بچ گیا جبکہ عوام الناس نے اس ہجرت کو ضروری نہیں سمجھا اور یہیں رہ کر اپنے معمولات زندگی ادا کرتے رہے۔ یہ علاقہ بدستور راجہ بچن پال کے خاندان کی سلطنت کا حصہ رہا۔ 326 سال قبل از مسیح میں سکندر اعظم کے اس علاقہ پر حملہ کے وقت اُس کے مقابلے میں آنے والا راجہ پورس اسی راجہ بچپن کی اولاد سے تھا۔ اُدھے نگری کب تک آباد رہا اس کے مکینوں کے اجڑنے اور بسنے کی داستانیں کیسے پایۂ تکمیل تک پہنچتی رہی۔ اس بارے میں تفصیلات تو وقت کی گرد کا شکار ہو کر ختم ہو گئی مگر اُدھے نگری کی آبادکاری کے سو تین سو سال بعد یعنی ایک سو بیس قبل از مسیح کے لگ بھگ راجہ بھد حسین کی بیوی رانی گجراں کی نظر اس آبادی پر پڑی جو اس کے محل وقوع سے بہت متاثر

marfat.com

ہوئی۔ رانی گجراں نے شہر کو نئے سرے سے بسانے کا حکم دیا اور اس کا نیا نام گجراں نگری تجویز کیا۔ گجراں نگری کی تعمیر کو اُدھے نگری کی تعمیر جدید بھی کہا جا سکتا ہے۔ گجرات گجراں نگری کے نام سے صدیوں تک آباد رہا۔ جسے لاہور اور ملتان وغیرہ سے کابل جانے اور کابل سے ان علاقوں کا رخ کرنے والے راہ گیر مسافر خانہ کے طور پر بھی استعمال کرتے رہے۔

1050 عیسوی میں گجرات ایک معروف آبادی والا شہر تھا۔ یہاں پر بسنے والوں میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ شہر میں تالاب اور مندر اور کہیں کہیں باغات بھی تھے۔ سلطان محمود غزنوی نے جب پنجاب پر چھٹا حملہ کیا تو گجراں نگری یا گجراں نگر بغیر کسی مدافعت کے اس کی سلطنت میں شامل ہو گیا۔ سلطان غزنوی نے اپنی عادت کے مطابق ہر وہ شے تباہ کر دی جس کا ذرہ سا تعلق بھی ہندو مذہب سے تھا۔ شہر کو تاراج کیا اور اسے جلتا چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔

شیر شاہ سوری کے زمانہ حکومت میں ضلع جہلم میں روہتاس کا قلعہ تعمیر ہوا تو چج دواب میں کچھ امن ہوا۔ لیکن گجراں نگری موجودہ گجرات کے مکینوں کو تحفظ اور سہولتیں دینے کیطرف کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔ حتیٰ کہ اکبر جب کشمیر جانے کیلئے ادھر سے گذرا تو اس نے 1580 میں اس شہر کو نئے سرے سے آباد کرنے کی ٹھان لی۔ اس وقت شہر کسی معمولی دیہات سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ اردگرد کی ساری اراضی بنجر اور کاشت کاری سے محروم تھی۔ اکبر نے شہر کی بنیاد 1660 عیسوی کو رکھی اور دو آدمی وصعت رائے اور وزیر خان شہر کی تعمیر کے کام کی نگرانی کیلئے مقرر کیے۔ پرانا شہر شاہی سڑک کے ساتھ تھا جو کابل کو جاتی تھی۔ چج دواب میں کوئی قلعہ نہ تھا۔ تب بادشاہ نے شہر میں حفاظتی نقطۂ نظر سے قلعہ بنانے کا سوچا جس کی تعمیر کیلئے خاصی معقول رقم کی ضرورت تھی۔ خزانہ شاید خالی تھا۔

marfat.com

اکبر نے علاقہ کے عمائدین اور باثر لوگوں سے درخواست کی کہ وہ قلعہ کی تعمیر میں اپنا اپنا حصہ ڈالیں۔اس زمانہ کے جٹ گجر آج کی طرح ایک دوسرے سے حسد کرتے تھے۔ جٹ ان دنوں گجروں سے مالی لحاظ سے طاقتور تھے تاہم جٹوں نے قلعہ کی تعمیر کیلئے مالی دینے سے انکار کر دیا۔لیکن گجروں نے اس خیال سے کہ ہم جاٹوں سے بڑھ جائیں گے اور گجروں کا ایک اپنا قلعہ بن جائے گا سوا لاکھ روپے دینے کی حامی بھر لی۔چوہدری فتح محمد وڑائچاں والا ایک کھاتا پیتا لیکن سادہ گجر تھا نے رقم فراہم کرنے کی ذمہ داری لے لی۔وہ روپے گن نہیں سکتا تھا لیکن انہیں ماپ سکتا تھا۔ضلعی ماپ میں جسے ٹوپہ کہتے ہیں۔اسی باعث آج بھی گجروں کا ٹوپہ قبیلہ مشہور ہے۔ٹوپے کی پہچان کے ساتھ ان کا گاؤں مثلاً آدم ٹوپہ آج بھی ایک معروف گاؤں ہے۔شہر کے بن جانے کے بعد قلعہ کی تعمیر میں گجروں کی طرف سے فراہم کردہ سوا لاکھ روپے کی رقم کم پڑھ گئی جس پر اکبر کی دانشمندی اور حکمت کے باعث جاٹ بھی قلعہ کی تعمیر میں مالی حصہ ڈالنے پر راضی ہو گئے۔اکبر نے جاٹوں کے اس تعاون کے بدلے ان کی زمین بھی ایک طرف اکٹھی کر دی جب کہ شہر کا نام بھی گجر آباد کی بجائے گجر جاٹ آباد رکھ دیا۔جو کچھ ہی سالوں بعد گجرات کے نام سے مشہور ہو گیا۔جب شہر آباد ہو گیا تو دولت نگر اس وقت علاقہ کا ایک مالدار اور آباد گاؤں تھا۔اکبر نے دولت نگر کے سارے کھتریوں اور دکانداروں اور چوہدریوں کو حکم دیا کہ وہ نئے قصبے میں آ کر رہیں انہیں زمین اور سہولتیں دی جائیں گی اس طرح دولت نگر کے تمام با اثر لوگ گجرات شہر میں آ کر آباد ہو گئے جس سے دولت نگر کی تعمیر و ترقی متاثر ہوئی۔شہنشاہ اکبر کے ہمراہ اس وقت مہتہ کا کامل بھی تھا جو مہتہ کا کا سورج بنسی کی اولاد سے تھا۔جس کی اولاد ہونے کا دعویٰ گجرات کے کانونگو کافی عرصہ تک کرتے رہے۔سلیم شیر شاہ سوری نے اسے سیالکوٹ کا حاکم 1550 میں بنایا تھا۔

marfat.com

اب اسے حکم دیا گیا کہ وہ گجرات کے گرد جنگل کا سروے کرے جس کا اندازہ 14000 بیگھے لگایا گیا۔ کاکامل کو حکم دیا گیا کہ وہ زمین کو آباد اور قابل کاشت بنانے کیلئے مقامی لوگوں سے رابطے کرے۔ جس کے بدلے میں اسے بھی بہت بڑی جاگیر سے نوازا گیا۔ کاکامل کی اولاد میں سے بعد ازاں ایک شخص نے اورنگزیب کے سامنے اسلام قبول کر لیا جس سے خوش ہو کر اورنگزیب نے اُسے اقبال مند کا خطاب دیا۔ اس طرح سے بننے والے قلعے اور شہر کا نام گجرات مشہور ہوا۔ جس کی تاریخ 1580 بنتی ہے۔ تاہم یہ کہنا مشکل ہے کہ گجرات کے قلعے کا کتنا حصہ اکبر نے اور کتنا سکھوں کے ابتدائی دور میں گجر سنگھ نے تعمیر کروایا۔ شہر کو ابتدا میں کوئی زیادہ اہمیت حاصل نہ ہو سکی سوائے اس کے کہ یہاں تلواریں بنتی تھیں اور شمشیرِ گجرات بہت مشہور تھی۔

کشمیر جاتے ہوئے شاہی قافلے گجرات رکا کرتے تھے۔ ان کے لیے سرائے تعمیر ہوئی جس کے نشانات اب باقی نہیں ہیں۔ شاہجہاں کے زمانہ حکومت میں ایک ولی شاہ دولہ یہاں آن ٹھہرے۔ جن کی شہر کے مشرقی حصہ میں محلہ گڑھی احمد آباد میں درگاہ موجود ہے۔ شاہ دولہ نے اپنی زندگی میں کئی ایک عمارات، پل اور مسجدیں تعمیر کروائیں۔ اُدھے نگری کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا تھا کہ دریا گجرات شہر کے مشرقی حصے والی جگہ سے گذرتا تھا آج کی طرح شہر سے میلوں دور نہیں تھا۔ یہ بات شاہ دولہ پل کی محرابوں کی موجودگی سے ثابت کی جا سکتی ہے۔ جو تقریباً آدھ میل لمبا ہے۔ اگر چناب شہر کے قریب سے نہیں بہتا تھا تو پھر یقیناً اس کا کوئی نالہ یا خاص حصہ بہتا ہو گا۔ سوہنی مہینوال کی رومانی داستان بھی اس دلیل کی تائید کرتی ہے کہ سارے شہر کے گرد مٹی کی تہہ چار سے پانچ فٹ ہے۔ اس کے نیچے دریا کی خاص ریت ہے۔ 1738 عیسوی میں شہر کو نادر شاہ نے تخت و

marfat.com

تاراج کیا۔ 1741 میں جب سلطان مقرب خان گکھڑوں کے ساتھ مل کر جب اس علاقہ پر حملہ آور ہوا تو اس نے بھی شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ دوابہ میں اس کی حکومت قائم ہوئی مقرب خان کو یہ حکومت احمد شاہ نے سونپی تھی اس طرح یہ شہر حملہ آوروں کی زد سے کچھ عرصہ کیلئے محفوظ ہو گیا۔ پھر گوجرانوالہ کے حکمران کا کا سنگھ نے ایک بھاری فوج کے ہمراہ گجرات پر چڑھائی کر دی اور شہر پر قبضہ کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا اور شہر سے جو لے جا سکتے تھے وہ اٹھا لے گئے۔

پانی پت کی لڑائی اور احمد شاہ کی واپسی کے بعد پنجاب ایک مرتبہ پھر سکھوں کی بربریت کا نشانہ بنا جو شمال کی جانب سے حملہ آور ہوئے تھے۔ سلطان مقرب خان نے ڈٹ کر سکھوں کا مقابلہ کیا لیکن چڑت سنگھ اور گجر سنگھ نے اسے شکست فاش دی۔ وہ گجرات کے قلعہ میں محصور ہو گیا۔ سکھوں نے اس کی رسد کاٹ دی۔ اس نے چور دروازے سے سکھوں پر جرأت مندانہ حملہ کیا لیکن دوبارہ عورتوں اور ساز و سامان کے ساتھ پکڑا گیا۔ اس کی فوج نے ہتھیار ڈال دیے۔ سلطان ایک ہاتھی پر سوار ہو کر بھاگا اور پھر کسی جانور کی پشت پر سوار ہو کر گہرے نالے اتر گیا۔ اس کے بعد سلطان مقرب خان کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ سکھوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اسے تباہ نہیں کیا انہوں نے قلعہ کی تعمیر اور فصیل کی دیواریں مضبوط کیں۔ دو مرتبہ شہر پر حملے ہوئے مگر قلعہ پر قبضہ نہ ہو سکا دونوں مرتبہ حملہ آور شاہ زمان تھا۔ جس نے پہلے مرتبہ فوج بہادر خان کی سرکردگی میں 1852 میں بھیجی تو سردار صاحب سنگھ نے اس کا مقابلہ کیا۔ دوسری مرتبہ شاہ زمان نے احمد خاں کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ گجرات پر حملے کے لیے روانہ کیا جس نے بغیر لڑائی کے دن دیہاڑے شہر پر قبضہ کر لیا۔ صاحب سنگھ صرف پانچ سو سواروں کے ساتھ قلعہ میں تھا۔

marfat.com

اور اسلحہ کے نام پر اس کے پاس صرف ایک توپ تھی۔ قلعہ کے دروازے کے قریب تین گھنٹے گھمسان کا رن پڑا جس میں احمد خان مارا گیا اور اس کی فوج میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ شہر پر یہ آخری حملہ تھا۔ 21 فروری 1849 کو سکھوں کی انگریزوں کے ہاتھوں شکست کے بعد کوئی غیر معمولی شورش نہیں ہوئی۔ پھر تقریباً ایک سو سال تک یہ شہر انگریزوں کے قبضہ میں رہا۔ قیام پاکستان کے بعد اب یہ شہر مسلمانوں کا مسکن ہے۔ پرانی تعمیرات اور قلعہ تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ تاہم اب بھی ان کے نشانات کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔ گجرات میں اب فرنیچر سازی، سرامکس اور پنکھے بنانے کا کام ہوتا ہے جو بین الاقوامی سطح پر گجرات کی پہچان ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

اسلامی عہد اور گجرات

شنکر ورمن کے بعد اس خطہ پر اسلامی حملوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ یہ حملہ آور خطہ ایران کی طرف سے آئے اور ان کی آماج گاہ کا دائرہ عمل زیادہ تر دارالسلطنت کی طرف رہا جو اس وقت دہلی اور لاہور ہی تھے۔ اس لیے اس خطہ کی طرف ان کی کارگزاریاں بہت ہی کم نظر آتی ہیں۔ البتہ کچھ جھلکیاں پیش کی جا سکتی ہیں۔ الپتگین نے ملتان کا علاقہ فتح کیا اور اس خطہ سے ہو کر گزرا۔ الپتگین کی وفات 976ء ہے۔ سبکتگین نے 977ء میں جے پال حاکمِ پنجاب پر حملہ کیا اور وہ گجرات کے علاقہ سے ہو کر گزرا۔ سلطان محمود غزنوی نے اپنے سولہویں حملہ میں گجراں نگری (گجرات) کو لوٹا۔ یہاں کے باشندے اپنی جان بچانے کے لئے ملحقہ علاقوں میں بھاگ گئے اور گوجراں نگری پھر ایک ٹیلہ بن گئی۔ محمود غزنوی نے 1005ء میں انند پال حاکمِ لاہور پر حملہ کیا اور سوہدرہ کے قریب دریائے چناب عبور کیا۔ 1021ء میں ملک ایاز کو لاہور کا گورنر بنایا اور گجرات کے راستہ سے واپس لوٹا۔ 1092 میں ملک مسعود غزنوی جاتے ہوئے گجرات ٹھہرا۔ 1188ء میں محمد غوری نے لاہور پر حملہ کیا اور گجرات سے گزرا۔ گجرات کے مغرب کی طرف ایک چھوٹا سا گاؤں گوریاں موجود ہے جو غوریاں کی بگڑی ہوئی صورت معلوم ہوتی ہے۔ غوریاں کے لوگ اپنا سلسلۂ نصب محمد غوری سے ملاتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد غوری کے زمانہ میں اس خاندان کے لوگوں کی یہاں آمد و رفت ہوتی رہی۔

1205ء میں تاج الدین یلدوز 1221ء میں جلال الدین خوارزم شاہ 1241 میں چنگیز خاں اور 1265ء میں تیمور شاہ اس خطہ سے گزرے اور دارالسلطنت

marfat.com

لاہور اور دہلی کی طرف رجوع کرتے رہے۔

1302ء میں علاؤ الدین خلجی کے عہد میں اس جگہ پر مغلوں کا قبضہ تھا۔ 1288ء سے 1321ء تک اس خطہ کے حاکم نے خراج دینے سے انکار کیا۔ خلجیوں نے حاکم وقت کے خلاف حملہ کیا اور علاقہ فتح کر کے گوجر سنگھ کو دے دیا اس ضلع کے گوجر اسی کی نسل سے ہیں۔

خلجیوں کے بعد سلطان بہلول لودھی نے گجرات پر حملہ کیا اور 1504ء مطابق 1453 بکرمی قصبہ بہلول پور کی بنیاد رکھی جو شہنشاہ بابر کے زمانہ تک اس علاقہ کا صدر مقام رہا۔ بابر کے بہلول پور آنے کی روایت تاریخ کی کتابوں میں تفصیل سے درج ہے۔

تزک جہانگیری میں درج ہے کہ شیر شاہ سوری کے ایک غلام خواص خاں نے لالہ موسیٰ کے متصل اک گاؤں خواص پور آباد کیا۔ اس زمانہ میں تاریخی عمارتیں اور ایک مسجد اس قصبہ میں موجود ہے اور آج بھی ضلع کا مشہور گاؤں ہے۔

marfat.com

گجرات پر سکھوں کی حکومت

پانی پت کی لڑائی کے بعد احمد شاہ، اپنی فتح سے کوئی فائدہ اٹھائے بغیر واپس لوٹ گیا اور پھر پلٹ کر ہندوستان کا رخ نہ کیا۔ پنجاب سکھوں کے لئے تر نوالہ تھا۔ جنہوں نے دھیرے دھیرے اپنی فوجیں شمال کی جانب پھیلا دیں۔ سلطان مقرب خاں نے سردار چڑھت سنگھ اور سردار گجر سنگھ کا مقابلہ کیا اور جیسا پہلے بتایا گیا ہے کہ اسے شکست ہوئی۔ چوہدری رحمت خاں آف جلالپور جٹاں نے سکھوں کی بڑی مدد کی۔ لیکن جب سکھ جنوب کی جانب متوجہ ہوئے نواب سربلند خاں، احمد شاہ درانی کے چچا اور روہتاس کے حکمران نے چج دوآب پر قبضہ کر لیا اور رحمت خاں کو باغی قرار دے کر مروا دیا۔ کئی ایک لڑائیوں کے بعد، سکھوں نے بالآخر اسے شکست دی اسے بھگاتے ہوئے جہلم کے اس پار روہتاس کے قلعہ میں پانچ ماہ تک محصور رکھا۔ شکست خوردہ نواب کو قیدی بنا کر گوجرانوالہ لیجایا گیا اور پھر ایک زر مخلصی کے عوض رہا کر دیا۔ وہ 78000 ادا کرنے کے بعد مرا۔

سردار چڑھت سنگھ اور گجر سنگھ نے ملک آپس میں تقسیم کر لیا اور چج دوآبہ گجر سنگھ کو ملا اس نے اپنے صوبہ کا انتظام ٹھیک چلایا۔ کاشت کاروں کا دل بڑھایا اور لوگوں کی ہر طرح مدد کر کے ان کی بیس برس کی مشقتیں کم کیں۔ گجر سنگھ کے تین بیٹے تھے۔ صاحب سنگھ، سکھا سنگھ اور فتح سنگھ ان میں سے صاحب سنگھ کی منگنی مہاں سنگھ کی بہن اور سردار چڑھت سنگھ کی بیٹی سے ہو چکی تھی۔ مہاں سنگھ کے چیف بننے سے پہلے پہلے اس کی تخت نشینی کے دو برس بعد صاحب سنگھ اس نیت سے گوجرنوالہ گیا کہ ڈولہ لے آئے۔ شادی کے سرانجام پا جانے پر مہاں سنگھ نے صاحب سنگھ جیسے جوان کے ساتھ اظہار یک جہتی کے طور پر، گجر سنگھ کی نسبت

marfat.com

اسے بغاوت پر اکسایا اور دل سنگھ کو اس کی مدد کرنے کا حکم دیا۔ گجر سنگھ جو اس وقت امرتسر تھا۔ جلد پلٹا اور چناب عبور کر کے گجرات پر قبضہ کیا اور صاحب سنگھ اور دل سنگھ کو اسلام گڑھ جا لیا۔ جہاں گھمسان کی لڑائی کے بعد باغی بیٹے کو شکست ہوئی اور پھر صلح۔

کچھ ہی عرصہ بعد جبکہ صاحب سنگھ باپ کے آدھے علاقے کا حاکم تھا اور بوڑھا بے چارہ لاہور کی جانب متوجہ تھا اپنے بھائی سکھا سنگھ پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد باپ سے صلح کی کوشش جاری رکھی۔ جس نے اپنی موت کے بعد سارا علاقہ اپنے چھوٹے بیٹے فتح سنگھ کے لئے چھوڑا۔ جس نے مہاں سنگھ کی پناہ حاصل کر لی اور پھر دونوں نے صاحب سنگھ کو سوہدرہ قلعہ کی جانب بھگا دیا اور اسے خوب گھیرا۔ بہر حال کرم سنگھ ڈھلوں کی مدد سے صاحب سنگھ نے اپنے بھائی کو دور ہٹایا اور گجرات پر قابض رہا۔ لیکن اس کی آزادی نے رنجیت سنگھ کو اس کے خلاف لا کھڑا کیا۔ جس کی لڑائی صاحب سنگھ سے ہوئی۔ باپ کی موت کے بعد وہ اور مہاں سنگھ کچھ عرصہ کی بے ربط لڑائیوں کے بعد صاحب سنگھ اور فتح سنگھ کے درمیان صلح ہو گئی۔

1806 میں صاحب سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہمراہ پٹیالہ کی مہم سر کی۔ چار سال کے بعد اس کی آزادی اور منہ زوری کا نتیجہ اس کی معزولی کی صورت میں نکلا۔ اپنے علاقے سے نکال کر اسے پہاڑوں کی جانب بھگا دیا گیا اور بعد میں سیالکوٹ ضلع میں بجوات کا علاقہ بطور جاگیر دیا گیا۔ وہ وہیں رہا اور 1814 عیسوی میں وہیں مرا۔

گجر سنگھ کا عہد 1765 سے 1787 تک اور صاحب سنگھ 1787 سے 1810 عیسوی تک ہے۔ دونوں کا ذکر ان کے اچھے انتظام کی وجہ سے اچھے لفظوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ رنجیت سنگھ کے کارندے اپنے ظلم و بربریت کے باعث اس کے الٹ یاد

marfat.com

کیئے جاتے ہیں۔

سکھ عہد میں ضلع ذیلوں اور علاقوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور یہ حد بندی موجودہ ذیلوں کی حد بندی کے مطابق تھی۔

سردار گجر سنگھ اور سردار صاحب سنگھ کے زمانہ میں بیووالی اور سوک کے نزدیک باؤلیاں 1776 میں بنائی گئیں اور شاہ بھولا کے مقبرہ کے نزدیک 1783 میں رانی راج دیوی نے بنوائی اور دواڑہ نالہ کے نزدیک 1774 میں بنائی گئی۔ یہ اسلام گڑھ کے قریب ہے جہاں قلعہ میں سکھ فوج رہتی تھی بعد میں اسلام گڑھ کا قلعہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ٹکسال بنا۔ یہ 1828 میں بنائی گئی۔ جب وہ گجرات کے دورہ پر آیا۔ نانک شاہی سکے سمیت 1858 بھی اس ٹکسال میں ڈھالے گئے تھے۔

گجرات شہر کے مغربی جانب کا تالاب بھادر رام وگل نے 1745 میں بنایا۔ یہ قلعدار کا سنیاسی تھا۔ قلعدار کی تیرتھ شروع نہیں ہوئی تھی جب تک ایک فقیر پنڈت بنسا رام روزدان نے 1822 میں وہاں ڈیرہ لگایا۔ اس کے آتشکدہ میں آج بھی آگ جلتی ہے۔

رنجیت سنگھ کے زمانہ کا مالیہ پیداوار کا تیسرا حصہ ہوتا تھا اور ہر طرح کا کام بیگار میں لیا جاتا تھا اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا خواہ زمین بنجر ہی ہو جائے۔

سکھوں کے عہد میں واسوسوہاوہ کا قلعہ سکھ سردار جت سنگھ نے بنوایا جو سردار گجر سنگھ کا بھتیجا تھا اور اس نے خود کو خود مختار کر رکھا تھا۔ اس پر حملہ ہوا اور اسے قیدی بنا کر گوجرانوالہ لے جایا گیا اور قلعہ تباہ کر دیا گیا۔ آثار اب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح پھالیہ، قادر آباد، کڑیانوالہ اور کوٹلہ کے قلعوں کے بھی جو کسی نہ کسی سردار کی رہائش گاہ اور ڈاکوؤں کے گڑھ تھے۔

marfat.com

گجرات میں پہلا باغ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں لالہ باغ مل نے لگایا تھا وہ موجودہ ڈاکٹر بشن داس ریٹائرڈ کا دادا تھا۔

1832 میں رنجیت سنگھ کے ماتحت ایک جنٹلمین جس کا نام مسٹر جان ہرلان، یا ہیلان یا ہوم بتایا جاتا ہے۔ گجرات کا گورنر بنایا گیا۔ اس نے وہ کنواں جو کلکتہ والا کہلاتا ہے اور شاہدولہ کے مزار کے قریب ہے بنوایا اور بازار میں پکی اینٹوں کا فرش لگوایا۔

موجودہ ڈپٹی کمشنر کی رہائش پرانی بارہ دری میں ہے۔ یہ عمارت جو شہر کے شمال کی انب ہے۔ 1835 میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بنوائی تھی۔ جس نے خود سنگ بنیاد رکھا اور کئی مرتبہ اس میں رہائش بھی رکھی۔ اس کی تعمیر کا کام سردار گلاب سنگھ اور وزیر آباد کے کنہیا لال کی زیر نگرانی مکمل ہوا۔ اضافے پنڈت کاشی ناتھ جو سردار گلاب سنگھ کا کاردار تھا کے زمانے میں ہوئے۔ 21 فروری 1449 کی جنگ گجرات سے قبل بارہ دری چند دن کے لئے مہاراجہ شیر سنگھ کی رہائش گاہ بھی رہی اور اس کی شکست کے بعد اس کے قیدی افسران کو یہاں رکھا گیا۔ موجودہ رائے بہادر لالہ گنگا رام کنجاہی کے ماتحت، جس نے جنرل جان نکلسن کے ساتھ ملکر اس رات اس پر قبضہ کیا تھا جب انگریزی فوجیں راولپنڈی چلی گئیں تو میجر جارج لارنس نے اس میں رہائش رکھی۔ بحیثیت ریونیو آفیسر آج بھی یہ ڈپٹی کمشنر گجرات کی رہائش گاہ ہے۔

marfat.com

گجرات پر انگریزوں کا قبضہ

واقعات سے جو اس جنگ کے اسباب بنے گجرات ضلع کا تعلق نہیں۔ ونس اگنیو اور اینڈرسن کے قتل کے بعد ملتان کا محاصرہ کیا گیا۔ مگر سردار چتر سنگھ نے ہزارہ میں یورش برپا کی جس کی بنا پر مہاراجہ شیر سنگھ اور اس کے فوجی ملتان کے محاصرہ سے کنارہ کش ہو گئے۔

یوں معاملات نے نازک صورت اختیار کی۔ پنجاب آرمی کا اجتماع فیروز پور کے مقام پر ہوا۔ اس کے بعد لارڈ گف نے پیش قدمی کی جو کالیاں ضلع گجرات کے مقابل رام نگر کے مقام پر جھڑپ ہوئی۔ فوجوں کو اب چناب پار اتار جانا ضروری ہو گیا۔ پتن تین تھے کسی ایک کو اختیار کیا جا سکتا تھا۔ ایک فریقی (گڑھی) کا پتن، جسے چار ہزار سکھ روکے ہوئے تھے۔ دوسرا ارائی کا پتن، تیسرا خطرناک پتن، چک علی شیر کا تھا۔ ان میں سے ایک بھی موزوں نہیں سمجھا گیا۔ آخر کار فیصلہ کیا گیا کہ وزیر آباد کی طرف بڑھا جائے۔ جان نکلسن نے پیش بندی سے 17 کشتیاں حاصل کر لی تھیں۔ انگریزی فوج کے بڑے حصے نے سکھوں کو الجھائے رکھا، دوسرا حصہ پار اتر گیا۔

2 دسمبر دوپہر تک جنگی چال کامیاب ہو گئی۔ سر جوزف تھیک ول کی کان میں دھارووال کی طرف پیش قدمی کر کے پتن پر سکھوں کی چوکیوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ اگلے روز لارڈ گف نے رام نگر میں نمائشی طور پر حملہ کی تیاریاں دکھائیں اور تھیک ول سعد اللہ پور کی طرف بڑھا جہاں اسے حکم دیا گیا کہ گاڈبائی کے بریگیڈ کا انتظار کرے۔ اس پر تھیک ول رک گیا اور مورچہ بند ہو بیٹھا۔ اسی دوران میں شیر سنگھ فوج کے بڑے حصے کو لارڈ گف کے مقابل چھوڑ کر دس ہزار کے ساتھ اس طرف بڑھا۔ شیر سنگھ نے قوت فیصلہ کی کمی کے باعث

marfat.com

تھمیک دل کی شکست فاش کا سنہری موقع ضائع کر دیا۔

فوجیوں سے واپسی کے بعد ہتھیار جمع کیے تھے جب ہوا میں گولہ نظر آیا گولی بھی چلی مگر کہاں سے سرکاری رپورٹ میں کہا گیا کہ سکاؤٹس اور پہرہ داتوں نے خبردار کیا تھا۔ مگر سوال یہ تھا کہ کیا سکاؤٹس اور پہرہ دار بھیجے گئے تھے۔

بہرحال انگریزی فوج کو ان تین گاؤں کے سامنے جہاں سکھ فوج کا قبضہ تھا افراتفری میں مورچہ بند ہونا تھا۔ انگریزی فوج دو سو گز پسپائی ہوئی اور حملہ کا انتظار کیا۔ مگر شدید گولہ باری کے باوصف حملہ نہیں کیا گیا۔ 5 گھنٹہ کی طویل بمباری کے بعد جس کا انگریزی فوج نے جواب نہیں دیا۔ 4 بجے سہ پہر انگریزی توپوں کے دہانے بھی کھلے۔ دونوں طرف سے غروب آفتاب تک مسلسل گولہ باری ہوتی رہی۔ اس دوران میں انگریزی فوج کے بازو کو دھکیلنے کی صرف دو کمزور کوششیں ہی کی گئیں۔ غروب آفتاب کے بعد شیر سنگھ بلا نقصان پسپا ہوا مگر اس کا تعاقب بھی نہیں کیا گیا۔ رات کے اندھیرے میں شیر سنگھ جہلم کے محاذ تک ہٹ گیا۔ سعد اللہ پور کے مقام پر جنگ کے بجائے بمباری کا مقابلہ ہوا۔ انگریزی نقصانات میں صرف 83 جوان مارے گئے یا زخمی ہوئے۔ بعض افسر بال بال بچے سر جوزف تھمیک دل کا اردلی مارا گیا جان نکلسن کے گھوڑے کو جس پر وہ سوار تھا گولی لگی ایک افسر جرنیل سے بات کرنے کے لئے گھوڑے سے اتر رہا تھا کہ گھوڑے کی ناک کو رگڑتی ہوئی گولی نکل گئی۔ گھوڑا اس بری طرح بدکا کہ افسر زمین پر آ گرا۔ 4 دسمبر کو سوار اور گھوڑا توپ تھمیک دل کی کمک کے لئے پار اتریں۔ گاڈبائی کا بریگیڈ آن پہنچا متحدہ کمان نے ہیلاں کی طرف پیش قدمی کی جہاں پر معلوم ہوا شیر سنگھ دس میل کے فاصلہ پر ہے۔

18 دسمبر کو کشتیوں کا پل مکمل ہو گیا۔ لارڈ گف نے چناب عبور کیا اور یکم جنوری کو

marfat.com

ہیلاں کے نزدیک پہنچ گیا۔ایک سوار بریگیڈ اور 3 توپیں وزیر آباد روانہ ہوگئیں۔وزیر آباد پر شیر سنگھ کے حملہ کا خطرہ تھا جو ڈنگہ ہٹ آیا تھا۔10 جنوری کو اٹک کی فتح کی خبر ملی اب خطرہ یہ بھی تھا کہ شیر سنگھ اور چتر سنگھ مل جائیں گے۔لارڈ گف نے لسوڑی کی طرف پیش قدمی کی، تمام فوج کا وہیں اجتماع ہوا۔13 جنوری کو ڈنگہ کا رخ کیا گیا۔جہاں معلوم ہوا دشمن رسول کے مقام پر ہے اور اس کی فوج کوٹ بلوچ کے قریبی چند گاؤں سے رسول اور مشرق میں یہی کی نیچی پہاڑیوں تک پھیلی ہوئی ہے۔دریائے جہلم عقب میں ہے دشمن کی اگلی چوکیاں چیلیانوالہ کے مقام پر قائم ہیں۔لارڈ گف کا جنگی نقشہ جو اس نے مرتب کیا بالکل واضح نہیں بعض ماہرین خاص کر سر چارلس گف کا دعویٰ ہے کہ لارڈ گف کا خیال تھا چیلیانوالہ پر قبضہ کر کے اگلی چوکیوں کو لے لیا جائے اور اگلے روز دھاوا بولا جائے،مگر سکھ توپ خانہ کا پتہ لگتے ہی واضح ہو گیا کہ پڑاؤ ڈالنے کا سوال ہی نہیں تھا۔جنگ لازمی تھی۔

دوسرے ماہرین خاص طور پر مالی سن سے متفق ہیں کہ پلان رسول پر حملہ کا بنا تھا مقصد تھا کہ دشمن فوج کے بازو کو دھکیل کر سکھوں کو جہلم کے پتن سے پرے رکھا جائے اور پھر حملہ کر کے شیر سنگھ کا رابطہ چتر سنگھ سے جو اٹک کے مقام پر تھا منقطع کیا جائے مگر بعض ماہرین کو شک ہے کہ چیلیانوالہ کی چوکیوں سے متعلق اطلاعات تھیں،کہا گیا ہے کہ جب خبر ملی تو لارڈ گف نے پہلا نقشہ بدل دیا اور بائیں بازو سے چیلیانوالہ کی طرف بڑھا جب کہ اس کا دایاں دشمن کے مضبوط مورچوں سے کم وبیش 4 ہزار گز دور تھا۔مگر سکھوں نے مقابلہ نہیں کیا، چیلیانوالہ سے سکھ فوج اپنے بڑے حصہ کی طرف ہٹ گئی۔کرنل بروکس کی کمان میں 24 پیدل نے اگلی چوکی خالی کرالی۔لارنس آرچر نے لکھا ہے کہ یہیں (بعد میں نہیں) کرنل بروس نے تلوار لہرائی،نعرہ بلند کیا،ساتھیو پیچھے آؤ،خدا چاہے شاندار فتح ہماری ہے۔

marfat.com

اس واقعہ سے متعلق کہا گیا کہ افراتفری کا باعث بنا مگر ایسا نہیں ہوا۔ سکھ فوج کا دایاں بازو چلیانوالہ کے سامنے تقریباً دو میل دور اور بایاں رسول پر تھا دائیں بازو اور قلب لشکر کے داہنی جانب خاصہ فاصلہ تھا۔ اس کے معنی تھے کہ فوج کو یونہی پھیلایا گیا تھا۔ فوج کا دایاں بازو دمونگ کی طرف ہٹا ہوا تھا۔ دن کے دو بجے پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا گیا مگر ابھی پڑاؤ کی لکیر بندی کی جا رہی تھی کہ سکھ توپوں نے آگ اگلنا شروع کیا۔ سکھ توپ خانہ کے مقام کا پتہ چل گیا۔ لارڈ گف نے فوراً جنگ کے احکامات صادر کئے۔ بھاری توپ خانہ نے 1500 سے 1700 گز کے فاصلے پر گولے پھینکنا شروع کیے مگر گھنے جنگل میں فاصلہ کا تعین مشکل تھا۔

جیت سکھوں کی رہی لارڈ گف کے لئے یہ نا قابل برداشت تھا۔ تھیک ول کے بیان کے مطابق اس کے سٹاف آفیسر نے بڑی تیزی کے ساتھ بریگیڈ کولن کیمپ بل کو حکم پہنچایا کہ توپ خانہ جنگل میں تقریباً نصف میل بڑھا کر سنگین کے فاصلہ پر لے جایا جائے۔ پیش قدمی کی ترتیب حسب ذیل تھی۔

سر والٹر اگلبرٹ کا پیدل ڈویژن جس کے بازو پر پوپ کا سوداگر بریگیڈ، کمک پر 14ویں ڈرے گون اور تین دستہ گھوڑا توپ خانہ۔ یہ دایاں بازو تھا قلب لشکر میں بھاری توپ خانہ، میجر ہارس فورڈ کی سرکردگی میں جس کے دائیں طرف کولن کیمپ بل کا ڈویژن، جس کے بازو پر وائیٹ کا سوار بریگیڈ 3 دستہ گھوڑا توپ خانہ لیفٹیننٹ کرنل برنٹ کی سرکردگی میں میدانی توپ خانہ پیدل فوجوں کے ساتھ تھا۔ فوجوں کے درمیانی فاصلہ کو پر کرنے کیلئے محفوظ فوج بریگیڈ پرینی کی سرکردگی میں تھی۔

بریگیڈیر ہمٹر سے ساز و سامان کی حفاظت پر متعین تھا۔ کم و بیش کامیابی کے ساتھ

marfat.com

طرفین میں جنگ ہوتی رہی۔ بائیں طرف کولن کیمپ بل نے فرائض منصبی کی پرواہ نہ کی اور بطور بریگیڈ ہوگن کا بریگیڈ لے کر بڑھا۔ جلد ہی گھنے جنگل کے باعث اس کا رابطہ پنی کوک سے کٹ گیا جو قلب لشکر میں تھا رابرٹ سن کا توپ خانہ سکھ سوار دستہ کو منتشر کر کے بائیں طرف آیا اور یوں توپ خانہ سکھوں کے توپ خانہ کے دائیں طرف آ گیا۔ جسے بازو کی جانب سے الجھالیا جبکہ برنڈ اور گھوڑا توپیں سامنے سے مصروف پیکار ہوئیں۔ رابرٹ سن نے مکمل طور پر سکھ توپ خانہ کا گھیراؤ کر کے آدھ گھنٹہ میں سکھ توپیں خاموش کر دیں۔

مووات اسی دوران میں جو موٹی ں کے بریگیڈ کے داہنی طرف تھا پنی کوک کے لڑاکا دستوں کے پیچھے پہنچ گیا۔ وہ ان دستوں کی امداد نہ کر سکا۔ مگر اس نے ہوگن کے بریگیڈ کی بڑی مدد کی اس طرح پنی کوک کو قلب لشکر میں توپ خانہ سے قطعی کوئی امداد نہ ملی یہ یقینی طور پر معمول نہیں کس سٹاف افسر نے رابرٹ سن کو داہنی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ مگر اس کی پیش قدمی اور مووات کی امداد سے جو داہنی طرف تھا کولن کیمپ بل کی پیش قدمی کے لئے راستہ کھل گیا۔ سکھوں کا ایک سوار دستہ چار توپوں کے ساتھ منتشر ہو گیا۔ 16 ویں پیدل 32 ویں این آئی نے دلیرانہ حملے کئے اور پھر فوراً رخ بدل کر سکھوں کے قلب کے دائیں جو شیر سنگھ کی سرکردگی میں تھا اور دائیں بازو کے ڈویژن کے بائیں طرف جو عطر سنگھ کی سرکردگی میں تھا کے درمیانی فاصلہ میں گھس گئے اور پھر دائیں طرف گھوم کر انہوں نے سکھ قلب لشکر کا گھیراؤ کر لیا جس نے گھوم کر ان کا سامنا کیا عطر سنگھ نے بھی بائیں طر گھوم کر ان کے باز و اور عقب پر حملہ کیا مگر کیمپ بل نے بڑھ کر باز و اور عقب پر دھاوا بول دیا اور سب کچھ بہا کر لے گیا۔ ایک ایک کر کے 13 توپیں پکڑ لیں۔ سکھوں کی فوج پیچھے دھکیل کر کیمپ بل رک رک کر لڑتا۔ سکھ سوار فوج کا اپنے عقب میں حملوں کا مقابلہ بھی کرتا جاتا تھا اس طرح فوج جس

marfat.com

نے پینی کوک کے بریگیڈ کو شکست فاش دے کر بھگایا تھا اب مکمل طور پر شکست فاش سے دو چار ہوئی۔ موونٹ کے توپ خانہ سے مل کر کیمپ بل نے پیش قدمی جاری رکھی اور مونٹین کے بریگیڈ تک جا پہنچا۔ وہاں سے کیمپ بل بائیں طرف مڑا اور اپنے پہلے مقام پر آن پہنچا جہاں اس کا ساتھ رابرٹسن کا توپ خانہ اور دوران کی گھوڑا توپوں کا دستہ شامل ہو جانے کے بعد سے سر جے تھیک ول کی کمک پر روانہ کیا گیا۔

اس دوران پینی کوک کے بریگیڈ نے سکھوں کے قلب لشکر پر جسے بھاری توپ خانہ کی امداد سے کیسے محروم ہوا بتلایا جا چکا ہے کہ گھنے جنگل میں فوج کی تربیت قائم رکھنا محال تھا۔ توپوں تک پہنچنے کے لئے جوانوں کا راستہ کاٹنا پڑتا تھا۔ راستہ میں پانی کے جوہڑ تالاب مشکلات میں اور اضافہ کرتے تھے۔ تاہم بار دیگر مجتمع ہو کر جواں نعرے مارتے بڑھے اور توپ خانہ والوں کو سنگینوں سے ہلاک کر دیا۔ پھر قدم جما کر ڈٹے رہے مگر صرف چند منٹ بعد ہی جب خاموش توپوں کا دھواں اڑا اور حملہ آوروں کی معمولی تعداد نظر آئی سکھوں نے جنہیں عقب سے کمک مل گئی تھی توپوں پر قبضہ کر لیا اور سواروں کی امداد سے بریگیڈ کو دھکیل کر اسی مقام پر لے آئے جہاں سے پیش قدمی کی گئی تھی۔ بریگیڈ پینی کوک توپوں کے قریب پہنچ کر مارا گیا۔ لمبا تڑنگا سکھ اس کے زمین پر پڑے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہا تھا اس کا بیٹا سترہ سالہ نوجوان نعرہ مارتا ہوا دوڑ پڑا۔ باپ کے جسم پر سوار ہو کر اس نے دشمن کو ہٹا کر باپ کا بدلہ چکا دیا مگر اس پر اب بہت سے دشمن آن پڑے اور وہ بھی باپ کے جسم پر مارا گیا۔ دونوں باپ بیٹا یادگار مینار کے نیچے دفن کئے گئے۔ کیپٹن ولیمز نے جس کا تعلق 24 پیدل سے تھا 18 زخم کھائے ایک بازو کٹا یا مگر زندہ رہا اور صحت یاب ہو گیا۔ دائیں بازو پر سر ولیم گلبرٹ نے جنگل میں ڈھکی چھپی توپوں پر سامنے سے حملہ کیا اور اس کی کمک پر پیدل فوج

marfat.com

تھی۔ جب وہ جنگ میں جھونکا ہوا تھا اسے معلوم ہوا کہ اس کے دونوں بازو بایاں پینی کوک کی شکست کے بعد اور دایاں بازو پوپ کے سواروں کی دشمن کے سامنے پسپائی کے سبب محفوظ ہیں۔ دائیں بازو کو بچانے کے لئے اسے گاڈبائی کے بریگیڈ کو قدرے کام میں لانا پڑا اور نمبر 17 میدانی توپ خانہ کے سایہ میں بڑھ کر اس نے لیلیاتی کے طاقتور توپ خانہ پر موٹین کے بریگیڈ کی امداد سے کامیابی حاصل کی۔ گاڈبائی نے پیش قدمی کر کے اپنے سامنے کی توپوں کا صفایا کر دیا۔ مگر گاڈبائی کی 56ویں ہندوستانی پیدل رجمنٹ کو پیچھے دھکیل دیا گیا یوں سکھوں نے درمیانی خلا پر قبضہ کر کے سامنے بازو اور عقب سے بیک وقت حملے کئے۔ اس نازک وقت پر ڈیوی کے توپ خانہ نے کمال کیا جنگل اور دیگر مشکلات کے باوجود جہاں ڈیوی کی ضرورت ہوئی ڈیوی وہیں موجود تھا۔ شمال تک اس کا توپ خانہ قطب نما کی سب اطراف پر آگ برسا رہا تھا۔ گلبرٹ نے نہ صرف محسوس ہی کیا بلکہ اس کے توپچیوں کی مہارت اور بہادری کا رپورٹ میں اعتراف بھی کیا۔

اس مقام پر کولن کیمپ بل کمک پانے کے بعد موٹین کے بریگیڈ سے آملا۔ بائیں بازو کے گھڑ سوار کچھ نہ کر سکتے تھے وہ صرف توپ خانہ کی امداد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ رابرٹ سن اور برنڈ نے سکھوں کی توپوں کو خاموش کر دیا۔ سر جوزف نے خاکی دستوں کو جن کا تعلق تیسرے لائٹ ڈرے گون سے تھا پانچواں لائٹ کیولری کو بالترتیب کیپٹن یونٹ اور وھیلیے کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ تاکہ موقعہ سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ مگر کیپٹن وھیلیے کے دستہ کو گولیوں کی بارش کا سامنا ہوا۔ گھنے جنگل میں فوجی ترتیب قائم نہ رکھی جا سکی۔ پانچواں دستہ تتر بتر ہو گیا۔ مگر یونٹ کے سکوڈرن نے شاندار حملہ کیا اور سکھوں کے دائیں بازو کا صفایا کر کے عقب میں پہنچے وہیں پھر فوجی ترتیب قائم کی اور گھوم کر خونی راستہ پر سے سرپٹ گزرتے

marfat.com

ہوئے عقب سے دوبارہ سامنے آئے انہوں نے دشمنوں کو بھاری نقصان پہنچایا اور انہیں خود بھاری نقصان پہنچا۔ ان کے 23 جوان اور 15 گھوڑے کام آئے۔ 2 افسر اور پندرہ جوان زخمی ہوئے۔

مجموعی طور پر ناکامی نے تھیک ول کو مزید فوجی کاروائی سے روک دیا۔ صرف اسے کمک کے طور پر وارن کے گھوڑا توپ خانہ اور وائٹ کے سواروں کو ہوگن کے بریگیڈ کی کمک کے لئے روانہ کیا۔ پھر دایاں میدان سنبھال کر کیمپ بل کی پیش قدمی کے راستہ پر بڑھا اور ہوگن اور مونٹین کے عقب میں قائم ہوا۔ اس طرح بائیں بازو کے سوار صورت حال کے پیش نظر بے کار ہو گئے۔

دائیں بازو کا معاملہ دگرگوں ہوا۔ پوپ کے بریگیڈ کی پیش قدمی جنگ کے غیر یقینی نتائج کی خاص ذمہ داری تھی۔ سکھوں کی بھاری تعداد کے پیش نظر دائیں بازو کو خطرہ تھا۔ پوپ نے پہلی اور چھٹی لائٹ کیولری اور نویں لارنسرز کے دستوں کے چند ایک توپوں کے ساتھ اس بازو کی حفاظت کے لئے کرنل لین کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ پیدل بریگیڈ کے برابر آگے بڑھتے وئے اس کا سامنا سکھ سواروں سے ہوا۔ فوراً میجر کرسٹی کی ماتحتی میں توپیں اور گھوڑا توپ خانہ بڑھایا گیا مگر غلط حکم یا شاید حکم کو سمجھنے میں غلطی کے باعث سوار توپ خانہ کے آگے بڑھ آئے توپ خانہ کی کارکردگی میں رکاوٹ ہوئی۔ بلکہ عملی طور پر توپ خانہ بیکار ہو گیا۔ نویں سکاڈرن کے برابر بڑھتے ہوئے بغیر کسی کمک یا امداد کے سوار رک گئے۔ حکم کا انتظار کیا سکھ سوار ان پر ٹوٹ پڑے۔ پوپ کو سب سے پہلے مارا گیا۔ حکم کا انتظار کیا عقب سے خطرے کے پیش نظر انگریزی فوج توپوں۔ توپ چیوں گاڑیوں پر سے پھلانگتی ہوئی بھاگ اٹھی۔

marfat.com

غلط حکم تھیک ول اور بعض 13 لائٹ ڈریگن کے چند آدمیوں کی طرف سے لائٹ کیولری کے ایک افسر نے دیا تھا۔

کیوری ٹن یہیں کام آیا اس کا باپ رام نگر کی جنگ میں مارا گیا تھا۔ سکھوں نے توپچیوں سمیت میجر کرسٹی کو تلوار کھینچنے سے پہلے ہی کاٹ دیا۔ توپچیوں کو پکڑ لیا اور جنرل صاحب کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ حفاظتی دستہ نے حملہ کی تیاری کر لی۔ بریگیڈیر پینی نے محفوظ بریگیڈ کو کیمپ بل کی کمک کا حکم دیا۔ مگر گھنے جنگل میں راستہ بھول گیا قلب لشکر سے دائیں بازو کی طرف ترچھا چلتا ہوا گاڈبائی بریگیڈ کے داہنے اور سامنے پہنچا۔ پینی پر اب سامنے اور عقب سے حملہ ہوا۔ صرف جب چھاواڈیوس پہنچا تو توپوں سے سکھوں کو پیچھے دھکیلا جا سکا۔ کیمپ بل موٹن سے جا ملا۔ اب سارے توپ خانہ کا منہ سکھوں کی طرف کیا گیا۔ سکھ یوں ڈھیئی کی طرف افراتفری کے عالم میں پسپا ہونے لگے۔

اب سواروں کیلئے موقع تھا مگر حکم نہیں دیا گیا یہ بازو جنگ جیت سکتا تھا مگر توپوں اور مرتب سواروں کو بیکار سمجھ کر نظر انداز کیا گیا۔ لارڈ گف کا خیال تھا کہ معاملہ سنبھالا نہیں جا سکتا۔ وہ چیلیانوالہ کی طرف ہٹ جہاں (کہا گیا) پانی دستیاب تھا اور سازوسامان فوج کی بہتر نگہداشت ہو سکتی تھی۔ ہر دو نکات پر سخت تنقید کی گئی مگر یہاں مقصد تنقید نہیں صرف واقعات کا بیان ہے۔

چیلیانوالہ میں فوجی نقصانات 23 افسر انگریز، 16 افسر ہندوستانی، 560 جوان ہلاک ہوئے۔ 27 افسر انگریز، 27 افسر اہندوستانی 1547 جوان زخمی ہوئے۔ میزان 2338 ہوا۔

چلیانوالہ کو برطانوی فتح کہا گیا مگر یہ معمولی کامیابی ہی نہیں تھی دائیں طرف برنڈ

marfat.com

نے آخری گولی چلائی مگر بائیں طرف بلا مبالغہ سکھ جیت گئے۔ 2 رجمنٹوں کے نشان چھن گئے۔

3 روز کی بھاری بارش کے باعث مزید لڑائی بھڑائی ممکن نہیں تھی۔ اسی دوران چتر سنگھ کی فوج شیر سنگھ سے آملی۔ لارڈ گف نے فیصلہ کیا کہ فی الحال لڑائی مول نہ لے بلکہ ملتان کی فتح کے بعد جنوبی کمک کا انتظار کرے۔ ملتان کی فتح کی خبر 25 جنوری کو ملی اور اسی دن جنرل 9 ہزار کے ساتھ روانہ ہوا۔ 34 ہزار کے ساتھ شیر سنگھ رسول کے مقام پر ٹھہرا۔ لارڈ گف کو حملہ کی ترغیب بے سود رہی۔ آخر کار ایک ہفتہ دیر سے شیر سنگھ نے فیصلہ کیا کہ خود ہی حملہ کر کے 2 فروری کو سکھ سواروں نے کھوڑی کے راستہ سے پیش قدمی کر کے ڈنگہ روڈ پر قبضہ کی کوشش کی۔ 2 فروری کو ڈنگہ پر قبضہ ہو گیا 10 فروری کو سکھ امرہ کلاں کی طرف بڑھے مگر لارڈ گف کو جنگ کی ترغیب دلانے میں قطعی ناکام رہے۔ شیر سنگھ بایاں بازو پوران لے گیا اگلے روز رات کو انگریزی فوج نے چھاپہ مارا۔ 14 فروری کو چناب کا راستہ صاف کر لیا۔ 15 فروری لارڈ گف لسوڑی پہنچا جہاں اس کا رابطہ وش سے ممکن تھا۔ مگر فی الحال قائم نہیں ہوا تھا۔ وزیر آباد گیا۔ یوں سکھوں کی چال ناکام ہوئی۔ خبر پا کر سکھ گجرات آئے اور پھر لارڈ گف کو حملہ کی ترغیب دی۔ چیلیانوالہ کے مقابلہ کے بعد سکھ خوف زدہ تھے اور خود پہل کرنا نہیں چاہتے تھے۔ 17 فروری کو لارڈ گف سعد اللہ پور پہنچا اور اسی سڑک سے شادی وال جہاں ملتان کی فوج اس سے آملی۔ لارڈ گف آخری معرکہ کے لئے تیار ہوا۔ 18 بھاری توپوں سمیت اس کے پاس 96 توپیں تھیں۔ توپ خانہ میں پہلی بار لارڈ گف کو برتری حاصل ہوئی۔

سکھ افواج ہلالی شکل میں پھیلی ہوئی تھیں۔ قلب لشکر کوٹ کالرے کے پیچھے اور

marfat.com

بایاں بازو کٹھالہ نالہ اور دایاں دواڑہ نالہ کی ریتلی پٹی کے اس حصے پر تھا جسے دواڑہ نالہ کی شاخ شاہدولہ نالہ کہتے ہیں۔ سواروں کو فوج کے دونوں بازوؤں پر پھیلایا تھا۔ کالرہ دیوان سنگھ اور کالرہ خاصہ کو مضبوط و مستحکم کر کے مورچہ بندی کی گئی تھی۔ نالہ کی دونوں اطراف فوج سامنے تھی، جنگی منصوبہ یہ تھا کہ بائیں بازو قلب لشکر پر بیک وقت حملہ کر کے انہیں دائیں بازو دھکیل دیا جائے۔ بھاری توپیں قلب اور بائیں بازو سے گلبرٹ اور وش کی سرکردگی میں میدانی توپ خانہ کی امداد پیش قدمی کریں اور جب دونوں سکھوں کے داہنے اور قلب پر جا پڑیں تو بایاں کیمپ بل کی سرکردگی میں حملہ آور ہو۔ اس حملہ کو گھڑ سوار ایسی شکست میں بدل دیں جس کے بعد مدافعت ممکن نہیں رہتی۔

کہتے ہیں لارڈ گف کو ایک برج پر چڑھا کر سیڑھی کھینچ لی گئی تھی۔ جنگ اس کے عملے نے لڑی یہ کہانی درست نہ ہے یہ سارا علاقہ دیکھا بھالا ہے اور ان لوگوں سے دریافت بھی کیا ہے جو اس لڑائی کے وقت زندہ موجود تھے۔ انگریزی فوج کے جائے قیام پر کوئی برج نہیں تھا۔ سکھوں کے پہلے جائے قیام پر البتہ برج تھا۔ سر چارلس گف نے لکھا ہے کہ جنرل گف ایک گھر کی چھت پر چڑھا تھا مگر جب چاہتا اتر آتا تھا۔ اس کہانی کو جیسی یہ ہے رہنے دیا جائے۔ ہمارے چھلاواڈیویس نے پہلا گولہ داغا اور اڑھائی گھنٹہ کی گولہ باری کے بعد سکھوں کے مورچوں میں رخنہ پڑا اور وہ کالرہ کے محاذ سے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ گلبرٹ اور وش نے گاؤں پر دھاوا بولا۔ سکھوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر کچھ پیش نہ گئی۔ سکھوں کو پیچھے دھکیل دیا گیا۔ مگر ان چند منٹوں میں انگریزی فوج کا نقصان 3 سو ہلاک اور زخمی جوان تھے۔ کیمپ بل اور ڈن ڈاس نے خوش قسمتی سے لنڈ پور اور جمنا کے گاؤں خالی پائے ان کے جوان بائیں طرف پھیل کر دشمن سے تقریباً ایک ہزار گز کے فاصلہ پر پہنچے اور زمین پر لیٹ گئے

marfat.com

رابرٹ سن اور لڈلو نے توپیں بڑھائیں اور گولہ باری شروع کر دی۔ جوں جوں سکھوں کی جوابی گولہ باری کم ہوتی گئی۔ 2 توپیں آہستہ آہستہ بڑھتی گئیں اور نالہ کے کنارے پہنچ کر سکھوں کو شدید نقصان پہنچایا اور چند منٹوں میں کنارہ خالی کرا لیا۔ اب پیدل فوج نے ایک گولی چلائے بغیر اس جگہ پر قبضہ کر لیا۔ مگر اس سے ایک بڑا خلا انگریزی فوج کے بائیں بازو اور قلب لشکر کے درمیان پیدا ہو گیا۔ جلد ہی اسے سکھ سواروں نے بھانپ لیا۔ افغان سواروں نے ہمارے بائیں بازوں کو دھکیلنے کی کوشش کی مگر انہیں سی کنڈیا کے سواروں اور نویں لانسرز نے دلیرانہ حملہ کر کے تتر بتر کر دیا اب تھیک دل کا سکھوں کے بائیں بازو اور عقب پر وش کے حملہ کا خطرہ بڑھا۔ مگر سکھ سوار مرتب ہو کر اس درمیانی خلا میں گھس گئے۔

ایک لحہ کے لئے جنگ کے نتائج غیر یقینی معلوم ہونے لگے گھوڑا توپ خانہ کے دو دستوں نے جو اس خلا کو پر کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے اپنی آخری گولی چلائی۔ سکھوں کی پیش قدمی جاری رہی۔ کیمپ بل نے خطرہ دیکھ کر اس پیش قدمی کرتے ہوئے ہجوم کی طرف توپوں کا رخ کیا اور پھر ان کو بازو کی طرف سے گھیر کر پسپا کرایا مگر وہ اب بھی درست فوجی تربیت کے ساتھ پسپا ہوئے۔

بائیں بازو پر سواروں کی کوئی بڑی جھڑپ نہیں ہوئی۔ پٹھانوں کا ایک دستہ عقب میں جا نکلا تھا اور لارڈ گف کے اتنا قریب پہنچ گیا تھا کہ لیفٹینٹ سٹےنس نے پانچویں لائٹ کیولری کے ایک دستہ سے ان پر حملہ کر کے انہیں کاٹ چھانٹ دیا۔

سکھوں کے دائیں بازو کا منہ کیمپ بل اور ڈن ڈاس نے قطعی طور پر موڑ دیا عقب میں پسپائی کا راستہ تھیک دل نے روک کر انہیں قلب لشکر پر دھکیلا۔ اب وہ مجبور ہوئے کہ وہی راستہ اختیار کریں جو سکھوں کے بائیں بازو اور دوسری بھیٹر بھاڑ نے اختیار کیا تھا۔ یہ

marfat.com

پسپائی کا وہ راستہ تھا جس پر نہ کسی امداد کا نہ سامان خورد و نوش کی امید ہو سکتی تھی۔ اس طرح بددل فوج کے لئے بچ نکلنے کا راستہ نہیں تھا۔ اگر ان کا مناسب طور پر تعاقب کیا جاتا اور تعاقب سکھوں کو ٹھیک ٹھاک کیا گیا۔ سوار اور گھوڑا توپیں ان کے تعاقب میں روانہ ہوئیں۔ بارہ میل تعاقب کیا گیا۔ یہاں تک کہ اندھیرا ہو گیا۔ اسی دوران میں سکھ ایسے تتر بتر ہوئے کہ ان کی خبر نہیں آئی۔ وہ چند ایک توپیں بھی چھوڑ گئے جو میدان جنگ سے ساتھ کھینچ لائے تھے۔ اگلے روز دو فوجیں روانہ کی گئیں۔ ایک سر ولیم کی سرکردگی میں جو تعداد میں 12 ہزار تھی ان جوانوں میں فوج کے مختلف شعبوں سے جوان شامل تھے جو براستہ ڈنگہ جہلم پہنچے اور دشمن کا تعاقب اس تیزی کے ساتھ کیا کہ 12 مارچ کو سکھ فوج نے غیر مشروط ہتھیار ڈال دیئے۔ دوسری فوج براستہ بھمبر روانہ کی گئی تھی مگر انہیں کوئی مفرور سکھ فوجی ہاتھ نہیں آیا۔ افغان لشکری سرحد پار کر گئے پشاور پر قبضہ ہو گیا۔ اس طرح سب دشمن کا خاتمہ کر دیا گی۔ گجرات کی لڑائی میں 5 افسر اور 91 جوان مارے گئے۔ 24 افسر اور 646 جوان زخمی ہوئے۔

marfat.com

حضرت شاہدولہ دریائی کے حالاتِ زندگی

ہندوستان میں مسلمان تو مسلمان مخالفین اسلام بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ برصغیر میں فروغ اسلام کا مشن اکابر اولیاء کی کوششوں سے ہی بار آور ہوا۔ ان بزرگوں کی کوششوں کے بغیر اسلام کو اس وسیع خطہ کے کونے کونے میں پہنچانا نہایت ہی مشکل ہوتا۔ وہ اکابر اولیاء اللہ میں جنہوں نے اپنی زندگیاں اسلام کی تبلیغ اور انسانیت کی خدمت کیلئے وقف کر دیں حضرت کبیر الدین شاہدولہ دریائی گنج بخشؒ کو ایک خاص مقام حاصل ہے آپ کا سلسلہ نسب سلطان بہلول لودھیؒ طریقت حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہ العزیز سے جا ملتا ہے سلسلہ سہروردیہ کے علاوہ آپ نے مشائخ چشت سے بھی فیضان باطنی حاصل کیا۔

حضرت شاہدولہ کے ابتدائی ایام

مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر اعظم ۹۶۳ھ 1554ء کو ہندوستان کے اقتدار پر تخت نشین ہوا 25 سال بعد کا سنہ ۱۵۸۱ء ۹۸۸ھ بنتا ہے یہی سنہ بعد کے تذکرہ ں تاریخ سیالکوٹ گل خنداں بزرگان دین اور کرانیکل آف گجرات میں درج ہے اسی روایت کو کرامت نامہ کلاں مصنفہ منشی مشتاق رام ہیں جو حضرت شاہدولہؒ کی وفات کے 40 سال بعد ۱۱۳۲ھ ۱۷۱۹ء میں لکھا گیا اسی طرح بیان کیا گیا ہے اور اسی روایت کو عزت خاں کی بجائے صدر الصدور منشی عابد خاں کے حوالہ سے بھی میں درج کیا ہے

marfat.com

تاریخ کے اعتباد سے اکبر بادشاہ ۹۶۳ھ ۱۵۵۶ء کو تخت نشین ہوا اس وقت حضرت شاہدولہؒ کی عمر ۱۸ یا ۱۹ سال تھی اس حساب سے حضرت شاہدولہ کا سنہ پیدائش ۹۴۵ھ ۱۵۳۸ء واضح ہوتا ہے حقیقت گلزار صابری مصنفہ محمد حسین صابری میں لکھا ہے کہ شیخ سید کبیر الدین شاہدولہؒ صاحب نے بائیس سال کی عمر میں حضرت غوث الاعظمؓ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔اس لحاظ سے آپ کی تاریخ ولادت ۵۹۹ھ ۱۲۰۵ء برآمد ہوتی ہے محمد حسین لکھتے ہیں کہ آپ نے ۵۸ سال عمر پائی ہے۔

حقیقت گلزار صابری حقیقت میں تاریخ وتذکرہ کی کتاب نہیں علم روحانیت کی کتاب ہے اس کے ابواب مکتوب خطاب کے عنوان سے شروع ہوتے ہیں خطاب کو الٹا کر لکھا جائے تو مکتوب باطن بنتا ہے باطنی اور روحانی باتیں تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتیں اور نہ ہی ان کو تاریخ حوالہ کیلئے پیش کیا جاسکتا ہے ان کی اس حقیقت کو روحانیت کے ماہرین ہی تعین کرسکتے ہیں۔

چراغ ولد مراد شاہ قادری اکبر کی تخت نشینی کے بعد 25 سال آپ کی تاریخ پیدائش بتاتے ہیں اور منشی مشتاق رام اٹھارہ یا انیس سال اکبر کی تخت نشینی سے پہلے بتاتے ہیں اصل میں بیس، پچیس سال شاہ اکبر کی تخت نشینی کے پس وپیش آپ کا سن ولادت تعین ہوتا ہے جس میں چوالیس، پینتالیس سال تقریباً آدھ صدی کا فرق رونما ہوتا ہے منشی مشتاق رام آپ کی عمر ایک سو پچاس سال بیان کر کے غلطی کا انتباہ دور کرنا چاہتے ہیں اور شاہ چراغ ولد شاہ مراد یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اکبر جب تخت نشین ہوا اس قت ان کی عمر ۳۵ سال تھی اکبر کی تخت نشینی سے ۲۵ ،ل قبل شاہدولہؒ پیدا ہوئے اس اعتبار سے آپ کا سن ولادت ۹۳۸ھ ۱۵۳۱ء ہوسکتا ہے لیکن ،تنی طویل عمر مشکل سے ہی قرین قیاس ہوسکتی ہے۔

marfat.com

بیعت

انہی دنوں حضرت سید سرمستؒ نے اپنے مرشد کی ہدایت پر سیالکوٹ میں ڈیرا لگایا، شہر کے لوگ کثیر تعداد میں ان کی خدمت میں آکر فیض یاب ہونے لگے حضرت شاہدولہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر رہنے لگے، ایک روز جب ان کے دل میں جذبہ عشق الٰہی کی چنگاری بھڑک اٹھی تو وہ حضرت سید اسرمستؒ سے بیعت ہو گئے اور پھر شب و روز آپ کی خدمت میں ہی گزارنے لگے۔

marfat.com

شاہدولہ جسے دے مولیٰ

خانقاہی نظام کو جاننے والا یا اس میں دلچسپی رکھنے والا کوئی بھی شخص آج حضرت شاہدولہ دریائیؒ کے نام سے نا آشنا نہیں ان کے مریدین دنیا کے کونے کونے میں موجود ہیں حضرت شاہدولہ دریائی شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ پیدائش کے بعد جلد ہی آپ کے والد وفات پا گئے آپ کی عمر ابھی پانچ سال تھی کہ والدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا اب اس دنیا میں آپ بے سہارا ہو گئے۔ کم سنی کی حالت میں پھرتے پھرتے آپ سیالکوٹ جا پہنچے۔ جہاں پر ایک صاحب ثروت اور بارسوخ آدمی نے آپ کو اپنی پرورش میں لے لیا جوان ہونے پر آپ کو سیالکوٹ کے قانون گو کے توشہ خانہ کا انچارج مقرر کر دیا گیا۔ شاہدولہ دریائیؒ کی طبیعت میں خدا ترسی اور سخاوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ان کی اس حوالہ سے دریا دلی کے باعث ہی آپ شاہدولہ دریائی کے نام سے مشہور ہیں بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ نے دریائی چناب کے کنارے اپنا مسکن بنا لیا تھا اس لیے انہیں شاہدولہ دریائی کہتے ہیں جب انہیں تشہ خانہ کا انچارج مقرر کیا گیا تو آہستہ آہستہ انہوں نے توشہ خانہ کا سب مال فقیروں اور حاجتمندوں میں تقسیم کر دیا جب قانون کو اس بات کا علم ہوا اس نے حضرت شاہدولہ پر خیانت کا الزام لگا کر انہیں قید کر دیا مگر بعد میں ان کی بے گناہی کا یقین ہونے پر انہیں رہا کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد شاہدولہ دریائی سیالکوٹ کے قریب موضع سنگوہی میں مشہور بزرگ شاہ سیدن سرمست کے حلقہ مریدی میں شامل ہو گئے اور 12 سال تک ان کی خدمت کرتے رہے۔ شاہ سیدن سرمست کے پاس ان کے ایک اور جھتیا اور منظور نظر چیلا موکھا تھا بارہ سال بعد ایک رات شاہ سیدن کو یہ محسوس ہوا کہ ان کا وقت آخر آ چکا ہے شاہدولہ اس وقت مرشد کی خدمت میں حاضر تھے شاہ سیدن نے آواز دی میرے پاس کون ہے جواب ملا

marfat.com

شاہدولہ، حکم ہوا موکو کو بلاؤ مرید نے تعمیل ارشاد کی مگر موکو نے رات کے وقت بستر چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ رات بھر حضرت سیدن شاہ کیطرف سے تین بار "شاہدولہ" کو یہی حکم ملا مگر بدقسمت موکو نے تینوں بار انکار کر دیا۔ چوتھی بار جب سیدن شاہ نے اپنا دلق فقیری شاہدولہ کے حوالے کر دیا اس کے بعد شاہدولہ سنگو ہی چھوڑ کر شہر سیالکوٹ آ گئے دس سال تک وہاں رہے جو کماتے غریبوں میں تقسیم کر دیتے۔ سیالکوٹ میں اپنے دس سالہ قیام میں کئی مساجد تالاب اور ایک نالہ کا پل تعمیر کرا دیا۔ 1612ء میں شاہدولہ دریائی سیالکوٹ چھوڑ کر گجرات چلے آئے اور یہاں پر قلعہ گجرات کی جانب مشرق میں رہائش اختیار کر لی اسی جگہ پر آپ کا مزار ہے یہ علاقہ اب آپ کے نام پر گڑھی شاہدولہ کہلاتا ہے۔ گجرات آنے کے بعد بھی آپ نے اپنا سلسلہ سخاوت اور رفاہ عامہ کے کام جاری رکھے اور کئی پل تعمیر کرائے۔ حضرت شاہدولہ ایک باکرامت ولی اللہ تھے آپ اپنے اخلاق حسنہ اور بزرگی کے باعث ہندو مسلمان دونوں میں مقبول تھے اور قابل تعظیم تھے آپ کے ایک ہندو مرید منشی مشتاق رام نے کرامت نامہ کے نام سے آپ کے حالات زندگی اور کرامت قلمبند کی تھیں آپ کے عقیدت مندوں کی فہرست میں چند راجاؤں اور شہنشاؤں کے نام آتے ہیں جن میں راجہ چھتر سنگھ آف داجوری اور شہنشاہ عالمگیر کے نام سرفہرست ہیں یوں تو حضرت شاہدولہ کے نام کئی کرامتیں منسوب ہیں۔ حضرت شاہدولہ دریائی کا سالانہ عرس مبارک چوبیس جون کو منایا جاتا ہے آج بھی ان کے دربار پر روزانہ ہزاروں کی تعداد میں آنے والے مریدین حضرت کبیر الدین المعروف شاہدولہ دریائی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامتوں کا بہت بڑا اظہار ہیں۔

marfat.com

شیخ طریقت

خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے کہ حضرت شاہدولہؒ کے شیخ طریقت حضرت سیداسرمست سیالکوٹ (جنہیں شاہ سیداں بھی کہتے ہیں) اپنے زمانے کے بڑے کامل ولی اللہ اور قطب وقت تھے آپ حجرت شاہ مونگا کے مرید اور خلیفہ تھے اکثر جذب وسکر کی حالت میں رہتے تھے مگر اس عالم میں بھی حاضر دماغی کی یہ حالت تھی کہ کبھی نماز باجماعت قضا نہیں ہوئی۔ حضرت شاہدولہؒ بارہ سال تک حضرت سیداسرمست کی خدمت میں رہے اور آپ کو جو بھی عارفانہ مقام اور مرتبہ حاصل ہوا وہ سب مرشد کی دعا اور خدمت کا نتیجہ تھا آپ کی زبان میں ایسی تاثیر پیدا ہوگئی تھی کہ جو بات بھی زبان سے کہہ دیتے پوری ہوجاتی تھی۔

marfat.com

دریائی کا خطاب

کہتے ہیں کہ دریائی کا خطاب بھی آپ کو شاہ سید اسر مست" نے دیا تھا صاحب نواز اولیاء اللہ فقیر اللہ قادری لکھتے ہیں:

"آپ کو شاہ دولہ دریائی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ کی سخاوت دریا کی مانند تھی آپ کے پاس جو سائل آتا اپنی مراد بفضل خدا پالیتا"

حضرت شاہ دولہؒ کی ظاہری اور باطنی دولت لٹانے کا ذکر مفتی غلام سرور قادری نے یوں کیا ہے:

"ان کی سرکار بادشاہوں کی سرکار تھی۔ ہزاروں نوکر چاکر گھوڑا پالکی دروازے پر حاضر رہتے اہل حاجت کا ہجوم ہر وقت رہتا۔ خصوصاً وہ لوگ جو بے اولاد تھے وہ حاضر ہو کر استدعائے دعا کرتے اور خدائی جناب سے ان کو اولاد حاصل ہوتی۔

آپ نے رفاہ عامہ کے کاموں میں بھی بہت حصہ لیا تاریخ گجرات میں مرزا اعظم بیگ لاہوری لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ دولہ کو رفاہ عامہ کے کاموں کا شوق تھا اور آپ نے بہت سے پل، تالاب، کنوئیں، مسجدیں اور سرائیں بنوائیں، گجرات اور سیالکوٹ میں آپ کی تعمیر کردہ عمارتیں اور پل اب تک موجود ہیں۔

صاحب سلیم التواریخ لکھتے ہیں "تعمیر عمارات کا سلسلہ تو ہمیشہ جاری رہتا تھا اس کے علاوہ شاہ دولہؒ کا لنگر بھی جاری تھا۔ غریب مسکین اور راہی مسافر کو کھانا ملتا تھا مخبوط الحواس بچے جن کا سر چھوٹا سا چوہے کی طرح ہوتا ہے جہاں کہیں پیدا ہوتے لوگ حضرت شاہ دولہؒ کی خانقاہ پر چھوڑ جاتے۔ شاہ دولہؒ ان کو محبت سے رکھتے اور لنگر سے ان کی پرورش کا حکم فرماتے یہ بچے شاہ دولہ کے چوہے کہلاتے"

تذکرہ شاہ دولہؒ میں ایم ایس نسیم لکھتے ہیں "مائیکرو سفالی ایک بیماری ہے جس میں بچے کا

marfat.com

سر نسبتاً چھوٹا ہوتا ہے اور وہی ساری علامتیں موجود ہوتی ہیں جن کا ذکر شاہدولہؒ کے چوہوں کے ضمن میں کیا گیا ہے شاہدولہؒ انسان دوستی میں مشہور تھے آپ غریبوں، بیکسوں کا سہارا تھے آپ مائیکروسفالی کے مریضوں کا سہارا بھی بن گئے ماں باپ کیلئے یہ بچے عذاب تھے۔ معلوم نہیں یہ کیسے مشہور ہو گیا کہ یہ بچے شاہدولہؒ کی کرامت کا نتیجہ ہیں اور پھر تذکروں میں اس کا ذکر آیا جہاں اطلاعات کے مطابق یورپ اور امریکہ میں بھی یہ چوہے موجود ہیں"۔

حضرت شاہدولہ کو اپاہج بچوں کیساتھ خصوصی شفقت تھی آپ ان کا علاج و معالجہ اور پرورش فرماتے تھے مگر آپ کے نام نہاد متولیوں نے آپ کی اس درخشاں روایت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر خدمت کی بجائے بیمار اور معذور بچوں کی تجارت شروع کر دی جن عورتوں کے ہاں بچہ نہیں ہوتا تھا ان کو ترغیب دی جاتی کہ وہ درگاہ پر منت مانیں اور پہلا بچہ بطور شکرانہ درگاہ کے سپرد کر دیں ان کے علاوہ اپاہج اور معذور بچوں کو بھی درگاہ کے حوالہ کریں۔ نذرانہ کے بچے انتہائی سنگدلی کیساتھ فروخت کر دیئے جاتے یا کرایہ پر دے دئے جاتے ان کو بے رحمی سے مار پیٹ کر ان سے بھیک منگوائی جاتی۔

حضرت شاہدولہؒ کا مزار پوری دنیا میں غالباً واحد ایسی زیارت گاہ تھی جہاں زائرین زندہ انسانوں کا نذرانہ پیش کرتے تھے اور ضعیف الاعتقاد والدین کے لخت جگر شاہدولہؒ کے چوہوں کے روپ میں ساری زندگی بھیک مانگتے اور والدین کی شفقت و محبت سے یکسر محروم رہتے تھے لیکن فروری ۱۹۶۹ء میں محکمہ اوقاف نے اس مزار کو اپنی تحویل میں لے کر گزشتہ تین سو سال کی اس مذموم اور انسانیت سوز رسم کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا ہے اور ان اپاہج بچوں کا نذرانہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حکومت پاکستان نے بھی اسے سماجی برائی قرار دیدیا ہے اب لوگ ایسے معذور بچوں کو اپنے پاس ہی رکھتے ہیں

marfat.com

لڑکی کی پیدائش پر پیشگوئی

حضرت شاہدولہ دریائی جن کا مزار گجرات شہر کی مشہور سڑک شاہدولہ روڈ پر ہے یہ مزار شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔تاریخ پیدائش 989ھ اور وصال 1085ھ بتائی جاتی ہے آپ مغل حکمران جہانگیر شاہ جہاں اور اورنگزیب عالمگیر کے ہم عصر تھے آپ کے مزار کے قریب مغلیہ دور کی شاندار مسجد بھی ہے آپ صاحب کرامت ولی ہو گزرے ہیں مغل حکمران جہانگیر شاہ جہاں اور اورنگزیب عالمگیر کو شاہدولہ سرکارؒ سے بہت عقیدت تھی شہنشاہ جہانگیر آپ کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ سے خائف ہونے لگا بادشاہ نے آپ کو زہر دینے کی کوشش کی اس کے محل میں زلزلہ آ گیا بادشانے آپ کی ولایت کو تسلیم کر لیا عزت واحترام کیساتھ رخصت کیا۔اشرفیوں کی تھیلیاں نذر کیں جنھیں آپ نے شاہی ملازمین میں تقسیم کر دیا راجور کا راجہ چترشین شاہدولہ سرکارؒ کا بہت عقیدت مند تھا اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی۔راجہ نے اسے بوجہ دختر کشی مارنا چاہا شاہدولہ سرکارؒ نے فرمایا اس لڑکی کو زندہ رہنے دیا جائے وہ بڑی خوش قسمت ہوگی بادشاہوں کا مال ہے اس سے بادشاہ پیدا ہونگے۔کشمیر جاتے ہوئے شاہجہاں نے راجور میں قیام کیا تو راجہ نے اپنی یہ لڑکی راج بائی بادشاہ کی نذر کی جسے قبول کر لیا گیا شہزادہ اورنگزیب کیساتھ اس کی شادی کر دی گئی،شہزادی کو راج محل بیگم کا خطاب ملا اس نے وصیت کی کہ مرنے کے بعد اسے شاہدولہ سرکارؒ کے قدموں میں دفن کیا جائے چنانچہ وفات کے بعد راج محل بیگم کو شاہدولہ سرکارؒ کے قدموں میں مسجد بیگم پورہ کے صحن میں دفن کیا گیا محلہ کا نام بیگم پورہ شہزادی کے نام سے منسوب ہے اس ملکہ کے بطن سے معظم اور محمود پیدا ہوئے معظم بہادر شاہ اول کے لقب سے تخت نشین ہوا یہ شاہدولہ سرکارؒ کی

marfat.com

پہلی بہت بڑی زندہ کرامت تھی حضرت شاہدولہ سرکارؒ نے رفاع عامہ کے کاموں میں بہت حصہ لیا تخت نشین ہونے کے بعد اورنگزیب نے شاہدولہ سرکار کو بلایا آپ معجزانہ انداز میں بادشاہ کے پاس پہنچے شہنشاہ اورنگزیب اس وقت تنہا کھانا کھا رہا تھا اس نے دیکھا ایک اور ہاتھ بھی اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہے خدام کو بلا کر صورتحال سے آگاہ کیا جس پر شاہدولہ سرکارؒ اس وقت ظاہر ہوئے حیرت زدہ بادشاہ نے نذر نیاز دے کر آپ کو رخصت کیا۔ آپ کو شاہدولہ دریائیؒ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپ نے بے شمار کنویں پل اور باولیاں تعمیر کروائیں شاہدولہ روڈ پر آپ نے پل تعمیر کروایا جو اب زیر زمین آچکا ہے ۔ سیالکوٹ میں حضرت امام لحقؒ بزرگوں کے مزارات تعمیر کروائے شاہدولہ سرکارؒ کا تعمیر کردہ ایک پل اس وقت صحیح حالت میں ہے۔ پل شاہدولہ کیلئے مرید کے ناروال روڈ سے بھی راستہ جاتا ہے ناروال موڑ پر بورڈ پر شکرگڑھ 117 ناروال 78 ظفروال 103 نارنگ موڑ 28 کلومیٹر درج ہے۔ ناروال موڑ سے معلوم ہوا ہے یہاں سے پل شاہدولہ خاصا دور ہے سادھوکی تقریباً پندرہ کلومیٹر کے کا فاصلہ ہے سادھوکی موڑ سے وقفہ وقفہ کے بعد پل شاہدولہ کیلئے بسیں جاتی ہیں یہ بسیں تھروالی گنہ عور سے پل شاہدولہ کیطرف جاتی ہیں کہ گنہ عور ایک قدیمی گزرگاہ کے قریب بلند ٹبہ پر واقع ہے قریب ہی کسی تباہ شدہ بستی کے آثار ملتے ہیں مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے جا بجا بکھرے نظر آتے ہیں بس ڈرائیور محمد ایاز باجوہ نے بتایا کہ گنہ عور سے آگے پل شاہدلہ سے گنہ عور بستی کا پانی نمکین اور کھارا ہے چند لمحوں کے بعد بس پل شاہدولہ پر رکی ہم نے حیرت زدہ نظروں سے پل شاہدولہ کو دیکھا جو کئی سو سال گزرنے کے باوجود صحیح حالت میں ہلکی اور بھاری گاڑیاں دن رات پل سے گزر رہی ہیں بلکہ پختہ سڑک بھی تعمیر کر دی گئی ہے پل شاہدولہ نالہ ڈیک چھوٹی اینٹوں چونا کچ سے تعمیر کیا گیا پل

marfat.com

تعمیر کرنے والوں کے جذبے اور ارادے اتنے نیک تھے نالہ ڈیک کے سیلابی ریلے پل کا کچھ نہیں بگاڑ سکے حالانکہ برسات کے موسم میں نالہ ڈیک کا سیلاب سب سے زیادہ تباہی و بربادی لاتا ہے شدید سیلاب بھی پل کا کچھ نہیں بگاڑ سکے اس لیے کہ یہ پل ولی کامل شاہدولہ سرکارؒ کا تعمیر کردہ ہے جن کی نظر کیمیاء سے اس علاقہ کے غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے گاؤں پل شاہدولہ میں کمبوہ برادری آباد ہے جن کو شاہدولہ سرکارؒ نے مسلمان کیا نالہ ڈیک پر تعمیر کردہ پل کیوجہ سے اس بستی کا نام بھی پل شاہدولہ ہے شاہدولہ سرکار نے اس علاقہ میں رشد و ہدایت کی شمعیں روشن کیں پل شاہدولہ کے پانچ دروں کے اوپر ڈاٹ ہے پل شاہدولہ کے اوپر چاروں کونوں پر شاندار برجیاں ہیں پل کے قریب شاہدولہ سرکار کے دور کی تعمیر کردہ مسجد ہے جو چھوٹی اینٹوں سے تعمیر کی گئی ہے نالہ ڈیک کا پانی پل کے فرش کے نیچے داخل ہو کر دوسری جانب جا نکلتا ہے مقامی لوگوں نے بتایا یہ پل دو منزلہ ہے۔

marfat.com

راج محل بیگم کی وصیت اور حضرت شاہدولہؒ

برصغیر پاک و ہند میں اسلام پھیلانے میں ہمارے اولیاء کرام کی کرامات قابل تحسین ہیں اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے سلسلے میں بیشتر اولیاء کرام ہندوستان تشریف لائے۔ اس سرزمین پر لاکھوں انسانوں کے دلوں کو منور کیا۔ حضرت شاہ دولہ دریائی گجراتی بھی ان ہی اولیاء کرام کے سلسلے میں سے ہیں۔

گجرات شہر کے مشرق کی جانب ایک سڑک شاہدولہ دربار کی طرف جاتی ہے۔ دربار کے باہر ایک دروازہ پر اسم مبارک درگاہ حضرت سید کبیر الدین شاہدولہ دریائی گنج بخش لکھا ہے۔ جنوب کی جانب مسجد ہے جو اس خطہ کی قدیمی مسجد ہے اس کے گنبد اور مینار بھی بہت قدیمی ہیں مزار کے عین صحن میں برگد کا بہت پرانا درخت ہے۔ اس زرمین پر کئی انقلاب آئے، بستیاں اجڑیں آباد ہوئیں لیکن اولیائے کرام کی بہار کو خزاں نہیں آتی۔ حضرت شاہدولہ دریائی صاحب کے قدموں میں بیگم راج محل کا مقبرہ ہے جو مغل شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کی بیوی تھی۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے اس نے شرط عائد کی کہ بعداز وفات اسے حضرت شاہدولہ صاحب کے قدموں میں دفن کیا جائے۔ آپ حضرت شاہدولہ کی نظر کرم سے مسلمان ہوئیں۔

روایت کے مطابق راج محل بیگم کو آپ کے قدموں میں دفن کیا گیا محلّہ بیگم پورہ ان ہی کے نام سے منسوب ہے اور عالمگیر کے دور کی تعمیر کردہ مسجد بیگم پورہ بھی اسی محلّہ میں واقع ہے۔ جواب جدید طرز پر تعمیر کی گئی ہے مسجد کے صحن میں راج محل بیگم کا مقبرہ ہے۔ حضرت شاہدولہ صاحب 985ھ بمطابق 1581ء میں پیدا ہوئے اور 1085ھ میں وفات پا گئی

marfat.com

روضہ کے باہر دروازے پر تاریخ وصال درج ہے۔ بتوحید آل عارف حق گروید بگو شاہدولہ بخت رسیدہ وصال 1085ھ کے مطابق آپ کے والد کا نام عبدالرحیم لودھی تھا جو ابراہیم لودھی کی اولاد میں سے تھے وہ سلطان بہلول لودھی کا پوتا تھا۔ آپ کی والدہ کا نام نعمت بی بی تھا جو سلطان سارنگ گکھڑ کی پوتی تھیں۔ آپ کی ولادت کے کچھ عرصہ بعد آپ کے والد کا انتقال ہو گیا جب نو برس کے ہوئے تو والدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا پھر یتیمی کی حالت میں پھرتے سیالکوٹ آ گئے جہاں ایک ہندو کھتری کیاں ودھیرا نے آپ کے سر پر ہاتھ رکھا۔ آپ کی پرورش کی آپ کو حضرت سید سرمستؒ سے فیض ملا۔ دن رات ان ہی کی خدمت میں حاضر رہتے جب مرشد کی وفات کا وقت قریب آیا تو ایک اور مرید جس کا نام دولا تھا اس نعمت باطنی سے نوازنا چاہا لیکن دو بار طلب کرنے پر وہ حاضر نہ ہوا۔ حضرت شاہدولہ کو جب پکارا جاتا تو وہ حاضر ہو جاتے چنانچہ مرشد پاک نے حضرت شاہدولہ کو باطنی نعمتوں سے سرفراز کر کے خرقہ خلافت عطاء کر دیا اور فرمایا کہ یعنی جسے اللہ تعالیٰ سرفراز فرماتا ہے وہی شاہدولہ ہوتا ہے۔ اسی روز سے آپ شاہدولہ کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

شاہدولہ کا خطاب بھی آپ کے مرشد نے ہی دیا تھا مرشد کی دعا اور خدمت کا نتیجہ تھا کہ آپ کی زبان میں ایسی تاثیر پیدا ہو گئی آپ جو بات بھی زبان مبارک سے کہہ دیتے پوری ہو جاتی۔ دریائی کا خطاب بھی آپ کو سید سرمستؒ نے دیا تھا آپ کی سخاوت دریا کی مانند تھی آپ کے پاس جو سائل آتا وہی مراد پالیتا۔ حاجت مند مخلوق ہر وقت آپ کے در پر دستک دیتی خصوصاً وہ لوگ جو بے اولاد تھے وہ حاضر ہو کر التجا کرتے اور خدائی جناب سے ان کو اولاد مل جاتی۔

حضرت شاہدولہ کے آستانہ عالیہ پر دن رات مخلوص حاضر ہوتی رہتی ہے۔ مخلوق خدا کی

marfat.com

حاضری کا یہ سلسلہ دن رات جاری رہتا ہے آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں گجرات کی ولایت حضرت شاہدولہ سرکارؒ کے پاس ہے ولایت کے متلاشی یہاں ضروری حاضری دیتے ہیں۔

آپ بہت بڑے عالم دین تھے مزار کی جدید تعمیرات قاضی سلطان محمود صاحب اعوان شریف نے کروائی ہے روضہ کے سر کی طرف سنگ مرمر کے پتھر پر شجرہ پیران طریقت عالیہ قادریہ تحریر ہے جو کہ درست نہیں ہے آپ کا روحانی سلسلہ سہروردی ہے کہ آپ کا لنگر دن رات جاری رہتا ہے، غریب مسکین اور رواہی مسافر سب کو کھانا ملتا مخبوط الحواس لاوارث بچے جن کا سر چھوٹا سا چوہے کی طرح ہوتا ہے جہاں کہیں پیدا ہوتے لوگ حضرت شاہدولہ کی خانقاہ پر چھوڑ جاتے۔ شاہدولہ صاحب ان کو محبت سے رکھتے اور لنگر سے ان کی پرورش کا حکم فرماتے یہ بچے شاہدولہ کے چوہے کہلاتے۔

تذکرہ شاہدولہ میں لکھا ہے کہ مائیکروسفالی ایک بیماری ہے جس سے بچے کا سر نسبتاً چھوٹا ہوتا ہے شاہدولہ صاحب انسان دوستی میں مشہور تھے آپ غریبوں بے کسوں کا سہارا بن گئے کیونکہ ماں باپ کیلئے یہ بچے عذاب تھے۔ معلوم نہیں یہ کیسے مشہور ہو گیا کہ یہ بچے شاہدولہ کی کرامت کا نتیجہ ہے ان نقش ونگار کے بچے دنیا بھر میں پائے جاتے ہیں دوران حمل تصوراتی اور نفسیاتی اثر بھی بچہ پر ہوتا ہے۔ ان معصوم اپاہج بچوں کی تجارت کا سلسلہ شروع ہو گیا ۔ پیشہ ور گداگر ان بچوں کو شاہدولہ کے نام پر بھیک مانگنے پر مجبور کرتے ہیں۔ سادہ لوح عورتیں جن کے ہاں بچہ نہیں ہوتا پیشہ ور لوگ ان کو ترغیب دیتے ہیں کہ وہ درگاہ پر منت مانیں اور پہلا بچہ بطور نذرانہ درگاہ کے سپرد کر دیں ان کے علاوہ اپاہج اور معذور بچوں کو بھی درگاہ کے حوالے کریں۔ ماضی میں یہ بچے انتہائی سنگدلی کیساتھ فروخت کر دیئے جاتے یا

marfat.com

کرایہ پر دے دیئے جاتے تھے ان کو مار پیٹ کر بے رحمی سے ان سے بھیک منگوائی جاتی ۔خصوصی طور پر وہ معصوم لڑکیاں جو بلوغت کی دہلیز پر قدم رکھتی ہیں ان کو سنبھالنا بہت مشکل ہوتا۔اب بھی دوردراز کے دیہات میں لاری اڈا پر سبز چوغہ پہنے یہ چوہے بھیک مانگتے نظر آتے ہیں لیکن اب یہ جدید دور میں یہ سلسلہ ختم ہو رہا ہے دنیا کا کوئی قانون بیکار یا گداگری کی اجازت نہیں دیتا۔گداگری ایک لعنت ہے اس جدید دور میں بھی بچوں کو اپاہج کر کے ان سے بھیک مانگنے کا کام لیا جاتا ہے۔

آپ شاہدولہ صاحب کا وصال گجرات میں اورنگزیب عالمگیر کے دور حکومت میں ہوا۔آپ صاحب کرامات ولی ہو گزرے ہیں، مغل حکمران جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگزیب کو شاہدولہ سرکار سے بہت عقیدت تھی۔راجوکا راجہ شیر شین شاہدولہ سرکار کا بہت عقیدت مند تھا اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی تو راجہ نے اسے بوجہ دختر کشی مارنا چاہا تو شاہدولہ نے فرمایا اس لڑکی کو زندہ رہنے دیا جائے وہ بڑی خوش قسمت ہوگی۔

بادشاہ کا مال ہے اس سے بادشاہ پیدا ہونگے اس کی حفاظت اور احتیاط سے پرورش کی جائے۔کشمیر جاتے ہوئے شاہجہاں نے راجور میں قیام کیا تو راجہ نے اپنی یہ لڑکی راج بائی بادشاہ کی نذر کی جسے قبول کرلیا گیا۔شہزادہ اورنگزیب عالمگیر کیساتھ اس کی شادی کر دی گئی ۔شہزادی کو راج محل بیگم کا خطاب ملا۔اس نے وصیت کی کہ مرنے کے بعد اسے شاہدولہ کے قدموں میں دفن کیا جائے محلہ کا نام بیگم پورہ شہزادی کے نام سے منسوب ہے۔اس ملکہ کے بطن سے معظم اور محمود پیدا ہوئے۔ معظم بہادر شاہ اول کے لقب سے تخت نشین ہوا۔حضرت شاہدولہ سرکار نے رفاع عامہ کے کاموں میں بہت حصہ لیا آپ نے بے شمار کنویں، پل اور بادلیاں تعمیر کروائیں۔شاہدولہ روڈ پر آپ نے پل تعمیر کروایا جو زیر زمین آچکا ہے۔سیالکوٹ

marfat.com

میں حضرت امام الحق بزرگوں کے مزارات تعمیر کروائے شاہدولہ سرکار کا تعمیر کردہ ایک پل اس وقت تک صحیح حالت میں ہے سادھو کے تقریب پندرہ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے پل شاہدولہ نالہ ڈیک چھوٹی اینٹوں، چونا کچ سے تعمیر کیا گیا ہے شدید سیلاب بھی پل کا کچھ نہیں بگاڑ سکے اس لیے کہ یہ پل ولی کامل شاہدولہ سرکارؒ کا تعمیر کردہ ہے۔جن کی نظر کیمیا سے اس علاقہ کے غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے نالہ ڈیک پر تعمیر کردہ پل کیوجہ سے اس بستی کا نام بھی شاہدولہ ہے، شاہدولہ سرکار نے اس علاقہ میں رشد وہدایت کی شمعیں روشن کیں پل کی تعمیر کے دوران آپ کی ایک اور کرامت اس علاقہ میں مشہور ہے کہ دن کے اختتام کے وقت شاہدولہ سرکار مزدوروں کو مصلے کے نیچے سے رقم نکال کر مزدوری دیتے ایک مزدور کی نیت میں فرق آ گیا۔رات بھر وہ رقم تلاش کرتا رہا لیکن وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا دوسرے روز شاہدولہ سرکار نے اس مزدور کو دوگنی دی، دوسرے مزدوروں نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ یہ ان کے علاوہ رات کو بھی مصروف رہا اس لیے دوگنی مزدوری کا حقدار ہے۔آپ کا عرس مبارک ہر سال ہاڑ کی پہلی جمعرات کو منایا جاتا ہے۔

marfat.com

حضرت شاہدولہ دریائیؒ شہنشاہ جلال الدین اکبر کے عہد میں

شہنشاہ اکبر کے دور حکومت میں گجرات کا نام تاریخ کی کتابوں میں نہیں آتا۔ گجرات شہر اکبر اعظم کے عہد میں آباد ہوا۔ ۹۹۵ھ ۱۵۵۷ء میں شہنشاہ جلال الدین اکبر دارالسلطنت سے کشمیر پر حملہ آور ہوا جب اس کی فوجوں نے دریائے چناب عبور کیا اور اس علاقہ میں رات کا قیام کیا شہنشاہ نے حکم دیا اس علاقہ میں کسی ولی اللہ کا سراغ لگایا جائے تا کہ اس کی دعاؤں کی متاع بھی ہمارے شامل حال ہو حضرت سلطان محمود غزنوی نے بھی فتح سومنات کے لیے حضرت داتا گنج بخشؒ کی دعاؤں سے استعانت حاصل کی تھی۔ لوگوں نے گجرات کے متصل موضع گندرہ کے جنگل میں حضرت شیخ الہ داد سریؒ کی نشاندہی کی، شہنشاہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کیلئے التجا کی۔ حضرت شیخ درخت کے نیچے بیٹھے تھے ہاتھ سے درخت کی ٹہنی توڑ کر شہنشاہ کو عطاء کی اور کہا کہ یہ کشمیر کی چابی ہے کشمیر کے دروازے آپ پر کھل جائیں گے۔ شہنشاہ ٹہنی لیکر کیمپ میں واپس آیا دوسرے دن یلغار کیلئے تیاری ہوئی تو فوراً اطلاع موصول ہوئی کہ پیش مقدم فوج کی فتح والیان کشمیر نے تسلیم کرلی ہے۔

شہنشاہ نے اس علاقہ میں قیام کے دوران دیکھا کہ دامن کشمیر کے لوگ جگر، چھب اور جاٹ آپس میں ہمیشہ لڑتے رہتے ہیں۔ غارت گرمی، تباہی و بربادی انکا شیوہ ہے موجودہ شہر گجرات کی جگہ ایک اونچا ٹیلہ پرانی تباہ شدہ آبادی کی نشاندہی کرتا تھا۔ شہنشاہ نے حکم دیا کہ اس اونچی جگہ پر ایک قلعہ تعمیر کیا جائے تا کہ بوقت ضرورت اس فسادی قوموں کی سرکوبی کی جا سکے۔ یہ قلعہ ۹۹۷ھ میں مہتہ کا کامل وڈیرہ قانونگو کی سرکردگی میں تعمیر ہوا۔ جس کے

marfat.com

ساتھ ہی موجودہ شہر کی آبادی رونما ہوئی قلعہ پر ایک شاہی حمام اور ایک باؤلی تعمیر ہوئی جس کے آثار آج بھی قلعہ پر دیکھے جا سکتے ہیں کسی نے شہر گجرات کی آبادی کا قطعہ تاریخ لکھا۔

قلعہ تعمیر ا ہوا تو شہنشاہ اکبر اس کے ملاحظہ کیلئے ۱۰۰۰ھ میں گجرات میں پھر آیا اور حضرت شیخ الہ دادسری کے حضور میں حاضری دی۔ نذرانہ کے طور پر ۵۰۰ ایکڑ اراضی کا شاہی فرمان لکھ کر نذر کیا ہم اس شاہی فرمان کا متن شامل ہذا کرتے ہیں تاکہ سند رہے شاہی فرمان بالاصل ہمارے پاس موجود ہے

مہر شاہی

۹۴ جلوس والا

اکبر شاہی راج

بھگوان داس کاتب لاہور

حضرت شاہدولہ اس وقت سیالکوٹ میں حضرت سید ناسر مست کے پاس تربیت پا رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

آپ کالقب دریائی کیسے ہوا؟

حضرت سید نا سر مست کے مکان میں کنواں حس و خاشاک سے پر تھا حضرت سید سرمست نے فرمایا شاہدولہ کنواں صاف کردو آپ نے امان کھوکھر کو کنویں میں اترنے کیلئے کہا مانا نے ڈر کا اظہار کیا حضرت شاہدولہ کنویں میں اتر گئے اترتے ہی آپ کا قد پانی کی گہرائی کے برابر ہو گیا جو کہ پچاس گز اندازہ کی گئی آپ خس و خاشاک ٹوکرے میں بھر بھر کر دیتے مانا اوپر کھینچ لیتا اس طرح کنواں بالکل صاف ہو گیا۔ مانا نے پوچھا آپ کوئی دیو یا پری ہیں آپؒ نے فرمایا ایک مسکین فقیر ہوں۔

اس کنوئیں سے پانی کا ایک کوزہ اپنے پیر و مرشد کو پیش کیا کنوئیں کا پانی سارا اس طرح کھارا تھا۔ حضرت سید نا سر مست نے فرمایا۔ واہ! واہ کیا خوش مزہ پانی ہے۔ کسی دریا کا پانی ایسا نہ ہو گا اس کو آب کوثر یا زمزم کہنا چاہیے۔ رحمت ہو تو تجھ پر اے سخی شاہدولہ آج سے تیرا خطاب دریائی ہے پیر و مرشد کے ارشاد کے مطابق آپ نے ایک بزرگ بازید کو پیش کیا انہوں نے بھی فرمایا واہ تیری مردانگی صرف ایک رات میں آپ نے آب شور بند کر کے آب شیریں جاری کر دیا تحقیق تو شاہدولہ دریائی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

دریا دلی کی خلافت

آپ اپنے پیرو مرشد کے حضور میں باادب بیٹھے تھے کہ کسی نے آپ کو ایک پیسہ نذر دیا پیر و مرشد نے فرمایا یہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ایک پیسہ ہے پیر و مرشد کہنے لگے آپ کے ہاتھ میں سوراخ ہے یہ پیسہ کیسے اٹکا رہا۔ حضرت نے پیسہ نیچے پھینک دیا مگر کف دست اور ہاتھوں میں سوراخ ہو گیا یہ سوراخ ایسا بنا کہ آپ کی ساری زندگی ہاتھ میں کوئی پیسہ زر کا جو آتا آپ خرچ کر دیتے یا درویش و مساکین میں تقسیم کر دیتے یہ عمل ساری زندگی برقرار رہا۔

آپ کی خوراک

سیدنا سرمستؒ کی خدمت میں آپ تشریف فرما تھے کہ آپ کو شدت کی بھوک لگ گئی عرض کی یا حضرت کئی روز سے بھوکا ہوں آپ نے فرمایا۔ بھوجل کھالو دس بارہ دن آپ بھوجل کھاتے رہے اور بھوجل کھا کھا کر اس قدر کمزور اور لاغر ہو گئے کہ ہلنے تک کی طاقت نہ رہی پیر و مرشد نے دیکھا تو فرمایا آپ اوغرہ کھا لیا کریں آپ نے چند دن اوغرہ کھایا طبیعت بحال ہو گئی بعد ازاں مدت العمر جب بھوک لگتی تو پرندے اڑ کر پاس آ جاتے مگر آپؒ انہیں کھانا پانی دے کر اڑا دیتے تھے آپ نے ساری عمر سوائے اوغرہ کے کچھ نہیں کھایا۔

marfat.com

پیر ومرشد کی دعا

آخری وقت میں پیر ومرشد نے دعا دی کہ شاہ دولہ ساری دنیا میں مشہور ہو گیا ساری عمر خزانہ غیب سے خرچ کریگا۔اس کے در پر گھوڑے پالکی گھر میں غلام باندیاں رہیں گی۔لنگر جاری رہے گا اور غریب غربا پیٹ بھر کر کھائیں گے۔جس طرح مرشد نے فرمایا اسی طرح آج تک جاری ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

حضرت شاہدولہ دریائی، نورالدین جہانگیر کے عہد میں

شہر گجرات کی آبادی کے آثار شہنشاہ اکبر کے زمانہ سے شروع ہو چکے تھے اکبر کے بعد اس کا لڑکا نورالدین جہانگیر تخت نشین ہوا جہانگیر کو خطہ جنت نظیر سے بے حد رغبت تھی وہ اکثر موسم گرما یہیں بسر کرتا۔ کشمیر جاتے ہوئے وہ اپنے باپ کے آباد کردہ شہر میں ضرور قیام کرتا تھا شاہی ذوق وشوق سے عامۃ الناس کی رغبت بڑی اور آبادی کے آثار بڑی تیزی سے بڑھنے لگے۔

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

آپ کی تربیت فن تعمیر سے ہوئی آپ کی تعمیر کردہ عمارات

حضرت شاہدولہ دریائی اس وقت ابھی سیالکوٹ میں ہی تھے آپ کے پیرومرشد نے ان کی تربیت مشقت کے سلسلہ میں تعمیرات کی مزدوری سے کی تھی سب سے پہلے قلعہ سیالکوٹ کی تعمیر نو میں آپ نے مشقت کی پھر حضرت امام علی الحق کے روضہ کی تعمیر آپ کے ہاتھ سے ہوئی۔ دریائے راوی کی گزرگاہ لاہور کے پاس کالا شاہ کاکو کو متاثر کرتی اس سے نکلنے والے ندی نالے راستوں میں رکاوٹ تھے آپ نے کالا شاہ کاکو کے پاس چک ۴۴ کے متصل ایک پل تعمیر کیا جس سے علاقہ کو اس قدر سہولت ہوئی کہ پل کے اس آبادی کے آثار نمودار ہوئے یہ آبادی آج تک پل شاہدولہؒ کے نام سے مشہور ہے اور پل شاہدولہ آج کل ایک بارونق شہر انہیں کے نام و رونق کی یاد تازہ کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

شہر گجرات میں آمد

شہر گجرات میں تعمیرات کے سلسلہ کو رونق ہوئی تو آپ سیالکوٹ سے جہانگیر کے زمانہ میں تقریباً 1612ء میں گجرات کو آگئے گجرات میں آپ نے متعدد عمارات تعمیر کرائیں جن کے نشانات اب نیست و نابود ہو گئے البتہ اب سیالکوٹ سے آگے آپ نے جس جگہ ڈیرہ لگایا وہاں دریائے چناب کے پانی کی گزرگاہ تھی شاہدولہ ولی دروازہ سے شیخ پور، سادہ چک کو جانیوالی سڑک جو حضرت شاہدولہؒ کے دربار کو جاتی ہے اس چوراہے پر پل کے نشانات اب بھی کھدائی سے ملتے ہیں چونا اور پختہ اینٹوں سے اس کے آثار اس قدر مضبوط ہیں کہ سخت سے سخت کدالوں سے بھی کھدائی نہیں ہو سکتی۔ اب وہ پل بند کر دیا گیا البتہ آج کے چند بزرگوں نے وہ نشانات دیکھے ہیں اور اس پل کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔ حضرت شاہدولہؒ نے جس جگہ آج کل آپکا دربار ہے یہیں اقامت اختیار کی اور اس کی متصل جہاں اب شہر کی آبادی پھیل چکی ہے آپ نے ایک بہت بڑی سرائے تعمیر کرائی تھی۔ کئی عمارات کی اب تک حضرت شاہدولہ دریائیؒ کی تعمیر کردہ عمارات کی نشاندہی ہو چکی ہے ان کی فہرست ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

عمارات

۱: تعمیر قلعہ سیالکوٹ

۲: تعمیر روضہ حضرت امام علی الحق صاحبؒ سیالکوٹی

۳: پل نالہ ڈیک سیالکوٹ

۴: پل شاہدولہؒ

۵: کنواں سیدن سرستؒ سیالکوٹ

۶: مقبرہ گنبد چاہ سیدن سرست سیالکوٹ

۷: پل بیرون کابلی گیٹ گجرات

۸: پل گڑھی شاہدولہ گجرات

۹: سرائے وتکیہ گڑھی شاہدولہؒ گجرات

۱۰: تعمیر مسجد میراں فاضل گجراتی

۱۱: تعمیر مسجد ملا گجراتی

۱۲: حویلی بازید سیالکوٹ

۱۳: تعمیر چاہ گجرات نامعلوم

۱۴: تعمیر مسجد جامع شاہی قلعہ دار ضلع گجرات

۱۵: عمارت معدوم کلاچور، متصل جلالپور جٹاں (گجرات)

۱۶: مرمت قبر مرزا

۱۷: تعمیر چاہ در گجرات

۱۸: تعمیر مڑھ پربت چوگی

marfat.com

۱۹: تکیہ وخندق

۲۰: پل، مساجد، چاہ، مہمان خانے، باغ، گنبد

۲۱: منڈی میر گنج گجرات

۲۲: سرائے شہر گجرات

۲۳: سرائے امیر خاں

۲۴: تالاب مولوی عبداللہ

۲۵: باغ مولوی عبداللہ

۲۶: مقبرہ امام علی الحق

۲۷: مقبرہ حضرت بیابانی

۲۸: پل نالہ ایک

۲۹: روضہ مبارک شہداء

۳۰: روضہ پیر سبز غازی

۳۱: عیدگاہ سیالکوٹ

۳۲: دو وسیع میدان جانب غرب سیالکوٹ

۳۳: کنوئیں، خانقاہ، تکیے، باغ حمام

۳۴: گجرات میں تکیے

۳۵: پل گجرات

۳۶: پل دیوکہ متصل بہدال

۳۷: لنگر گجرات

۳۸: لنگر سیالکوٹ

۳۹: گجرات مسجد متصل درگاہ

۴۰: عیدگاہ گجرات

marfat.com

حضرت شاہدولہؒ کی زوجہ محترمہ

اکثر تذکروں میں تحریر ہے کہ حضرت شاہدولہ دریائیؒ نے ساری عمر شادی نہ کی اس لیے آپ کے ہاں اولاد نہ تھی۔ کرامت نامہ کلاں مصنفہ منشی مشتاق رام میں ایک کرامت درج ہے کہ آپ کے سسرال سے کچھ مہمان آئے آپؒ کی بیگم بی بی نے عفیفہ نے ان کی خاطر داری ضرورت سے زیادہ کی جس سے حضرت شاہدولہؒ شدید ناراض ہوئے اور بی بی کو سزا دی۔

جب آپ کی شادی ہوئی تھی تو حقیقی اولاد کے ہونے میں احتمال ہوسکتا اس لیے بھی کہ آپ کی درگاہ خاص طور پر بے اولادوں کو اولاد حاصل ہونے کیلئے عمومی طور پر مشہور تھی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ دیگر بے اولادوں کو آپ کی دعا سے اولاد میسر ہو اور آپؒ اولاد زینہ سے محروم رہیں۔ لہذا تذکرہ نویسوں کا شتباہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ آپؒ صاحب اولاد تھے حضرت بہادن شاہ آپ کا حقیقی فرزند تھا اکثر تذکرے بھی ان کو ان کا خلف الصدق تحریر کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

حضرت شاہدولہؒ دریائی کی شاہ نورالدین جہانگیر سے ملاقات

تذکروں میں حضرت شاہدولہؒ دریائی کی نورالدین جہانگیر سے ملاقات کا ایک واقعہ بھی درج ہے کہ جس وقت حضرت شاہدولہؒ نے گجرات میں مستقل امامت اختیار کرلی انہوں نے کچھ پالتو جانور بھی سرائے میں پال رکھے تھے ان میں چند ہرن بھی تھے شاہدولہ نے اپنے پالتو جانوروں پر امتیازی نشان کیلئے ان کے سر پر ایک خاص قسم کی ٹوپی پہنا رکھی تھی ایک دفعہ ان کا ایک ہرن چرتا پھرتا شاہدرہ کے قریب آنکلا۔ شاہ جہانگیر اس وقت شکار کی مہم پر تھا اس نے اس ہرن کر پکڑلیا اور درباریوں سے اس خاص قسم کی ٹوپی کے متعلق دریافت کیا اور درباریوں نے بتایا کہ یہ حضرت شاہدولہؒ کا ہرن ہے اور حضرت شاہدولہؒ کی بہت ہی تعریف وستائش بیان کی۔ شہنشاہ حضرت شاہدولہؒ کی کرامات سن کر بے حد متاثر ہوا اور فوراً قاصد گجرات بھیجا اور دربار میں تشریف لانے کی دعوت دی حضرت شاہدولہؒ جہانگیر کی دعوت پر دربار میں تشریف لائے۔ انکو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور خوب شاہانہ انداز کی خاطر مدارت کی۔ بادشاہ بصیرت سے ان کی بزرگانہ عظمت کوتاڑ گیا کہ یہ شخص جب چاہے میرے خلاف بغاوت کرسکتا ہے کیونکہ پنجاب کے لوگوں کے دل اس کی عظمت میں گرفتار ہیں شہنشاہ نے اپنی ملکہ نورجہاں کے ایمان پر ان کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا اور حضرت شاہدولہ کو زہر آلود لباس پہنایا گیا جس کا حضرت پر قطعاً کوئی اثر نہ ہوا پھر حضرت شاہدولہ کو شربت میں زہر ڈال کر پیش کیا گیا حضرت شاہدولہؒ نے بے دھڑک شربت پی لیا جس کے نتیجہ میں دربار میں ایک تزلزل پیدا ہوا اور چاروں طرف فقیروں ہی فقیروں کی صورتیں نظر آنے لگیں شہنشاہ خوف زدہ ہوا اپنے مقصد میں ناکام ہو کر نادم ہوا۔ آپ سے معافی طلب

marfat.com

کی اور ۵۰۰ بیگھہ اراضی بطور جاگیر عطاء کی حضرت شاہدولہؒ نے یہ جاگیر قبول نہ فرمائی پھر شہنشاہ ۲۵ ہزار اشرفیاں بطور نذرانہ پیش کیں آپ نے وہ درویشیوں میں تقسیم کر دیں اور گجرات واپس چلے آئے شہنشاہ اس کے بعد آپ کا بہت ہی معتقد رہا۔

marfat.com

حضرت شاہدولہؒ دریائی کی گورونا نک سے ملاقات

کرامت نامہ کلاں مصنفہ مشتاق رام میں آپ کی گورونا نک سے ایک ملاقات کا واقعہ درج ہے گورونا نک موضع مکھووال ضلع گجرات میں تشریف لائے حضرت شاہدولہؒ کو ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو بابا صاحب سے ملاقات کیلئے مکھووال تشریف لے گئے۔ بابا گورونا نک سے بہت عزت واحترام سے پیش آئے حضرت شاہدولہؒ نے پیاس محسوس کی موضع مکھووال کے باشندوں نے لسی کا پیالہ پیش کیا بابا گورونا نک نے عرض کی لسی تھوڑی سی بطور تبرک ہمیں بھی عطاء کیجئے۔ شاہدولہؒ صاحب نے فرمایا پیالہ ادھر کیجئے بابا جی نے پیالہ پیش کیا حضرت شاہدولہؒ نے اپنا گلاس پیالہ میں الٹ دیا۔ لسی گلاس سے پیالہ میں آنے لگی کافی وقت لگ گیا نہ پیالہ پُر ہوتا نہ گلاس سے لسی ختم ہوتی کچھ دیر کے بعد بابا جی نے فرمایا شاہدولہؒ آپ کا فیضان بلاشبہ دریا کی طرح ہے جو کبھی ختم نہیں ہونے والا۔ ہمارا بھی ظرف سمندر کی طرح ہے جو کبھی پُر نہیں ہوا۔ تاریخی اعتبار سے یہ واقعہ درست معلوم نہیں ہوتا مشتاق رام کو اشتباہ ہوا ہے۔ یہ صاحب گورونا نک نہیں تھے گورو گوبند سنگھ تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

حضرت شاہدولہؒ شاہجہاں کے زمانہ میں

مغل شہنشاہ نورالدین جہانگیر ۱۰۳۷ھ کو فوت ہوا اس کی جگہ شہنشاہ شہاب الدین شاہ جہاں نے سنبھالی، مغل بادشاہوں کو خطۂ کشمیر جنت نظیر سے بے حد رغبت رہی جہانگیر متعدد بار کشمیر گیا اور وادی کشمیر میں قیام کیا۔ شہاب الدین شاہ جہاں بھی کشیر جایا کرتا تھا ایک دفعہ عازم کشمیر تھا۔ بارش کا موسم تھا سیالکوٹ سے گزرتے ہوئے نالہ ڈیک میں طغیانی تھی۔ بادشاہ کو شدید پریشانی لاحق ہوئی، بہت سا ساز وسامان نذر طغیانی ہوا۔ بادشاہ نے بدیع الزمان فوجدار کو طلب کیا اور حکم دیا کہ میری واپسی تک نالہ پر پکا پل تعمیر ہو جائے تا کہ لوگوں کو آمد ورفت میں آرام رہے پل تعمیر ہوا اور طغیانی اس کو بہا کرلے گئی۔ بدیع الزمان نے کاریگروں کو قید میں ڈال دیا۔ بادشاہ نے دوبارہ پل تعمیر کرنے کا حکم دیا پھر وہی صورت نمودار ہوئی آخر کسی نے نشاندہی کی کہ حضرت شاہدولہؒ کے سوا یہاں کوئی دوسرا شخص پل تعمیر نہیں کر سکتا۔ بادشاہ نے حضرت شاہدولہؒ سے پل تعمیر کرانے کی التجا کی حضرت شاہدولہؒ پل کی تعمیر میں مصروف ہو گئے۔ بوٹا نامی زمیندار نے مزاحمت کی کیونکہ وہ پانی سے آر پار جانے والوں سے ٹیکس لیا کرتا تھا اس کو خدشہ ہوا۔ پل تعمیر ہو گیا تو اس کی آمد بند ہو جائے گی۔ شاہدولہ صاحبؒ نے پل کی دیواروں کو اُساری کیلئے پانی بند ڈال رکھا تھا اور پانی اوپر کی جانب جمع ہو رہا تھا مزدور رات دن کام کرتے۔ بوٹا نے رات کے وقت پانی کا بند توڑ دیا تا کہ تمام مزدور اور کاریگر غرق ہو جائیں۔ حضرت شاہدولہؒ نے لوگوں کو خبردار کر رکھا تھا لہذا وہ اس عذاب سے نجات پا گئے اور بوٹا کو حاکم سے سزا اور پل تعمیر ہوا۔ بادشاہ نے جاگیر وانعام و کرام سے حضرت شاہدولہؒ کی تواضع کرنا چاہی۔ حضرت شاہدولہؒ نے فرمایا بیٹیوں سے انعام و

marfat.com

کرام نہیں لیے جاتے۔بدیع الزمان نے جب سنا تو حضرت شاہدولہؒ سے تلخ کلامی سے پیش آیا اور کہا یہ پل کبھی نہیں ٹھہر سکے گا۔حضرت شاہدولہؒ نے فرمایا اے بے انصاف تیرے سوا سب لوگ پل دیکھیں گے۔دوسرے دن وزیر آباد میں شیخ عارف نے بدیع الزمان کو قتل کر دیا اور حضرت شاہدولہؒ کا فرمان سچ ثابت ہوا اس پل کے آثار آج بھی سیالکوٹ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

marfat.com

شاہجہاں کے دور میں آپؒ کی اہم کرامات کا ظہور

حضرت شاہدولہ ڈیک پر پل کی تعمیر میں مصروف تھے ایک رہزن اشرفیاں نذر لے کر آیا آپ نے قبول نہ فرمائیں اس نے دوبارہ نذر پیش کی۔ آپ نے کہا تف انہیں دفن کر دو اس نے ایسا ہی کیا دوسرے دن مزدور جو یہ حال دیکھ رہے تھے اشرفیاں حاصل کرنے لگے زمین کھودی تو کچھ نہ ملا وہ بہت ڈرے۔ شاہدولہؒ سے واقعہ بیان کیا انہوں نے فرمایا اس شخص نے ایک آدمی کو قتل کر کے اشرفیاں حاصل کی تھیں یہ قتل کی دولت مجھے اور تجھے درکار نہ تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

درخت ہرا ہو گیا

کہا جاتا ہے کہ ایک دن ڈیک کی طرف پل دیکھنے جا رہے تھے موضع کوٹلی پہنچے تو راستے میں ایک سوکھا ہوا پیپل کا درخت تھا فرمایا اگر یہ ہرا ہو جائے تو مسافروں کو بے حد آرام ہو گا۔ ہاتھ اٹھائے دعا فرمائی درخت ہرا ہو گیا۔ وہ درخت آج تک موجود ہے اور ہمیشہ ہرا رہتا ہے اسے شاہدولہ کا پیپل کہتے ہیں

marfat.com

شاہدولہؒ کی کرامت سے منسوب کر دیا گیا ہے

چھوٹا سرایک جنیاتی خامی

جدید سائنس نے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ چھوٹے سر والے بچوں کی پیدائش جنیاتی خامی کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن پاکستان میں چھوٹے سر والے لوگوں کیلئے "چوہا" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے چونکہ انہیں حضرت شاہدولہؒ کے مزار سے منسلک کر دیا گیا ہے اس وجہ سے چھوٹے سر والے لوگوں کو عرف عام میں "شاہدولہؒ کے چوہے" کہا جاتا ہے اس اصطلاح کو کسی بھی طور پر مناسب تو قرار نہیں دیا جا سکتا لیکن ان کیلئے یہی اصطلاح نہ جانے کب سے استعمال ہو رہی ہے ۔امریکہ کے نیشنل ہیومن جینوم ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (BHGR) نے 2002ء میں اس جنیاتی خامی کی بنیا تلاش کر لی تھی 2006ء میں جنرل آف ہیومن جنیٹکس میں ایک ریسرچ رپورٹ شائع کی گئی جس کیلئے مختلف لسانی گروپس سے تعلق رکھنے والے 33 ایسے پاکستان خاندان کو تحقیق میں شامل کیا گیا جن میں امریکہ میں بسنے والی ریمش کمیونٹی کے افراد کی طرح چھوٹے سر والے بچے پیدا ہوئے تھے ۔تحقیق کے سامنے سوال یہ تھا کہ مائیکروسفیلی کو کیفیت پاکستان میں اتنی زیادہ کیوں ہے؟ جبکہ بیرون ملک مقیم پاکستانیوں میں بھی چھوٹے سر والے بچوں کی پیدائش کی شرح زیادہ ہے لہذا والدین میں اس جنیاتی خامیوں کی وجوہات تلاش کی گئیں، جس کی وجہ سے بچے کی کھوپڑی کے جوڑ وقت سے پہلے ہی بند ہو جاتے ہیں ۔یہ تینوں نکات درحقیقت ایک

marfat.com

دوسرے سے منسلک ہیں اور خونی رشتہ داروں میں نسل در نسل شادیاں کرنے کی روایت پر قائم رہنے کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔ ایمش کمیونٹی کے افراد بھی اپنے ہی خاندان میں شادی کرتے ہیں اور پاکستان میں بھی یہی رواج ہے قریبی رشتہ داروں میں شادی کرنے کا رواج صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ قدامت پرست یہودیوں کی ایمش کمیونٹی کے علاوہ مشرق وسطیٰ اور جنوبی افریقہ کے قبائل میں بھی ہے اور وہاں بھی چھوٹے سر والے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ سگے رشتہ داروں میں شادی کرنے سے وراثت میں ملنے والی جنیاتی خامیاں اگلی نسل میں زیادہ شدت سے منتقل ہونے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں تاہم وہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ جن والدین کے جینز میں مائیکروسفیلے ہوگا ان کے بچے چھوٹے سر والے پیدا ہونگے ایسے بچوں کی پیدائش اسی صورت میں ہوسکتی ہے جس میں ماں اور باپ دونوں کی طرف سے مائیکروسفیلے جینز بچے میں منتقل ہوئے ہوں

marfat.com

چھوٹے سروالے بچوں کی پیدائش روکنا ممکن ہے

مائیکروسفیلے جینز کی دریافت سے چھوٹے سر کا راز کھل گیا ہے۔ مائیکروسفیلے جینز سے یہ معلوم ہوا ہے کہ انسان کا دماغ کس طرح نشوونما پاتا ہے۔ مائیکروسفیلے کی جینیاتی بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے۔ لیکن اس کی روک تھام کی جاسکتی ہے۔ جن افراد کے خاندان میں چھوٹے سر والے بچے پیدا ہو چکے ہیں وہ حمل کی صورت میں ایمبریو کا ٹیسٹ کروائیں اگر ایمبریو میں "میوٹیشن" کا دو کا پیاں ہوں تو حمل ضائع کروا کر چھوٹے سر والے بچے کی پیدائش کو روکا جاسکتا ہے۔ پاکستان میں ایسے ٹیسٹ ہو سکتے ہیں جن سے والدین کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ جنم لینے والا بچہ صحت مند ہو گا یا نہیں اور متوسط طبقے کے ایسے خاندانوں میں صحت مند بچوں نے جنم لیا ہے۔ جن کے دیگر بہن بھائی چھوٹے سر والے تھے۔ تاہم انہوں نے نہ تو اپنے بچے شاہ دولہ کے مزار پر چھوڑے اور نہ ہی بھکاریوں کے حوالے کیے لیکن ایسے والدین کو یہ فکر ضرور رہتی ہے جب وہ اس دنیا میں نہیں رہیں گے تو ان کے بچوں کا خیال کون رکھے گا اور ان کے مرنے کے بعد وہ اس معاشرہ میں "چوہے" بن کر رہ جائیں گے۔

marfat.com

نادر شاہ کا گجرات میں قیام اور شاہدولہ دربار پر حاضری

نادر شاہ جس کا نام قلی تھا ترکمانی قبیلہ افشار سے تعلق رکھتا تھا اس کے باپ کا نام امام قلی تھا جو جانوروں کی کھالوں سے لباس اور ٹوپیاں بنا کر شہر شہر، گاؤں گاؤں پھیری لگا کر بیچتا تھا۔ جبکہ اس کا بیٹا نادر قلی اپنے باپ کی غیر موجودگی میں جنگل میں بھیڑ بکریاں چراتا تھا اور ان کی رکھوالی کرتا تھا۔ نادر قلی کے قبیلے کے لوگ لوٹ مار کرتے تھے جنگل میں سے گذرنے والوں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ گروہ کی شکل میں نزدیکی آبادیوں میں آ کر بھیڑ بکریاں، گائے بھینس جو بھی ہاتھ لگتا ہانک لئے جاتے تھے نادر قلی ابھی چھوٹا ہی تھا کہ ازبک تاتاری قبیلے کے لوگ نادر قلی کو اٹھا کر لے گئے۔ نادر قلی نے کچھ عرصہ تاتاریوں کے ساتھ غلامی کی زندگی بسر کی اور مشکل ترین دور میں فن حرب کے کئی گر سیکھ لئے۔ گھڑ سواری، تلوار زنی اور نیزہ بازی میں بہت ماہر ہو گیا اور ایران کے شاہ طہماسب کی فوج میں بطور سپاہی بھرتی ہو گیا۔ نادر قلی شروع ہی سے مشکل ترین حالات سے گذرا ہوا تھا، فن حرب میں بہت ماہر تھا۔ جنگل میں رہ کر اس کی طبیعت میں جفاکشی، بردباری اور بے خوفی نے اس کو وقت کا بہترین سپاہی بنا دیا۔ شاہ طہماسب کی فوج میں نادر قلی نے بہترین سپاہی ہونے کا اعتراف کرالیا اور چھوٹی چھوٹی جنگوں میں اعلیٰ کارکردگی دکھا کر شاہ طہماسب کی نظروں میں اعلیٰ مقام پیدا کر لیا۔ شاہ طہماسب نے نادر قلی کی بہترین صلاحیتوں کی بنا پر ایران کے صوبوں خراساں، ماژندان، سیستان اور کرمان کی حاکمیت عطا کی۔ اٹھارویں صدی کی پہلی تین دہائیوں میں نادر قلی نے ایران کی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اب نادر قلی ایران کے

marfat.com

سیاہ وسفید کا مالک بن گیا تھا۔ ان پڑھ اور جاہلیت کی بنا پر وہ مذہبی معاملات میں بھی دخل اندازی کرنے لگا۔ مذہب میں بے جا تنقید کی بنا پر ایران کے نادر شاہی دور کے مذہبی مبلغ ملاں باشی جو عالم دین بھی تھا۔ نادر شاہ بادشاہ کو خطاب کے ذریعے برملا کہہ دیا کہ آپ بے شک سیاسی بادشاہ ہیں اور دنیاوی سلطنتی سطح پر نئے احکامات جاری کر سکتے ہیں۔ لیکن جہاں مذہب کا تعلق ہے آپ اس میں مخل ہونے کی کوشش نہ کریں کیونکہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے فرمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث واضح طور پر ہمارے پاس موجود ہیں۔ نادر شاہ بادشاہ کو ایران کے مبلغ دین کی یہ تلقین ایک لمحہ کیلئے بھی پسند نہ آئی نادر شاہ نے ملاں باشی کو پھانسی پر لٹکوا دیا۔ نادر شاہ کی للچائی ہوئی نظریں اب ہندوستان کی سرحدوں پر بھی پڑنے لگیں تھیں۔ اس وقت ملک ہندوستان میں مغلیہ حکمران محمد شاہ بادشاہ حکومت کرتا تھا اور اپنی عیاشیوں کی وجہ سے محمد شاہ رنگیلا کے نام سے مشہور تھا۔ محمد شاہ کی حکومت کے دشمن نادر شاہ کو ہندوستان پر حملے کی ترغیب دے رہے تھے۔ محمد شاہ اتنی بڑی سلطنت کے ہوتے ہوئے انتہائی نااہل عیاش حاکم سمجھا جاتا تھا۔ نادر شاہ ملک گیری ہوس اور لالچ کی بنیاد پر اپنی زبردست فوج کے ساتھ افغانستان کے راستے پشاور پہنچ گیا۔ دریائے اٹک کے کنارے نادر شاہ کی شاہی فوج خیمے گاڑ دیئے۔ نادر شاہ نے اپنے خاص شاہی قاصد کے ذریعے ایک خط محمد شاہ بادشاہ تاجدار ہند کو بھجوایا کہ نادر شاہ بحیثیت مسلمان ہمسایہ مسلمان ملک اور مسلمان بادشاہ کے ساتھ جنگ کرنا نہیں چاہتا۔ تم مجھے جنگ نہ کرنے کا تاوان بھیج دو محمد شاہ بادشاہ نے خط پڑھ کر محسوس کیا کہ نادر شاہ کے قول اور فعل میں بہت فرق ہے۔ لالچی بادشاہ تاوان لے کر بھی جنگ سے باز نہیں آئے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کچھ عرصہ اٹک کے کنارے قیام کر کے نادر شاہ نے فوج کو

marfat.com

پنجاب میں داخل ہونے کا حکم دیا اس تمام عرصے میں نادر شاہی فوج اپنے راستے میں آئے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں لوٹ مار کا بازار گرم کرتی دریائے جہلم کے کنارے پہنچ گئی۔ نادر شاہی فوج کا اگلا پڑاؤ گجرات میں تھا۔ گجرات شہر اٹھارویں صدی میں فصیلوں کے اندر قلعہ بند تھا۔ حضرت شاہدولہ دریائی کا مزار شہر سے مشرق کی طرف دریائے چناب کی جانب تھا۔ ایک سڑک مزار مبارک کے پاس سے گذرتی تھی۔ نادر شاہ نے اپنی بہت بڑی فوج کے قیام کیلئے اسی جگہ کو منتخب کیا اور فوج کو خیمے لگوادیے۔ یہ واقع آج سے تقریباً دوسو ستر سال پہلے **1738** عیسوی اور **1151** ہجری کے لگ بھگ کا زمانہ تھا۔

روایت ہے کہ نادر شاہ حضرت شاہدولہ دریائی کا بہت بڑا عقیدتمند تھا وہ جتنے دن بھی گجرات میں قیام پذیر رہا۔ اس دوران اس نے کئی مرتبہ حضرت شاہدولہ دریائی کے مزار پر حاضری دی۔ گجرات میں کچھ دن قیام کرنے کے بعد نادر شاہی فوج دریائے چناب کو عبور کر کے وزیر آباد کے راستے لاہور کو روانہ ہوئی اس وقت پنجاب کا گورنر ذکریا خاں تھا۔ ذکریاں خاں نے جرنیل قلندر خاں کو مغلیہ فوج کا دستہ دے کر نادر شاہی یلغار کو روکنے کیلئے وزیر آباد کی طرف بھیجا۔ وزیر آباد سے لاہور تک نادر شاہی فوج اور ہندوستانی مغلیہ فوج کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔ لاہور بھی اس زمانہ میں قلعہ بند شہر تھا۔ فصیلوں کے اندر لاہور کی عوام اپنے آپ کو محفوظ سمجھتی تھی۔ گورنر ذکریاں خاں نے لاہوری قلعہ کو چاروں طرف توپیں گاڑی ہوئی تھیں اور نادر شاہی فوج کو تباہ و برباد کرنے کیلئے مکمل تیار تھیں۔ گورنر کی ہر صورت خواہش تھی کہ کسی طرح لاہور شہر کو لاہور کے عوام کو تباہ ہونے سے بچا لیا جائے۔ ذکریا خاں بھی نادر شاہ کی لالچی طبیعت کو جانتا تھا۔ ذکریا خاں نے اپنے خاص قاصد اور مترجم خاص کفایت خاں کے ذریعے نادر شاہ کو پیغام بھجوایا کہ اگر نادر شاہی فوج

marfat.com

بغیر لڑائی کیے بغیر خون خرابہ کیے لاہور کے شہر سے گذر جائے تو اس کے عوض نادر شاہی فوج کو بیس لاکھ روپے نقد اور دو سو ہاتھی دیئے جائیں گے۔ تاہم نادر شاہ باز نہ آیا اور جنگ کے ذریعے شہر لاہور اور شہریوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ لاہور میں قیام کا مختصر عرصہ لاہور ٹیکسال سے اپنے نام کا سکہ جاری کروایا۔ یہ سکہ انتہائی نادر اور نایاب سمجھا جاتا ہے۔ یہ سکہ 29 دسمبر 1738 کو جاری ہوا۔ سکے کے ایک جانب السلطان نادر خلد اللہ ملکہ لکھا ہوا ہے دوسرے طرف دار السلطنت لاہور 1152ھ لکھا ہے۔

لاہور میں کچھ دن قیام کے بعد نادر شاہی فوج دھلی کی طرف کرچ کرنے لگی راستے میں پانی پت کرنال کے میدان میں محمد شاہی فوج جو دہلی سے نادر شاہی فوج کی یلغار روکنے کیلیے محمد شاہ بادشاہ نے بھیجی تھی۔ فوج کی یلغار کو روکنے کیلیے محمد شاہ بادشاہ نے بھیجی فوج فوج کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب تھی بہت خون ریز جنگ ہوئی۔ دونوں طرف سے بے شمار سپاہی مارے گئے۔ محمد شاہ بادشاہ کی فوج کو شکست ہوئی نادر شاہی فوج لوٹ مار کرتی ہوئی دہلی کی طرف جانے لگی۔ راستے میں جو بھی شہر آتا نادر شاہ کے سپاہی لوٹ مار کرتے۔ نہتے لوگوں کو قتل کرتے۔ آگے بڑھتے جاتے دہلی پہنچ کر نادر شاہ نے ایک معاہدے کے تحت کچھ وقت کے لئے لوٹ مار کا بازار بند کر دیا اور دہلی کی شاہی مسجد میں اپنا ڈیرہ جما لیا کہ اچانک ایک دن دہلی شہر میں نادر شاہی فوج کے ایک سپاہی کو سر بازار قتل کر دیا گیا۔ دہلی کے عوام کو لوٹ مار تو برداشت تھی مگر اپنی غیرت کو کسی قیمت پر بھی داؤ پر نہیں لگا سکتے تھے۔ نادر شاہ اپنے سپاہی کے قتل پر آپے سے باہر ہو گیا اور شاہی مسجد سے ہی دہلی شہر کو تباہ کرنے کا حکم دے دیا اور اس طرح دہلی میں قتل عام شروع ہو گیا۔ جو کتنے ہی دنوں تک جاری رہا۔

marfat.com

سلطنت کی جنگ اور شاہدولہ ولیؒ

ستمبر 1657ء میں شاہ جہاں بادشاہ سخت بیمار ہو گیا اس کے چاروں بیٹوں دارا شکوہ، مرزا شجاع، اورنگزیب اور مراد بخش جو سگے بھائی تھے اور ممتاز محل کے بطن سے تھے جب یہ سنا کہ بادشاہ صاحب فراش ہے تو ہر ایک شہزادے نے تخت کا وارث بننے کیلئے سر دھڑ کی بازی لگا دی اور اپنے فوجی ذرائع سے ایک دوسرے کو ختم کرنے کے در پے ہوئے شاہجہاں بڑی الجھن میں گرفتار تھا کہ کونسا بیٹا ہندوستان کے تخت کا وارث ہوگا۔

پروفیسر احمد حسین احمد قلعداری اپنی کتاب تاریخ گجرات میں اس بارے میں لکھتے ہیں کہ بادشاہ شاہجہاں نے اپنے وقت کے ولی حضرت شاہدولہ دریائی کو قاصد کے ذریعے خط بھیجا کہ میرے کونسے بیٹے کو تخت نصیب ہوگا اور اس خط کا جواب صبح تک بھیجنے کو کہا" حضرت شاہدولہ صاحب نے اس خطب کے جواب کو صرف دو شعروں میں لکھ کر خط قاصد کے حوالے کر دیا"

مخبری ویلے اٹھ کے جا عرض کیتی درگاہ نوں
سجدے تے سر رکھیا اوہ ڈاڈے بے پرواہ نوں
ملک خزانہ ہندو کہو کس نوں کراں آگاہ نوں
سب ملائک آکھدے بادشاہی رنگو شاہ نوں

تاریخ اور حالات گواہ ہیں کہ شاہ جہاں بادشاہ کے بعد اورنگزیب عالمگیر تخت نشین ہوا شاہ جہاں بادشاہ اپنے بیٹے اورنگزیب کو بچپن میں پیار سے رنگو کہہ کر پکارتے تھے۔

marfat.com

تاریخ کے مطابق شاہ جہاں کی بیماری کا فائدہ اٹھا کر سب سے پہلے شاہجہاں کے بڑے بیٹے دار شکوہ نے تخت حاصل کرنے کی کوشش کی اس نے اپنے نائب سلطنت ہونیکا دعویٰ کر دیا تینوں بیٹیوں تک جب دارہ شکوہ کے اس اقدام کی خبر پہنچی تو انہوں نے بھی اپنے طور پر تخت حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دی۔

شجاع جو بنگال کا گورنر تھا اپنی بادشاہت کا اعلان کر کے اپنے نام کا سکہ جاری کر دیا اور جمعہ کے خطبے میں بھی اس کا نام پڑھا جانے لگا۔

مراد بخش جو احمد آباد کا حاکم تھا احمد آباد سے سکے جاری کر دیئے اور بادشاہت کا اعلان کر دیا۔

اونگزیب جو دکن کا وائسرائے تھا اس نے ابھی تک تخت کے حصول کیلئے کوئی اقدام نہیں کیا تھا وہ مذہب کو سیاست پر فوقیت دیتا تھا۔ اورنگزیب ریا کاری اور منافقت سے کوسوں دور تھا۔ دارا ایک لاکھ فوج لیکر جب اپنے ہی دونوں بھائیوں اورنگزیب اور مراد بخش کے مقابلے کو نکلا تو اس وقت شاہ جہاں صحت مند ہو چکا تھا اس جنگ میں دارا کو شکست ہوئی اگر دارا مصلحت کے تحت شاہ جہاں کو ہاتھی پر بٹھا کر میدان جنگ لے آتا تو اس کے دونوں بھائی اورنگزیب اور مراد بخش اس کا مقابلہ نہ کرتے اور اتنا نقصان نہ ہوتا۔

اورنگزیب اور مراد کی فوجیں آگرہ میں پہنچ چکی تھیں اورنگزیب کے حکم سے شاہجہاں کو آگرے کے قلعے کے شاہی محل میں نظر بند کر دیا گیا۔ اورنگزیب کے خیال کے مطابق اس تمام واقعات میں دارا قصوروار تھا وہ اپنے باپ کو بھی ان تمام واقعات کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے جب دارا کو گرفتار کر کے اورنگزیب کے سامنے پیش کیا گیا تو اورنگزیب نے دارا پر مرتد ہونے کا الزام لگا کر اسے سزائے موت دلوادی اورنگزیب نے اپنے بھائی مراد بخش کو دیوان کے قتل کی پاداش میں گوالیار کے قلعے میں قید کرا دیا اور اسے بھی موت کی سزا ہو گئی

marfat.com

۔شاہ شجاع اراکان کی پہاڑیوں میں بھاگ گیا اس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔

اورنگزیب اپنے تمام تخت کے دعوے داروں کو ختم کر کے اپنے باپ شاہ جہاں کو معزول کر کے 1658ء عیسوی میں ابو المظفر بادشاہ غازی کے لقب سے پورے ہندوستان کا بادشاہ بنا۔

اورنگزیب نے پچاس سال ہندوستان پر حکومت کی اس نے اپنے سکوں پر کلمہ طیبہ کا اندراج موقوف کرا دیا اسکے خیال میں کلمے والے سکے بلا تفریق مذہب وملت مسلم وغیر مسلم رعایا کے ہاتھوں میں جاتے ہیں اور کئی دفعہ نیچے گرنے سے بے حرمتی ہوتی ہے اورنگزیب کے سکے پر اسطرح کا شعر درج ہے۔

تیسر مصرع میں عرصہ ہندوستان کی تشریح میں اورنگزیب کی حدود مملکت کی وسعتوں پر دلالت کرتی ہے جو شمال میں کابل اور کشمیر سے جنوب میں چیناپٹن تا مدراس تک اور مغرب میں ٹھٹھہ اور بھکر سے مشرق میں جہانگیر نگر ڈھاکہ اور چٹا گانگ تک پھیلی ہوئی تھیں۔

marfat.com

جہاں آرا بیگم کی شاہ دولہ سے ملاقات کی کوشش

مغل بادشاہ شاہجہاں کی بیٹی جہاں آرا بیگم کو اپنے والد کے دور حکومت میں بہت زیادہ اثر و رسوخ حاصل تھا۔ اپنے والد کی لاڈلی جہاں آرا اپنی ذہانت اور قابلیت کے باعث اہم حکومتی اور انتظامی فیصلوں پر اثر انداز ہوتی تھی۔ تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ خاتون بھی حضرت شاہ دولہ دریائی کی عقیدتمند تھی۔ اپنے ہاتھ سے لکھی گئی کتاب رسالہ صاحبیہ میں جہاں آرا بیگم حضرت شاہ دولہ دریائی سے ملاقات کی کوشش کا ذکر یوں کرتی ہے۔ میں بیس سال کی عمر سے ہی سلسلہ عالیہ حضرت خواجگان کے ساتھ پکی ارادت اور عقیدت کرتی تھی۔ ان کی مریدی کی خواہش لے کر چند سال بعد میں اجمیر شریف پہنچی اور حضرت پیر ودستگیر کے روضہ کی زیارت کی۔ اس روز سے حضرت سے اخلاص اور عقیدت روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے اب دل میں راہ حق کی طلب پیدا ہو چکی ہے۔ میں 1049 ہجری میں اپنے والد بزرگوار حضرت شاہجہاں بادشاہ کے ساتھ ان کے ملک اور سلطنت کو اللہ تعالیٰ قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی فرماں برداری، عبادت، عقل شناسی اور عقل کی توسیع بخشی ہے۔ ان کے باپ دادا اس عظیم سعادت سے محروم تھے۔ مجھے اپنے بڑے بھائی محمد دارا شکو قادری سے بہت زیادہ محبت ہے۔ ہم دونوں بہن بھائیوں کی ایک ہی روح ہے جو دو بدنوں میں داخل ہو گئی ہے۔ میرے بھائی مجھے ہمیشہ راہ حق پر چلنے اور حق کی جستجو کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ میرے والد اور بھائی کو ایک مہم کے سلسلے میں قابل کی طرف روانہ ہونا پڑا۔ ہر دو صاحبان یہ خطوط مجھے برابر ملتے

marfat.com

رہتے تھے۔ برادر والا کو اپنے راستے میں دو مشائخ ملے تھے۔ ان کے حالات مجھے لکھے اور ان کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کیلئے لکھ دیا۔ ان میں سے ایک شاہدولہ تھے جو گجرات میں سکونت پذیر تھے اور دوسرے حاجی عبداللہ گکھڑ کے نواح میں گوشہ نشین ہیں۔ جب میں گجرات پہنچی تو ایک خواجہ سرا کو نذر دے کر حضرت شاہدولہ کے پاس بھیجا اور اظہار خلوص کے بعد درخواست کی کہ ان سے مجھے فیض ملنا چاہیے۔ لیکن میں جو ان سے چاہتی تھی وہ مجھے نہ ملا۔ شہزادی اپنی لکھی گئی کتاب میں مزید لکھتی ہیں کہ میرے والد حضرت شاہجہاں کو بھی اپنے بڑے بیٹے محمد دارا شکوہ سے حد درجہ محبت تھی۔ شاہجہاں نے اپنے بیٹے کو ولی عہد کا درجہ دے رکھا تھا۔ دونوں باپ بیٹوں کو وقت کے ولی حضرت شاہدولہ سے بڑی عقیدت تھی جس کا ذکر شہزادی نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ شاہجہاں کی فرماں بردار بیٹی جہاں آرا بیگم بھی وہ تاریخی شخصیت ہے جس نے بعد ازاں بادشاہ کی مرضی کے خلاف برسر اقتدار آنے والے اپنے بیٹے اورنگزیب عالمگیر کی طرف سے لاگو کی گئی نظر بندی کے آٹھ سال بادشاہ شاہجہاں کے ساتھ رہنے، وقت گذارنے اور دل بہلانے کی اجازت تھی۔ جہاں آرا بیگم نے جس لگن اور توجہ سے اپنے والد کی قید تنہائی کے آٹھ سال میں اُن کا ساتھ دیا یہ واقعی جہاں آرا بیگم کی اپنے والد سے گہری محبت کا انمٹ ثبوت ہے۔

marfat.com

حضرت شاہدولہؒ کی وفات

حضرت شاہدولہ دریائیؒ کے فیضان اور روحانی کمالات کا سلسلہ گجرات میں تقریباً ایک صدی تک برقرار رہا، آخر وہ وقت بھی آ گیا جو ہر شخص کیلئے ضرور آتا ہے آپ کی وفات حسرت آیات کے متعلق دونوں کرامت ناموں میں مختلف روایات تحریر ہیں محمد چراغ ولد شاہ مراد قادری کرامت نامہ خود میں لکھتے ہیں کہ۔

جب آپ کا آخر قریب آ گیا آپ سیالکوٹ تشریف لے گئے سات دن حضرت امام علی الحقؒ کے روضہ پر معتکف رہے اور عرض کی یا امامؒ میرا وقت آخر آ گیا مجھے اپنے جوار میں جگہ دیجئے، حضرت امام علی الحق نے فرمایا آپ کا قیام گجرات میں ہوگا گجرات تشریف لے جایئے حضرت شاہدولہ آخری بار دربار پر حاضری دے کر گجرات آنے لگے تو سیالکوٹ کے ایک جم غفیر نے آپ کو الوداع کہا۔ دریائے چناب عبور کر کے آپ موضع یہانی ملاحال پہنچے ایک توت کے درخت کے سایہ تلے آپ نے رات بسر کی اور ملاحوں کو انعام و کرام دے کر واپس کیا اور آپ گجرات کی طرف روانہ ہوئے صبح دس بجے کے قریب موضع سوک پہنچے اور بزرگان دین کے مقابر پر فاتحہ خوانی کی لوگ زیارت کو آئے اور شیر منیال ادا کیں پھر آپ گجرات پہنچے پانچ دن آرام و اطمینان سے گزرے چھٹے دن آپ کو بخار ہو گیا۔ تیرہ دن آپ بخار میں مبتلا رہے ہر چند علاج معالجہ کیا۔ افاقہ نہ ہوا۔ بھاون شاہ جنکو بعض مورخ ان کا فرزند حقیقی بھی کہتے ہیں خدمت میں حاضر ہوئے اور تبرک کیلئے التجا کی۔ آپ نے فرمایا۔

طبعیت میں غرور نہ لانا ورنہ پریشان ہوگا۔ بھاون کو خلعت عطاء کی اور سوموار کو

marfat.com

۵ ربیع الاول ۱۰۸۶ھ کو راہئ ملک عدم ہوئے۔

منشی مشتاق رام نے کرامت نامہ کلاں میں وفات کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ ہیرا نند آپ کا معتقد خاص تھا حسن ابدال میں فوج میں ملازم تھا وہ بیمار ہو گیا۔ بہاون شاہ خلف حضرت شاہ دولہؒ اس کی تیمارداری کو حسن ابدال پہنچا وہاں پہنچا ہی تھا کہ گجرات سے اطلاع آئی کہ حضرت شاہ دولہؒ کی طبیعت سخت ناساز ہے سید مرتضیٰ خان بہادر نے بہاون شاہ کو کہا کہ آپ جلدی گجرات پہنچیں۔ خان نے بہاون شاہ کے سفر کا خاص اہتمام کیے۔ بہاون شاہ گجرات پہنچے حضرت شاہ دولہ کو خوشی ہوئی اور فرمایا۔ بہاوؐ اچھا کیا آپ آگئے میرا وقت آخر ہے پھر بہاون شاہ کو مکان کے اندر لے گئے۔ گھی اور شہد اور عمدہ کھانا کھلایا اور پیار کیا پھر دستر خوان سے نکال کر ایک روغنی روٹی عطاہ کی اور فرمایا۔ بہاون! ہمیں آدھی روٹی بزرگوں سے عطاہ ہوئی تجھ کو پوری روٹی عطاہ ہوئی ہے اگر اس کو لوگوں میں تقسیم کر کے کھائے گا تو ہر چیز آپ کے پاس وافر رہے گی کسی قسم کی کوئی تنگی نہ ہو گی ہر چیز کی فراوانی رہے گی پھر آپ چارپائی پر بیٹھے اور بہاون شاہ کو مسند پر بٹھایا۔ ٹوپی اور خرقہ عطاہ کیا اس کے بعد چند دن زندہ رہے اور بہاون شاہ مسند خلافت پر رہا سوموار کے دن آپ دنیا فانی سے رخصت ہوئے۔

marfat.com

حضرت شاہدولہؒ کے خلفاء

۱: پیر رکن علی شاہ صاحب (طالب)

۲: پیر محمد شاہ صاحب (طالب)

۳: پیر حب علی شاہ صاحب (طالب)

۴: پیر یتیم شاہ صاحب (طالب)

۵: پیر غریب شاہ صاحب (طالب)

۶: پیر دلیر شاہ صاحب (طالب)

۷: پیر پیرانے شاہ صاحب (طالب)

۸: پیر حضرت پیر شاہ صاحب (طالب)

۹: حضرت پیر شاہدولہ دریائیؒ

۱۰: سید میراں افضل اعلیٰؒ

۱۱: سید عبدالخالق شاہ صاحبؒ

۱۲: پیر دائم شاہ ولیؒ

۱۳: پیر دھیر ولی شاہ صاحب

۱۴: بابا ڈھیری والا صاحب۔

marfat.com

حضرت شاہدولہؒ کے مریدین

روضہ کے عالی شان نشان کے بعد روحانی طور پر آپ کے مریدوں کی فہرست شامل ہذا کی جاتی ہے جن کی نشاندہی کتابوں سے ہو چکی ہے ان کے علاوہ آپ سے کس کس نے کس کس طرح فیض پایا یہ فہرستیں اور یادداشتیں وقت کے تاریک پردوں میں مستور ہو گئیں۔

مشتاق رام ،بلن سنگھ سوری ، فتح محمد سیالکوٹی ، جلال دین ملاح ، ابراہیم ملاح ،ملا زرگر، حاجی نعمت اللہ سوداگر، نعمت اللہ ملازم ، حسام الدین عرف میاں عربی ، نواب ابراہیم ، خان سوہدروی، خان محمد مجث ساکن گکھڑ، مسکین فقیر، مرزا برہائی، شاہ دھمال مجذوب ساکن گکھڑ چیمہ، ہرکرن کوتوال، چوہڑمل ہندو، فیلارڈیرہ سیالکوٹی، مسمات بلبھ رائے عرف سدا بسنت، شنکرداس ، رائے بندرابن ، بھائی پیارا، چیتو ہندو، چھجو، موہن داس، جیتا ولد ہیرانند، محمد اسلم ،بازید، سید احمد فوجدار، مقیم خان احمدی ، جالی مرید، بوٹا زمیندار، جیونی میر پوروالی، نمبردار شیر گڑھ والا ،سید ناسر مستؒ، مہابت خان صوبہ دار کابل، دیوادتالہ کے لوگ، قطب الدین ، سادات خان عرف امام ،نواب یوسف خان ، نواب مرتضیٰ خان ، میر محمود، سردار راجووال والا ، جانو ملازم مہابت خاں، امیر خاں فوجدار گجرات، نورخان ، ظہور خان ، خواجہ بابا، خواجہ ہدایت اللہ، روشنی درویش، کابل کا ایک مغل ، سیدن سکندر، چک عبدالحق کا فاضل ،فقیر ملوک، شہنشاہ جلال الدین اکبر، نورالدین جہانگیر، ملکہ نورجہاں، شاہجہاں بادشاہ، اورنگزیب عالمگیر، قاضی بدیع الزمان ، قاضی رضی الدین ، میراں فاضل، قاضی محمد شفیع ،صدر الصدور عابد خاں ، ملا شمس الدین ، ملا عبدالحکیم سیالکوٹی، محمد

marfat.com

شید ہمشیر ازادہ، نوری بیگم، داراشکوہ، عبدالرحمان بن ملاعبدالحکیم سیالکوٹی، مرزا ازم قوم گوگر، جانی مرید، مزا قاضی، حنیفہ بیگم شاہدولہؒ، بہاون شاہ فرزند شاہدولہؒ، کریم بخش، بادشاہ بیگم دختر شاہجہاں بیگ، عمادالملک، چوہدری عیسیٰ خان، چوہدری نیک محمد ولد عیسیٰ خان، سید عبدالباقی، فتح چند، شیخ محمد رشید، شیخ برخوردار قادری، والدہ چراغ قادری، میاں لال خان، پیر چشتی

فوجدار گجرات، میاں چیتو۔

marfat.com

شاہدولہ دریائی منشی گنیش داس وڈیرا کی نظر میں

منشی گنیش داس وڈیرا ہمارے خطے کے ایک ایسے عظیم اور غیر متنازعہ مؤرخ ہیں جنہوں نے چہار باغ کے نام سے پنجاب کی ایک جامع اور مکمل تاریخ لکھی۔ چہار باغ منشی گنیش داس کی ایک ایسی تصنیف ہے جس میں ہمیں کہیں بھی مذہبی یا گروہی تعصب نظر نہیں آتا۔ مصنف نے پنجاب کے چھوٹے گاؤں، شہروں، دریاؤں، ندی نالوں، سڑکوں، گلیوں محلوں کا ذکر بڑی چاہت اور محبت سے کیا ہے۔ اس نے اپنی سمجھ کے مطابق انیسویں صدی کے حالات و واقعات بڑے انصاف اور فراخ دلی سے لکھے ہیں۔ وہ پنجاب کی پاکیزہ جگہوں، مزاروں، خانقاہوں، گردواروں، کلیساؤں کی حرمت کو بڑی عزت اور توقیر کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ وڈیرا گذشتہ تاریخ کے حوالوں کو ان کی تمام تر سچائی کے ساتھ پیش کرنے میں بھی کسی سستی سے کام نہیں لیتا۔ مصنف گنیش داس لکھتا ہے کہ میرے کئی عزیز و اقارب نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ جس کا مجھے کوئی رنج نہیں ہے۔ گنیش داس پنجاب میں بسنے والے لوگوں کے مذاہب اور دھرموں کے ساتھ فقیروں، درویشوں اور پنڈتوں کا ذکر بھی عقیدت و محبت سے کرتا ہے۔ مصنف گجرات کے ایک ولی اللہ حضرت شاہدولہ دریائی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ گجرات جسے پرانے وقتوں میں گجرات شاہدولہ کہتے تھے۔

گجرات کے اس بزرگ نے اپنے کردار، اخلاق، انسانوں سے محبت، رواداری، خدمت شعاری اور اللہ کی عبادت گذاری سے اپنی نیک نامی میں بہت اضافہ کیا جسے پنجاب کی آبادی بڑی تکریم سے دیکھتی ہے۔ اُن کے بنائے ہوئے پل، کنویں اور مسجدیں ابھی تک

marfat.com

قائم ہیں۔ جن سے خلق خدا فائدہ اٹھا رہی ہے۔ مصنف حضرت شاہدولہ کے بارے میں مزید لکھتے ہیں کہ شاہدولہ سیالکوٹ کے رہائشی ایک ہندو کھتری کھیم کرن عرف کھیما کے ملازم بھی رہے بعد میں حضرت شاہدولہ نے مست فقیر سیدن سرمست خدمت کر کے اور اللہ کی عبادت کر کے خداشناسی کا بہت بڑا رتبہ حاصل کرلیا۔ حضرت شاہدولہ کی زندگی میں بہت سی کرامتیں اور برکتیں ان سے منسوب ہیں۔

شاہدولہ نے ہندوستان کے بڑے مغل بادشاہ حضرت اکبر اُن کے بیٹے جہانگیر بعد میں شاہجہاں کا اقتدار اپنی نظروں سے دیکھا تھا۔ شاہدولہ نے اورنگزیب عالمگیر کے زمانے میں 1086 ہجری بمطابق 1675 عیسوی میں وفات پائی۔ مصنف لکھتے ہیں کہ اُن کی وفات کے بعد اُن کا بیٹا بہاون شاہ خانقاہ پر خدمت گذاری پر معمور ہوا۔ بہاون شاہ بڑا ہی خدا ترس اور نیک سیرت مرد تھا۔ وہ اسلامی سال 1108 ہجری کو انتقال کر گیا۔ حضرت بہاون کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی سے دو بیٹے مراد بخش اور طام بخش پیدا ہوئے۔ دوسری بیوی سے تین بیٹے عزت بخش، حیات بخش اور کریم بخش تھے۔ اُن کے پانچوں بیٹے پانچ پیروں کی طرح مزار پر آنے والے زائرین کی خدمت کرتے۔

marfat.com

شاہدولہ ولی

کرانیکل آف گجرات کے مصنف کیپٹن اے سی ایلیٹ حضرت شاہدولہ ولی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ شاہدولہ اکبر کے عہد میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام عبدالرحیم خان لودھی تھا جو سلطان ابراہیم لودھی کے خاندان میں سے تھے۔ ان کے اسلاف ان کے ذریعے سے اپنا تعلق بھلوال شاہ لودھی سے جوڑتے ہیں۔ جو 1477 میں فوت ہوئے۔ گجروں کا دعویٰ ہے کہ وہ ان کے قبیلہ سے تھے۔ لیکن ان کے اسلاف کہتے ہیں کہ وہ پٹھان تھے۔

ان کی والدہ کا نام نعمت خاتون تھا جو سلطان سارنگ گکھڑ کی پڑپوتی تھیں۔ شیر شاہ کے بیٹے سلطان سلیم کے زمانہ میں (1545 سے 1553 تک) خواص خاں کی خبر لینے کے لئے ایک بڑی جمعیت بھیجی گئی۔ جس نے عادل خاں کے حق میں بغاوت کردی تھی جو سلیم کا بڑا بھائی تھا اور جس نے گکھڑوں میں پناہ لے رکھی تھی۔ روہتاس کے نزدیک لڑائی میں سلطان سارنگ کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ مارا گیا اور اس کا خانوادہ جن میں ان کا بیٹا غازی خاں کی بیٹی، اپنی نوعمر لڑکی نعمت خاتون سمیت غلام بنا کر دہلی لے جائے گئے۔

وہیں وہ لڑکی جوان ہوئی اور اکبر کے جلوس اول میں اس کی شادی اکبر کے درباری سپاہی عبدالرحیم لودھی سے کردی گئی۔

شاہدولہ اکبر کے 25 ویں جلوس میں پیدا ہوئے۔ اسی سال ان کے والد فوت ہو گئے۔ لیکن ان کی جائے پیدائش کے بارے کچھ معلوم نہیں ان کی والدہ اپنے وطن لوٹ

marfat.com

آئی۔کوئی بھی انہیں پہچانتا نہ تھا۔پانچ سال تک اپنی اور اپنے بچے کی گذارن لوگوں کی چکی پیس کر کی۔مواضعات سیہالہ اور کالا میں اوران میں سے مؤخرالذکر میں وہ مرگئیں۔اب یتیم شاہدولہ نے محنت مزدوری شروع کردی اور یوں پھرتے پھراتے سیالکوٹ پہنچ گئے۔ وہاں ان کی ملاقات قانون گوؤں کے ایک غلام مہتہ کیاں سے ہوئی جوخود بے اولاد لیکن خدا ترس دولت مند تھا جس نے دولہ کے طور اطوار سے متاثر ہوکر انہیں اپنالے پالک بنالیا۔اور قانونگوؤں کے توشہ خانہ کی نوکری بھی لے دی۔

دولہ اتنا رحمدل تھا کہ کبھی فقیر کو خالی نہ لوٹاتا تھا۔نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں صرف یہ کہ اپنا سارا مال خرچ کردیا بلکہ سب رقوم قیمتی مال اور توشہ خانہ کا فرنیچر تک بھی اڑا دیا۔

غصے سے بھرے قانونگوؤں نے دولہ کی یہ توجیح کہ اس نے سارا مال فقیروں کو دے دیا ہے ماننے سے انکار کردیا۔اسے مجرم گردانا اور سزادہی کے لئے اذیت دی اور قید کر دیا۔غالباً دولہ نے بتایا کہ اس نے نقدی چھپا رکھی ہے اور رہائی پانے پر نکال دے گا۔اسے جب توشہ خانہ لایا گیا تو اس نے ایک چھرا پکڑ کر اپنے پیٹ میں کھونپ لیا۔قانونگوؤں کو تب اس کی معصومیت کا یقین آیا۔پھر انہوں نے ایک ماہر طبیب بلا بھیجا جس نے زخم کی مرہم پٹی کی اور تین ماہ میں دولہ صحت یاب ہو گئے۔

اب وہ سیالکوٹ کے قریب ایک گاؤں سنگھوئی چلے گئے اور شاہ سیدن سرمست کے مرید بن گئے۔اس ولی کا ایک اور چہیتا مرید منگو یا مہکو نام تھا۔دولہ اپنا وقت اس ولی اور منگو کے لئے گداگری میں گزارتے اور وہ حسب ضرورت کھاپی کر بقیہ دولہ کو دے دیتے۔ولی اس گدیہ گری سے مطمئن نہ تھا اس نے دولہ کو کوئی کام کرنے کی ترغیب دی۔جس مزدوری سے کچھ کھانا

marfat.com

مل سکے بجائے ان سوکھے ٹکڑوں کے۔

اس زمانہ میں ایک نیا قلعہ زیر تعمیر تھا۔ جس پر لگنے والی اینٹیں پرانی تباہ شدہ عمارتوں سے کھود کر نکالی جاتی تھیں۔ دولہ نے اگلے روز مزدوری شروع کر دی۔ مزدوری ایک مربع گز کھدائی کی ایک ٹکہ ملتی تھی۔ کھدائی اتنی مشکل اور جگہ اتنی سخت تھی کہ بڑا طاقتور بندہ بھی دو تین گز سے زیادہ دن میں نہ کھود سکتا تھا۔ دولہ نے بہر حال ستر گز کے قریب جگہ کھودی اور اینٹیں نکالیں۔ نگرانوں نے اس غیر معمولی طاقت کا مظاہرہ دیکھا اور اسے ستر ٹکے مزدوری دی۔ لیکن اس نے صرف ضرورت کے مطابق چار ٹکے لئے اور باقی چھوڑ دی۔

اس مزدوری سے اس نے کھانا خریدا اور واپسی پر اپنی طاقت کی ڈھینگ ماری۔ لیکن ولی نے بتایا کہ وہ بھی اس کے ساتھ وہیں کام کرتا رہا ہے اور ثبوت میں اپنے ہاتھوں پر پڑے ہوئے چھالے دکھائے۔

از راہ ہمدردی اس نے کچھ کھچڑی شاہ دولہ کو دی جسے کھاتے ہی دائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں شدید درد اٹھا اور یہ درد کئی دن تک رہا۔ جس کی وجہ سے وہ سو بھی نہ سکے۔ پھر ایک دن میکو کی سفارش پر ولی نے شاہ دولہ کو قصائیوں کی گلی میں جانے کے لئے کہا اور ذبحہ کی ہوئی گائے کے رودے میں ہاتھ ڈالنے کو کہا۔ دولہ نے ایسا ہی کیا اسی وقت آرام آ گیا اور چوبیس گھنٹے تک سوتا رہا۔ جاگنے پر معلوم ہوا کہ انگلی گر چکی ہے۔ شکریہ ادا کرنے پر ولی نے بتایا کہ وہ بہت سے محبت ہے جو تمہیں اپنے نفس سے تھی اب ختم ہو چکی ہے اور صرف عوام الناس سے محبت باقی رہ گئی ہے۔ خوش رہو تم اب میرے چہیتے بن چکے ہو اور علم لدنی کے مستحق۔

دولہ نے بارہ برس ولی کی خدمت کی۔ جس کا سلسلہ سہروردیہ سے تعلق تھا اور

marfat.com

سلسلہ قادریہ سے بھی۔ بلکہ نقشبندیہ اور چشتیہ سے بھی۔ بارھویں برس کے اخیر پر شاہ سیدن سرمست نے محسوس کیا کہ ان کا وقت اخیر آپہنچا ہے۔ ایک رات انہوں نے پوچھا کوئی ہے؟ جواب آیا دولہ ہے۔ ولی نے دولہ سے کہا بھکو کو بلاؤ۔ لیکن اس نے رات کو آنے سے انکار کر دیا۔ صبح کے وقت ولی نے یہ کہتے ہوئے، "خدا جسے چاہے دے گا" اپنی گدڑی دولہ کو دے دی۔ جب دولہ نے کہا کہ بھکو یہ اس کے پاس نہیں رہنے دے گا۔ شاہ نے جواب دیا۔ "اسے وہی لے گا جو اٹھائے گا" اور دولہ کو تھپکی دیتے ہوئے وہ اس دنیا سے منہ موڑ گئے۔

کفن دفن کے بعد بھکو نے وہ "دلق فقر" قابو کرنے کی کوشش کی جو زمین پر گر پڑی۔ اس کے علاوہ دوسروں نے بھی اٹھانے کی کوشش کی مگر سوائے شاہدولہ کے کوئی نہ اٹھا سکا۔ دولہ نے وہ ایک ہاتھ سے اٹھا کر پہن لی۔ تب اس نے خانقاہ چھوڑ دی اور اپنا تکیہ سیالکوٹ سے باہر بنالیا۔ جس کی دھوم مچ گئی۔ دس سال تک وہ وہاں رہے اور اس عرصہ میں بہت سی مسجدیں، تالاب اور پل تعمیر کرائے۔ جن میں سے ایک نالہ کا پل خاصا مشہور ہے۔ جس کے بعد وہ گجرات آ گئے یہ صرف الہام ربانی کی تعمیل تھی۔ جس پر مستقل یہاں آن رہے۔ شاہدولہ کو گجرات کا محافظ کہا جاتا ہے۔ یہ وہی تو ہیں جنہوں نے شاہدولہ کا پل بنوایا۔ شاہدولہ نالہ پر اور ڈیک نالہ پر بھی ضلع گوجرانوالہ میں انہوں نے کبھی روپے پیسے نہیں مانگے۔ مگر مزدوروں کو ادائیگی کرتے رہے۔ وہ پرانی عمارتوں کے ملبے بڑی آسانی سے ڈھونڈ نکالتے اور وہاں سے مال و متاع حاصل کر لیتے۔ وہ آزاد منش انسان تھے اور سب کے لئے کشش رکھتے تھے۔ خاص طور پر حیوانات کے لئے بہت شفیق تھے۔ مذہب میں ان کا صلح کن با خاص و عام والا رویہ بڑا پسند کیا گیا۔ ہندو اور مسلمان ان کے ماننے والوں میں شامل تھے۔

marfat.com

شاہدولہ جہانگیر کے ساتویں سن جلوس 1612 میں گجرات وارد ہوئے۔ اکبر اور اس ولی کی باہمی ملاقات کے بارے میں ثبوت نہیں ملتا۔ لیکن جہانگیر سے ان سے مجادلہ کا ذکر یوں بیان کیا جاتا ہے۔ شاہدولہ اپنے پسندیدہ جانوروں کے سر پر کلغیاں پہناتے تھے اور ان کی کھریوں پر نشان لگاتے تھے اور ان کی کھریوں پر نشان لگاتے تھے۔ ایک دن ایک چیتا ہرن رم کر گیا۔ شاہدرہ میں شکار کھیلتے جہانگیر نے اسے دیکھا۔ اس نے اس کلغی والے ہرن کے بارے پتہ کروایا۔ اسے بتلایا گیا کہ یہ شاید شاہدولہ کا ہے اور پھر ان کے بارے اور ان کی کرامات کے بارے بھی بتلایا گیا۔ دو آدمی فوراً شاہدولہ کو لانے کے لئے بھیجے گئے۔ انہوں نے بھی دن کو اپنے مریدوں کو بتایا کہ کیا واقعہ ہوا ہے۔ کھانا تیار کروا رکھا اور شام کے قریب دونوں پیغام رساں پہنچ گئے۔ شاہی حکم کے ساتھ دوسرے دن وہ شاہدولہ کو شاہدرہ لے گئے وہاں انہوں نے بادشاہ کو پیش کرنے کے لئے کھانا تیار کروایا۔

بادشاہ تخت پر بیٹھا تھا اور نور جہاں پردے کے پیچھے ساتھ بیٹھی تھی اور دونوں اس ولی کو دیکھ کر خاصے متاثر ہوئے۔ بادشاہ نے شاہدولہ سے پوچھا کہ اس نے سنگ پارس کہاں سے حاصل کیا ہے؟ جب شاہدولہ نے سنگ پارس کے بارے لاعلمی ظاہر کی اور بتایا کہ وہ تو خیرات پر گزران کرتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ تو دولت مند اور بااثر آدمی ہے جو بغاوت بھی کروا سکتا ہے اور نور جہاں نے مشورہ دیا کہ اس کا کام تمام کر دیا جائے۔ سبز رنگ کا زہر آلود لباس شاہدولہ کو پہننے کو دیا گیا۔ جو مجبور کر کے پہنایا گیا۔ لیکن کوئی ضرر نہ پہنچا اور پھر ایک اور لیکن اس سے بھی کوئی نقصان نہ پہنچا جو پہلے کہیں زیادہ تیز زہر میں لتھڑا ہوا تھا۔ پھر زہریلا شربت پیش کیا گیا۔ بس پھر زلزلہ سا آیا۔ تخت اپنی جگہ سے ہلنے لگا اور ہر طرف فقیر کا چہرہ نظر آنے لگا۔ بادشاہ نے فقیر کو دو تھیلیاں اشرفیوں کی دے کر رخصت کیا۔ جو اس نے

marfat.com

وہیں تقسیم کر دیں۔ بادشاہ نے یہ سن کر اسے دوبارہ بلا بھیجا اور پنج ہزار بھیگے کی معافی کا پروانہ دیا۔ جو شاہدولہ نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ضرورت پڑنے پر مانگ لے گا۔ انہیں پھر عزت سے رخصت کیا گیا۔

اپنے کشمیر کے سفروں سے ایک کے دوران شہنشاہ شاہجہاں کو نالہ ڈیک میں طغیانیوں کے سبب رکنا پڑا اور جب اس نے یہ نالہ پار کیا تو اس کے بیٹے دارا شکوہ اور حرم ہری بیگم کی ساری خوشبویات اور بہت سے جانور بہہ گئے۔

علاقہ کے فوجدار مرزا ہادی عثمان کو حکم دیا گیا کہ فوراً اس پر پل باندھے جو واپسی سفر تک تیار ہونا چاہیے۔ فوجدار کو صرف کچی اینٹیں مل سکتی تھیں۔ پس اس نے سب پڑاووں کو گرفتار کر لیا۔ تب وہ ایک بھی اینٹ حاصل نہ کر پایا اور پل تیار نہ ہو سکا۔ فوجدار کو بہت دھمکایا گیا لیکن اس نے اپنی مجبوریاں ظاہر کیں اور کہا کہ شاہدولہ سے مدد طلب کی جائے پس فوجدار نے شاہدولہ کو آنے پر مجبور کیا جس نے پڑادے والوں کو رہا کرایا اور پل بنانا شروع کر دیا۔

جتنی تیزی سے پل بنتا اتنی تیزی سے اس علاقے کا رہنے والا ایک جن اسے گرا دیتا۔ حتیٰ کہ شاہدولہ نے ایک جھڑپ میں اسے شکست آشنا کیا اور جھانسہ دے کر اسے چونے کے گڑھے میں دھکیل دیا اور اسے گردن تک چونے میں دبا کر جلا دیا۔

پل بنانے کے لئے ایک بند باندھنا پڑھتا تھا دریا کو روکنے کے لئے بوٹا زمیندار جو مسافروں کو پار اتار کر روزی کماتا تھا نے پل کے بنانے پر اعتراض کیا اور مزدوروں کو ڈبونے کے لئے طغیانیوں کے موسم میں اس نے بند توڑ دیا۔ دولہ نے اس کے ارادے بھانپ کر پہلے بند کے نیچے ایک اور بند باندھ دیا اس طرح اس کے ارادے خاک میں مل

marfat.com

گئے۔

شاہ جہاں کو جب اطلاع ملی تو اس نے بوٹا کو لاہور بلا بھیجا۔ زنجیروں اور بیڑیاں پہنا کر اسے اونچے نیم کے درخت کے ساتھ پھانسی دینے کا حکم دیا۔ پل جلد ہی مکمل ہو گیا تب شاہدولہ گجرات لوٹ آئے۔

اس عرصہ میں سیدن نامی ایک فقیر گجرات وارد ہوا اور شاہدولہ کی بے عزتی پر اتر آیا یہ جتلاتے ہوئے کہ وہ سیدن ہی گجرات کا محافظ ہے۔ شاہدولہ نے اپنی ولایت سے اس دھوکہ باز کو جتا دیا کہ وہ غلطی پر ہے۔ تب سیدن غائب ہو گیا اور پھر وہ دوبارہ کسی کو نظر نہیں آیا۔

راجور جو جموں کا ایک حصہ ہے۔ وہاں کا راجہ چتر سین شاہدولہ کا معتقد تھا اس زمانہ میں عورتوں کو بچپن میں مار دینے کا عام رواج تھا۔ لیکن شاہدولہ نے راجہ کو ایک بچی کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا اور کہا کہ یہ بادشاہوں کی ملکیت اور بادشاہوں کی ماں ہو گی۔ جب شاہجہاں کشمیر جاتے ہوئے راجور سے گذرا تو یہ لڑکی بطور نذر بادشاہ کے حضور پیش کی گئی اور بعد میں شہزادہ اورنگزیب کو بخش دی گئی۔

یہ شہزادہ تخت و تاج کی خواہش میں بھیگا ہوا۔ شاہدولہ کے پاس حاضر ہوا اور زریں مرغ ایک غیر ملکی کوٹ اور لکڑی کا ایک عصا پیش کیا۔ دل میں چھپائے ہوئے کہ اگر ولی باقی اشیاء رکھ کر عصا لوٹا دے تو بادشاہ بن جائے گا۔ لیکن وہ جیسی پہنچا شاہدولہ نے اسے "عالی جاہ" کے لفظ سے پکارا اور عصا کے ساتھ روٹی کا ایک ٹکڑا بھی واپس دیا اور کہا کہ خدا نے تمہیں یہ روٹی اور عصا قوت کی علامت کے طور پر دیا ہے۔ خدا تمہارا حامی و ناصر ہو۔

واپسی پر اورنگزیب نے یہ بات چتر سیں کی بیٹی بیگم بائی کو بتلا دی۔ جو اسے دی جا

marfat.com

چکی تھی اس نے اپنے بارے بھی شاہدولہ کی پیشن گوئی بتلا کر اس کی تائید کردی۔ اورنگزیب سے اس کی شادی کر دی گئی۔ اس کے بطن سے شہزادہ معظم اور شہزادہ محمد شاہ جو بعد میں بہادر شاہ کے نام سے بادشاہ بنا پیدا ہوئے۔

اورنگزیب جب تخت نشین ہوا تو اس نے شاہدولہ کو دوبارہ بلا بھیجا۔ جو ایک رات کرامت کی شکل میں پیش ہوئے۔ جبکہ بادشاہ تنہا خاصہ تناول کر رہا تھا اس نے ایک ہاتھ دیکھا جس کی ایک انگلی غائب تھی اور وہ اس کی رکابی سے کھا رہا تھا۔ لیکن کوئی بندہ دکھائی نہ دے رہا تھا جب خدمتگاروں کو بلا کر پوچھا گیا تو انہوں نے کہا یہ یقیناً شاہدولہ کا ہاتھ ہے اور جب ولی سے حاضر ہونے کو کہا گیا تو اس نے اپنا آپ ظاہر کر دیا۔ اور بہت سی کرامتیں بھی بتائی جاتی ہیں۔ لیکن نظر بظاہر چوہوں، والی کرامت شاہدولہ کے ساتھ منسوب ہے۔ یہ چوہے مائیکروسفالی کے مریض ہیں جن کے لمبے نوکیلے کان، مخروطی سر اور چہرہ چوہوں جیسا ہوتا ہے۔ ان کی سمجھ بوجھ اور قوت گویائی سے محرومی کے باعث گداگری کا کام ان سے لیا جاتا ہے۔

شاہدولہ نے جب اپنے آخری وقت کو محسوس کیا تو اس نے اپنے مرید بہاون شاہ کو گدڑی پہنا دی اور اسے اپنا جانشین بنا دیا۔ فرقہ کے موجودہ لوگ دعویدار ہیں کہ بہاون شاہ ولی کی جائز اولاد تھا اور سب مانتے ہیں کہ موجودہ پیر اسن کی اولاد سے ہیں۔

شاہدولہ اکبر کہ ہم عصر تھے انہوں نے جہانگیر شاہجہاں اور اورنگزیب کا زمانہ بھی پایا۔ اور 1057 عیسوی بمطابق 1676 ہجری میں فوت ہوئے۔ جیسا کہ وہ اکبر کے 25ویں جلوس میں پیدا ہوئے تھے ان کی عمر پچانوے سال بنتی ہے نہ کہ ڈیڑھ سو برس جیسا کہ عموماً کہا جاتا کہ خدادوست ان کا مادہ تاریخ وصال ہے۔

marfat.com

ان پلوں کے حوالے سے جو انہوں نے بنوائے انہیں شاہدولہ دریائے کہا جاتا ہے ان کا مزار شہر سے مشرق کی جانب مضافات گڑھی شاہدولہ میں ہے۔ اصلی مقبرہ بہادون شاہ نے بنوایا۔ دوبارہ ایک پلیٹ فارم پر 1865 میں بنوایا گیا اور پھر 1898 میں ان کے مریدوں نے اس کی مرمت کروائی۔

marfat.com

صبر وتحمل اور اخلاق

اللہ والوں کا صبر وتحمل اور اخلاق بڑا عظیم ہوتا ہے اور لوگوں کیلئے مثال اور نمونہ ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو اگر کوئی برا بھلا کہے بلکہ گالیاں بھی دی تو یہ اللہ کے ولی صبر وتحمل اور اخلاق کے پہاڑ ہوتے ہیں۔ جواب میں بددعا نہیں دیتے بلکہ دعا دیتے ہیں۔ جس طرح ہمارے پیارے آقا و مولیٰ ﷺ کو کفار ومشرکین نے کتنا تنگ کیا۔ کیا کچھ کہا بلکہ طائف کے مقام پر زخمی کر دیا اور پھر فرشتوں کے یہ عرض کرنے کے باوجود کہ ہمیں حکم دیں اس بستی کو ملیامیٹ اور تباہ کر دیں۔ حضور ﷺ نے ان لوگوں کیلئے ہدایت اور خیر کی دعا فرمائی۔ اسی صبر وتحمل اور اخلاق کے مظہر آپ کے غلام یہ اللہ والے ہوتے ہیں۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت شاہ دولہ دریا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک قلندر آیا اور تازہ انگور اور دو اشرفیوں کا تقاضا کیا۔ جب آپ نے فرمایا بیٹھو آرام کرو مولا دے گا۔ تو وہ قلندر آپ کو گالیاں دینے لگا اور کئی روز گالیاں دیتا رہا۔ شیخ نے سنی ان سنی کر دی۔ یہاں تک کہ کابل کا کوئی سوداگر دونوں چیزیں لے کر آ گیا۔ حضرت شاہ دولہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صبر وتحمل اور اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے قلندر کو دونوں چیزیں پیش کیں اور ساتھ تاخیر کی معذرت کی کہ میں بروقت آپ کے مطالبے کو پورا نہیں کر سکا۔ حضرت شاہ دولہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس صبر وتحمل اور اخلاق کو دیکھ کر وہ قلندر آپ کے قدموں میں گر پڑا اور معافی مانگی۔ یہ ہے وہ اخلاق جس کو دیکھ کر ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔

marfat.com

علم دین کی ترویج واشاعت

حضرت شاہدولہ دریائیؒ گجرات تشریف لائے اور یہاں ایک حجرہ قائم کر کے اپنی عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے پھر آپ نے ایک مدرسہ قائم فرمایا۔ عبادت و ریاضت سے فارغ ہو کر چھوٹے بچوں کو مذہبی تعلیم دیتے تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ لوگ علم دین سے خاصی دلچسپی نہیں رکھتے تو ایک دن بڑی حیرت کے ساتھ اپنے خدمت گار سے پوچھا "کیا یہاں کے لوگوں کو اپنی مذہبی تعلیم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے؟ میں انہیں علم کی طرف بلاتا ہوں اور وہ جہالت کی طرف بھاگے چلے جاتے ہیں۔

علم دین کی طرف دلچسپی کم ہونے کی وجہ سے خدمت گار نے معلوم کی تو پتہ چلا کہ لوگ کہتے ہیں ہم مزدور پیشہ اور غریب لوگ ہیں۔ مولوی صاحب کو وظیفہ نہیں دے سکتے۔ خدمت گار نے مقامی لوگوں کے خیالات سے پیر و مرشد حضرت شاہدولہ صاحبؒ کو آگاہ کیا۔

حضرت شاہدولہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا:

"جب قوموں پر برا وقت آتا ہے تو ان کی مثبت سوچ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور وہ منفی راستوں پر جا پڑتے ہیں۔" خدمت گار کو فرمایا۔ جاؤ شہر کے لوگوں سے کہہ دو کہ یہ فقیر ان سے علم سکھانے کی کوئی اجرت طلب نہیں کرے گا۔ جب اعلان کیا گیا تو آپ کے مدرسہ میں بہت زیادہ بچے علم دین حاصل کرنے کے لیے جمع ہو گئے۔ یہاں تک کہ پھر آپ نے ان بچوں کی تدریس کیلئے دو تین معلم (استاد) مقرر کر دیے۔ اور اساتذہ کو وظیفہ

marfat.com

اپنی جیب سے عطا فرماتے۔

پھر ایک مدرسہ تعمیر فرمایا۔ یہ ہے آپ کی ترویج واشاعت علم دین سے محبت، اگر ہمیں حضرت شاہدولہ دریائی ؒ اور اللہ والوں سے سچی عقیدت ومحبت ہے تو پھر اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم بھی دینی مدارس کی تعمیر وترقی میں حصہ لیں اور اپنی اولاد کو علم دین پڑھائیں اور اشاعت دین میں اپنا کردار ادا کریں۔

پابندیٔ نماز کی تلقین

حضرت شاہدولہ صاحب ؒ کا معمول تھا کہ آپ نماز عصر کے بعد سے مغرب کی اذان تک اپنے مریدوں اور خدمت گاروں کو مختصر درس دیتے۔ انہیں امور شرعیہ کے بارے تفصیل سے سمجھاتے اور خصوصاً نماز کی بہت تاکید فرماتے تھے۔ فرماتے۔

''جب تک فرض نمازی ادا نہیں کروگے اس وقت تک تمہیں نوافل سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا''

marfat.com

لنگرِ شاہ دولہ دریائیؒ

حضرت شاہ دولہ دریائیؒ کے آستانہ پر محتاج مسکین اور بھوکے لوگوں کے لیے لنگر کا وسیع انتظام ہوتا تھا۔ جہاں سے یتیموں، مسکینوں اور حاجت مند بھوکے افراد کو کھانا ملتا تھا اور اکثر اولیاء اللہ کے کے آستانوں پر آج تک یہ سلسلہ جاری و ساری ہے کہ غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں کو کھانے کیلئے وسیع لنگر ملتا ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت شاہ دولہ صاحبؒ کے لنگر خانے میں بہت سے محتاج اور مسکین موجود تھے اور خانقاہ کے منتظمین تیز رفتاری سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے ۔کھانا کھانے والے قطار در قطار بیٹھے ہوئے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے کہ یکا یک ایک قطار سے ایک بدحال شخص اٹھا اور صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا پھر اس نے ایک منتظم کے ہاتھ سے سالن کا طباق چھین لیا اور دوسرے ہاتھ سے روٹی۔ لنگر خانے کے منتظمین کو اس شخص کی یہ حرکت ناگوار گزری ایک منتظم نے اسے غضبناک لہجے میں ڈانٹتے ہوئے کہا جب تمہیں لنگر خانے کے آداب معلوم نہیں تو پھر یہاں آتے کیوں ہو۔

منتظمین کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگوں نے بھی اس شخص کی اس حرکت پر تحقیر و تذلیل کی۔ کئی وقت کی بھوک کا ستایا ہوا انسان لوگوں کی طعنہ زنی برداشت نہ کر سکا اور کھانا چھوڑ کر یہ کہتا ہوا لنگر خانے سے چلا گیا۔

''جب تم لوگوں میں کھلانے کا حوصلہ نہیں ہے تو پھر دعوت عام کیوں کرتے ہو''۔

دوسرے منتظمین نے فوراً ہی حضرت شاہ دولہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خبر دی جسے سن کر آپ

marfat.com

کے چہرہ مبارک پر گہری افسردگی کا رنگ ابھر آیا۔ پھر اسی وقت لنگر خانے کے اس منتظم کو طلب کیا گیا جس کی سخت تنبیہہ کے باعث وہ شخص بھوکا اٹھ کر چلا گیا تھا۔

کیا تمہیں ہدایت نہیں کر دی گئی تھی کہ لنگر خانے میں آنے والے سب کے سب معزز مہمان ہیں۔ حضرت شاہدولہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ناگوار لہجے میں منتظم سے پوچھا۔

"اس شخص نے بدنظمی اور بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا تھا جس سے لنگر خانے کا وقار مجروح ہوا، منتظم نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا۔

"تم نے اپنے لنگر خانے کے وقار کو دیکھا مگر اس کی بھوک پر نظر نہیں کی، حضرت شاہدولہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ "تمہیں کیا معلوم کہ اس کی بھوک کتنی شدید تھی؟ حق تعالیٰ اپنی کتاب مقدس میں ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تم پر حالت اضطراب طاری ہو جائے تو مردار بھی کھا سکتے ہو۔ اس شخص نے مردار تو نہیں کھایا تھا۔ بس اپنی بے قراری کا اظہار کیا تھا مگر تمہیں کیا ہو گیا تھا کہ اپنے بھائی کے اضطراب کو بھی برداشت نہ کر سکے۔ جاؤ اور اسے منا کر لاؤ حضرت شاہدولہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خادم مرشد کا حکم سن کر گھبرایا اور ڈر گیا اور فوراً اس شخص کو ڈھونڈنے کے لیے نکلا۔ وہ فاقہ زدہ انسان لنگر خانے سے نکل کر قریب کے ایک باغ میں اس امید پر چلا گیا کہ شاید وہاں کوئی جنگلی پھل ہاتھ آئے اور وہ اپنے پیٹ کو بھر سکے۔ اتفاق سے وہ پھلوں کا موسم بھی نہیں تھا۔ آخر وہ شخص تھک ہار کر ایک درخت کے نیچے پڑ گیا۔ لنگر خانے کا منتظم دیوانوں کی طرح بہت دیر تک ادھر ادھر اسے تلاش کرتے ہوئے دوڑتا پھرا۔ مگر اس شخص کا دور دور تک پتہ نہ چلا۔ منتظم کا دل ڈوبنے لگا کہ اب وہ پیر و مرشد کو کیا جواب دے گا۔ یکایک اس کے ذہن میں خیال ابھرا کہ کہیں وہ شخص باغ میں موجود نہ ہو۔ خادم بھاگتا ہوا باغ میں پہنچا تو اس کے

marfat.com

جسم میں جان آ گئی کہ وہ فاقہ زدہ انسان بھوک کی شدت سے نڈھال ایک درخت کے نیچے لیٹا ہوا تھا۔ دراصل یہ بھی حضرت شاہ دولہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی تصرف تھا کہ خادم کے ذہن میں باغ کا خیال آیا اور وہ اپنے مطلوبہ شخص تک پہنچ گیا۔

پھر خادم کی بڑی خوشامد اور منت سماجت کے بعد وہ شخص دوبارہ خانقاہ پہنچا۔ اب کی بار وہ حضرت شاہ دولہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو بیٹھا تھا اور حضرت شیخ اپنے دست مبارک سے اسے کھانا کھلا رہے تھے۔ جب وہ کھانا کھا چکا تو حضرت شاہ دولہ صاحبؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔

"اب بتاؤ کہ ہم میں کھانا کھلانے کا حوصلہ ہے یا نہیں؟" یہ سنتے ہی وہ شخص رونے لگا اور کہا۔ "شیخ آپ میں بہت حوصلہ ہے اور آپ ہی کا یہ حوصلہ ہم غریبوں کا سرمایا ہے۔"

پھر وہ شخص اسی آستانہ کرم کا غلام ہو کر رہ گیا اور حضرت شاہ دولہ صاحب کی روحانی نگاہ سے درجہ کمال کو پہنچا۔

marfat.com

گجرات شاہدولہ والا

تیرے سوہنے مدینے توں قربان میں

للّٰہ مینوں مدینے بلا

سوہنیا دے، گھٹتے جاندے نیں ساہ

دم دا کیہہ اے وساہ

مرنے توں پہلے روضہ وکھا

سوہنیا

یہ شہر گجرات ہے جو کبھی گجرات شاہدولہ والا کہلاتا تھا اور یہ شاہ دولہ کا دربار ہے، جو حضرت شاہدولہ دریائی گنج بخشؒ کے نام سے مشہور ہیں۔

اندر اونچی سی قبر ہے جس کے گرد جالی لگی ہے، کچھ لوگ جالی پر ماتھا ٹیکے بیٹھے ہیں اور آنکھیں قبر کی چادر پر جمی ہیں۔ کچھ دیواروں سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور نڈھال ہیں۔ کچھ قرآن پر جھکے ہوئے ہیں اور جھوم رہے ہیں۔ پردے کے پیچھے عورتیں ہیں۔ اُن کی دبی دبی سی قرأت، پنکھوں کی آواز، باہر درختوں پر ان گنت چڑیوں کا شور، دالان میں کھیلتے ہوئے لڑکوں کی صدائیں اور عین قبر کے سامنے درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے بابا برکت علی کے پرانے ہارمونیم کی پھٹی پرانی دھونکی چلنے کے ساتھ ساتھ باجے کے سُر اور خود برکت علی کی بوڑھی پڑتی ہوئی تانیں، یہ سب شاہدولہ کی درگاہ کے ماحول میں گھل مل سے گئے ہیں۔

marfat.com

کبھی یہ مزار شہر سے باہر تھا۔ اب شہر کے بیچوں بیچ ہے۔ گجرات پہلے کبھی بڑا شہر نہیں رہا لیکن اب کھلیانوں، میدانوں، ٹیلوں اور نالوں کو پھلانگتا ہوا دور دور تک پھیل گیا ہے۔ خلقت اور رونق ہر طرف سے اس میں چلی آئی ہے اور صنعت اور کاروبار کی ترقی نے اُس شہر گجرات کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ جو اکبر بادشاہ نے آباد کیا تھا۔ اُس وقت شہر کا نام گجرات اکبر آباد تھا۔

اس سرزمین کی تاریخ بہت دلچسپ ہے۔ خود علاقے کے لوگوں سے پوچھئے تو کہانیوں کا سیلاب اُمڈ آتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ گجرات کے گاؤں بھڑیلہ شریف میں حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے کی قبر ہے جو ستر گز لمبی ہے۔ اُسے ہر سال ناپا جاتا ہے کبھی وہ بڑھ جاتی ہے، کبھی گھٹ جاتی ہے کچھ اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ قبر حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کی ہے۔ ایک اور گاؤں شیخ چکانی میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ایک بیٹے یا پوتے کی قبر بتائی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ 1922ء میں نہر اپر جہلم کی کھدائی شروع ہوئی تو کئی پنجر اور سر نکلے جو عام انسان کے سر سے کہیں بڑے تھے اور ان کے دانت ترچھے تھے۔ کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ ہی کی پہاڑیوں میں سے اکثر بڑی بڑی انسانوں کی ہڈیاں نکلتی ہیں۔ ایسے لمبے چوڑے لوگ بہت پرانے زمانے میں ہوتے ہوں گے۔ ہی کی پہاڑیوں کے بارے میں تو یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ پہاڑیاں نہیں بلکہ تاریخی شہر پاٹی کوٹی کے کھنڈر ہیں۔ سکندر اعظم کو دریائے جہلم کے پار سے جس شہر کے خوبصورت اور اونچے محل نظر آئے تھے وہ یہی پاٹی کوٹی تھا۔

یہ سب وہ داستانیں ہیں جو ایک سینے سے دوسرے سینے میں منتقل ہوا کرتی ہیں اور تاریخ دان یہ کہہ کر انہیں رد کر دیتے ہیں کہ بہت سے سینوں میں کھوٹ بھرا ہوتا ہے۔

marfat.com

پاٹی کوٹی کی تباہی کے بعد ایک سورج بنسی راجا بچن پال نے ایک اور شہر بسایا اودے نگری۔ ہریالیوں کا، خوشیوں کا شہر وہ شہر بار بار اجڑا، بار بار آباد ہوا اور آج جہلم اور چناب کے درمیان میں جرنیلی سڑک کے کنارے گجرات کے نام سے آباد ہے۔

گجرات:

وہ انسانوں سے خرید و فروخت کرنے والوں سے، سودے والوں اور پھیری والوں سے، ٹھیلوں، ریڑیوں، سائیکلوں، اسکوٹروں، موٹر سائیکلوں اور کاروں سے بھرے ہوئے بازار جن میں دورویہ مال اسباب سے بھری ہوئی دکانیں۔ ان میں وہ دائیں بائیں جاتی ہوئی گلیاں اور گلیوں کے اندر اور گلیاں، کہیں ٹیلوں پر چڑھتی، کہیں پرانے نشیبوں میں اترتی ہوئی گلیاں۔ مسجدیں، مقبرے، حکیموں کے مطب، مستریوں کی ٹھوکا پیٹی، لاؤڈ سپیکروں پر اذانیں اور وقت کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے والے تانگوں کے گھوڑوں کی ٹاپیں اور ان تمام آوازوں کو روندتے ہوئے نئی قسم کے شور مچانے والے ہانگ کانگ کوریا اور تائیوان کے بنے ہوئے جی کو ہلا دینے والے موٹر گاڑیوں کے ہارن۔

یہ ہے آج کا گجرات جس میں غریب کمہار کی چاک نڈھال ہو کر ایک طرف کو جھک گئی ہے اور کوفت گروں کی بھٹیاں کبھی کی ٹھنڈی ہو چکی ہیں۔

اُس روز زمیندار کالج میں سکون تھا۔ گرمیوں کی چھٹیاں تھیں۔ لڑکے اپنے گھروں کو جا چکے تھے۔ باغ کی روشوں پر سرخ اینٹوں کے فرش خالی پڑے تھے۔ کالج کے استاد احمد حسین قلعہ داری صاحب مجھے بتا رہے تھے کہ آج کے نئے گجرات کی بنیاد کیسے پڑی۔

ویسے تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ بہت پرانی آبادی ہے، رام چند کے زمانے سے۔

marfat.com

لیکن اس کی موجودہ آبادی جو ہے یہ اکبر کے زمانے سے ہے۔ روایت بیان کرتے ہیں کہ یہ گجرات میں جہاں اب قلعے کے آثار نظر نہیں آتے، یہاں ایک اونچا سا ٹبہ تھا، یہاں دو قومیں آباد تھیں، گوجر اور جاٹ ان دونوں کی آپس میں لڑائی رہتی تھی۔ اکبر بادشاہ کشمیر کی طرف جا رہا تھا، اس نے لڑائی دیکھی اور اس نے حکم دیا کہ یہاں قلعہ تعمیر کیا جائے، تو وہ قلعہ تعمیر ہوا۔ یہ 997ء کی بات ہے، اس زمانے میں یہ گجرات آباد ہوا اور اس کی تاریخ کسی نے نکالی تھی۔

گجرات بہ سعی اکبر آباد

قریشی احمد حسین قلعہ داری کے بزرگ تمام عمر درس و تدریس میں مصروف رہے اور گاؤں قلعہ دار میں ان کی درس گاہ سے پورے برصغیر کے نوجوان فیض پاتے رہے۔ ان بزرگوں نے گجرات کی تاریخ کا وہ دور بھی دیکھا جس کے بعد پورے ہندوستان کی تاریخ بدل گئی۔ سن تھا اٹھارہ سو انچاس، مہینہ فروری کا تھا اور تاریخ تھی اکیس۔ اسی شہر گجرات میں وہ تاریخی جنگ لڑی گئی جس نے پنجاب پر سکھوں کی حکمرانی کا خاتمہ کر دیا۔ اس روز ہُگلی سے خیبر تک یہ ساری سرزمین سرکار انگلستان کی عملداری میں چلی گئی۔ وہ منظر احمد حسین صاحب کے بزرگوں نے ضرور دیکھا ہوگا۔ انہوں نے ایک عجیب واقعہ سنایا۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ کیا آپ کے بزرگوں نے اس جنگ میں حصہ لیا تھا۔

جنگوں میں حصہ تو نہیں لیا تھا کیونکہ اُن کا کام درس و تدریس تھا۔ البتہ یہ جو جنگ ہوئی انگریزوں کی چیلیانوالہ کے مقام پر، اُس وقت میرے دادا صاحب زندہ تھے اُن کی زبانی مجھے یہ روایت یاد ہے کہ فوجیں ہمارے گاؤں کے پاس سے گزر رہی تھیں اور ایک انگریز صاحب بہادر جوتوں سمیت مسجد کے گنبد پر چڑھ کر دوربین سے دیکھنے لگا۔ ابھی

marfat.com

سکھ بہت ہیں، پھر انہوں نے بتایا کہ یہ جو سکھ قیدی تھے انہیں بارہ دری رنجیت سنگھ، گجرات میں رکھا گیا اور رات کو بہت بڑا طوفان آیا اور زرد رنگ کی بارش ہوئی۔ صبح سویرے چاروں طرف زردی ہی زردی پھیلی ہوئی تھی تو اس کی تاریخ کسی بزرگ نے نکالی تھی۔

بہ گجرات بارید باران زرد

عجب قدرت کردکار آمدہ

ان کے حروف ابجد جمع کیجئے تو 1274 نکلتا ہے۔ جب بارش ہوئی تھی اور سکھوں کی لڑائی کا خاتمہ ہوا تھا۔

دھیان ایک بار پھر شاہ دولہ کی درگاہ کی طرف لوٹتا ہے۔ وہ چھوٹے چھوٹے سروں والے، آنکھوں میں وحشت والے لوگ شاہ دولہ کے چوہے کہلاتے ہیں۔ والدین انہیں لاکر اسی مزار پر چھوڑ جایا کرتے تھے۔ مگر وہ عقیدہ شاید زائل ہوا مجھے وہاں چھوٹے سر اور وحشی آنکھوں والا کوئی شخص نظر نہیں آیا۔

شاہ دولہ کے فیض اور ان کی برکت کا ذکر کرنے والے لوگ ایک بات کبھی نہیں بتاتے کہ ان بزرگ کے عقیدتمند جب بھی حاضری دیتے، اور ان عقیدت مندوں میں اورنگ زیب کی ایک بیوی بھی تھی جو وہیں مزار کے قریب دفن ہے اور وہ نذر کے طور پر رقم پیش کرتے، شاہ دولہ وہ رقم گجرات کے شہریوں کے لئے نیک کاموں پر خرچ کرتے تھے۔ انہوں نے تازہ پانی کی وہ نالی بنوائی تھی جو اونچے پل کے اوپر سے بہا کرتی تھی اسے نالہ شاہ دولہ کہتے تھے۔ جو گڑھی شاہ دولہ سے شمال اور مشرق کی سمت جاتا تھا۔ تازہ پانی کا یہ آدھا میل لمبا نالہ اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔ اُس کے در اور ستون انگریزوں کے زمانے تک موجود تھے۔ شاید اب بھی ہوں۔

marfat.com

انگریزوں کا زمانہ یہاں 1849ء سے شروع ہوتا ہے۔ گجرات سے پہلے انہوں نے دریائے جہلم کے قریب اور سکندر اور پورس کے میدان جنگ کے پاس چیلیانوالہ میں سکھوں سے سخت مقابلہ کیا تھا۔ اُس روز لاشوں پر لاشیں گری تھیں۔ سکھ بے دریغ قتل کئے گئے تھے۔ اُس وقت اس علاقہ کا نام ہی قتل گھر پڑ گیا تھا۔ لڑائی کے ڈیڑھ دو برس بعد انبالے کے منشی امین چند چیلیانوالہ سے گزرے تو اُس وقت بھی میدان میں ہر طرف ہڈیاں ہی ہڈیاں بکھری تھیں۔ سکھ اپنے مردوں کو جلا بھی نہ سکے البتہ انگریزوں کی نہ صرف عمدہ قبریں بنائی گئیں بلکہ چیلیانوالہ کے میدان میں یادگار مینار بھی اٹھایا گیا۔

اسی طرح جو انگریز گجرت کے آخری معرکے میں کام آئے، جہانگیر کے عارضی مدفن کے باہر ایک احاطے میں اُن کی بھی شاندار قبریں بنائی گئیں۔ یہ جگہ اُس وقت شہر سے باہر تھی تاہم اب شہری آبادی میں آ چکی ہے۔ میں وہاں جانا چاہتا تھا اور دیکھنا چاہتا تھا کہ جو حاکم کسی سرزمین کو چھوڑ جاتے ہیں، ان کے جانے کے بعد اُن کی یادگاروں کا کیا حال ہوتا ہے۔ گجرات میں میرے احباب وہاں جانے کی میری اس فرمائش سے لطف اندوز ہوئے۔

وہاں جانے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ پنجاب کے ان ہریالے علاقوں کے بیچوں بیچ کھڑی اُس مقبرے کی شاندار عمارت بھی دیکھوں جس کی قبر کا قصہ بہت دلچسپ ہے۔ علاقے کے لوگ کہتے ہیں کہ اس میں ایک ولی اللہ حضرت جہانگیر محو آرام ہیں چنانچہ منت مراد، عرس اور قوالی ان سب کا سلسلہ جاری ہے۔ لیکن تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے لوگ دوسری ہی بات بتاتے ہیں، راہ میں گجرات کے ایک بزرگ حکیم محمد عبدالرحیم صاحب سے ملاقات ہوئی میں نے اُن سے پوچھا کہ اس مزار میں کون دفن ہے؟ انہوں نے کہا۔

جی ہاں۔ مشہور ہے کہ وہ ایک بزرگ تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ جب جہانگیر

marfat.com

شوپیاں کے مقام پر مرا تو وہاں سے لا کر اس کی میت یہاں دفن کی گئی۔ دس بارہ گاؤں وقف کئے گئے۔ مسجد بنی، مزار بنا، بعد میں جہانگیر کی لاش لاہور لے گئے مگر یہاں دو وقت کا کھانا مسافروں کو ملتا رہا۔ صبح شام سو ڈیڑھ سو آدمی کھانا کھاتے تھے۔ روزانہ منوں آٹا پکتا تھا۔ کچھ عرصہ پہلے تک یہ سلسلہ جاری تھا مگر اب محکمہ اوقاف کچھ نہیں دیتا۔ فقیر اب بازاروں میں مانگ مانگ کر کام چلاتے ہیں۔

شاہ دولہ کے مزار سے چل کر، کھیتوں کے درمیان اچھی اور پختہ سڑکوں پر سفر کرتا ہوا، باغوں سے گزرتا ہوا میں جہانگیر کے مزار پر پہنچا۔ اونچی چار دیواری کے اندر اور اونچی سفید عمارت اور گنبد دور سے نظر آنے لگے۔ وہیں ایک احاطے کے اندر آٹھ دس قبریں تھیں جنہیں گلابی رنگ کے مسالے سے چنا گیا تھا۔ کبھی اُن پر صلیبیں کھڑی ہوں گی اور فرشتوں کی شبیہیں رہی ہوں گی، برگِ سبز دائرہ کئے ہوں گے۔ مگر وہ سب اب بکھر رہے تھے۔ قبروں پر لکھے ہوئے کرنیلوں اور جرنیلوں کے نام تک مٹنے لگے تھے۔

میں اس دیہاتی علاقے کے کسی باشندے کی زبانی سننا چاہتا تھا کہ جہانگیر کے مقبرے میں کون دفن ہے۔ یہاں انگریز فوج کے یہ افسر کیسے مرے تھے اور اب ان کی قبروں کا یہ حال کیوں ہے؟ اچانک کہیں سے وہ شخص آ نکلا جس کے پاس میرے سارے سوالوں کے جواب تھے۔ یہ تھے فضل حسین جو چالیس برس سے درگاہ کی خدمت کر رہے ہیں۔ وہیں کھیتوں کے درمیان نیم پختہ سڑک کے کنارے درختوں کی چھاؤں میں گفتگو کا سلسلہ چل نکلا۔ جہانگیر کی قبر کے اور انگریز فوج کے افسروں کے وہ ایسے ایسے قصے سنا رہے تھے کہ ایک بار تاریخ نے گردن ڈال دی ہوگی۔ کہنے کو یہ سادہ لوح دیہاتی کی باتیں ہیں مگر کچھ باتیں دھیان سے سننے کی بھی ہیں۔

marfat.com

شاہ دولہ کی درگاہ سے دور برکت علی کے مدینے سے عشق کی تانوں سے پرے، گجرات کے لہلہاتے کھیتوں کے بیچ، صافے لپے کرتے اور تہ بند میں ملبوس گھنی مونچھوں والے فضل حسین سے میں نے پوچھا کہ اس سفید براق گنبد کے اندر کس کا مزار ہے۔

یہ حضرت شاہ جہانگیر صاحب، سید پاک کا مزار ہے۔

میں نے پوچھا اس احاطے کے باہر کچھ چھوٹی، کچھ بڑی انگریز فوجی افسروں کی قبریں ہیں، یہ کس زمانے کی ہیں، آپ کو معلوم ہے؟

فضل حسین جھٹ بولے، یہ قبریں جو ہیں یہ 1849ء میں جب سکھوں اور انگریزوں کی جنگ ہوئی اور چیلیانوالہ کے بعد جب یہاں پر پہنچے تو ہمارے بزرگوں نے ہمیں بتایا کہ سکھ ہمارے گاؤں میں آ گئے اور وہ بڑھئیوں کے گھر میں پہنچ گئے۔ انگریزوں نے کہا کہ ہم جُوڑی والے کو مارے گا۔ سکھوں کے سر پر جُوڑی ہوتی ہے۔ اُن لوگوں نے بال کٹوانے شروع کر دیے۔ سکھوں نے کہا ہمارے بال کاٹ دو ورنہ انگریز ہمیں مار دے گا۔ جس کے سر پر جوڑی دیکھتا اس کو گولی مار دیتا۔ انہوں نے جوڑیاں کٹائیں اور کچھ بھاگ کر دربار شاہ جہانگیر کی حدود میں، سید ولی کی پناہ میں داخل ہو گئے۔ یہاں صرف یہی مکان تھا پرانے زمانے میں وہ۔ جس وقت ادھر بھاگے انگریزوں نے ان پر فائرنگ شروع کر دی۔ ایک دو گھنٹے فائرنگ کی اور انگریز فوج کے جتنے افسر تھے سب جرنل اور لیفٹیننٹ، وہ سب خود بخود مرنے لگ گئے۔ انگریز نے سوچا یہ کہاں سے گولی آ رہی ہے۔ گولی تو سکھوں کے پاس ہے ہی کوئی نہیں، گولی تو صرف ہمارے پاس ہے۔ پھر ہمارے افسر یہ کہاں سے مر رہے ہیں؟ اب انگریزوں نے ہمارے گاؤں والوں کو اور ہمارے بزرگوں کو اکٹھا کیا۔ اُن سے پوچھا کہ یہاں سے گولی کون چلاتا ہے؟ یہ بتاؤ کہ گولی کون چلا رہا ہے؟ ہمارے اتنے

marfat.com

افسر مر گئے ہیں۔ اس پر ہمارے بزرگوں نے کہا کہ یہ پیر پادری ہے، سید ہے، ولی ہے ادھر جو گولی چلائے گا گولی واپس آ کر اسی کو لگے گی۔ ادھر گولی مت چلاؤ۔ اس کے بعد جتنے افسر مرے تھے ان کی لاشیں جمع کر کے ان کو یہاں دفن کیا۔

میں نے فضل حسین سے کہا۔ اب تو ان قبروں کی حالت بہت بری ہے۔ ان کی کوئی دیکھ بھال ہوتی ہے؟

انہوں نے کہا! اب دیکھ بھال ان کی کوئی بھی نہیں ہے۔ وہ انگریز تھے، وہ کرتے تھے۔ ہم تو اپنے مزاروں کی حفاظت کرتے ہیں۔ انگریزوں کی تو ہمارے ساتھ دلچسپی ہی کوئی نہیں، یہاں تو جانور پھرتے ہیں اپنا چرتے ہیں، کھاتے، پیتے ہیں، بول پیشاب کرتے ہیں۔ وہ لوگ چلے گئے، ان کا بھی احترام ختم ہے۔ احترام تو گھر والے کرتے ہیں دوسرا تو کوئی کرتا ہی نہیں ہے۔ جس کا کوئی رشتہ دار ہوتا ہے اُس کی سمجھ لو قدر رہوتی ہے۔

marfat.com

موضع پل شاہدولہ

موضع پل شاہدولہ پشاور سے گوجرانوالہ ایمن آباد سے لاہور جاتی شیر شاہ سوری روڈ پر واقع ہے۔گاؤں نالہ ڈیک کے کنارے واقعہ ہے۔نالہ ڈیک پر کبیر الدین شاہدولہ دریائی نے پل تعمیر کیا ہوا ہے۔شاہدولہ دریائی شہنشاہ جہانگیر کی فوج میں انجینئر تھے۔شاہ صاحب پل ڈیزائن کرتے تھے اور تعمیر کراتے تھے۔شاہدولہ دریائی کا کئی سال یہاں قیام رہا۔پل کے قریب ہی 8/10 ایکٹر پر واقعہ باغ تھا۔جس کے درمیان ایک ایکٹر حوض تھا اور باغ کے ایک طرف ایک بنگلہ تھا جس میں مغل شہزادے، شہزادیاں دوران سفر ٹھہرتے تھے۔پل کے قریب نالہ ڈیک کے کنارے ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد چھوٹی اینٹوں کی تعمیر کی گئی۔مسجد کی چھت لنٹر کی طرح ہے اور مسجد کے ساتھ کنواں بھی تعمیر کیا گیا ہے۔پل تعمیر کرنے کیلئے گاؤں میں ایک اینٹوں کا آوا تھا جہاں چھوٹی اینٹیں تیار کی جاتی تھیں۔پل چونے سے تعمیر کیا گیا ہے۔پل قدیم ورثہ کا نادر نمونہ ہے سارے ملک میں اس جیسا پل نہیں ہے۔پل ڈبل سٹوری ہے۔پل کے پانچ در ہیں۔دروں کے درمیان شلف ڈال کر دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔عام طور پر پانی نچلے حصے سے گذرتا ہے جب بارشوں کے موسم میں سیلاب آتا ہے تو پانی پل کے اوپر کے حصے سے بھی گزرتا ہے۔بڑے بڑے سیلاب بھی آتے ہیں کبھی پل، پانی کے نکاس میں رکاوٹ نہیں بنا۔پل کے پانچ دروں کے نچلے حصے میں پانی ایک دو سنہ 5/6 فٹ چوڑا بنایا گیا ہے۔کوئی شخص ایک موری سے ہوتا ہوا آخری موری میں جا سکتا ہے۔پل کے اوپر چاروں کونوں پر چار مینار تھے۔پل تعمیر کرنے کیلئے نالہ

marfat.com

ڈیک کو پختہ دیوار سے بند کر کے نیا نالہ کھود کر پانی کافی نیچے جا کر نالہ ڈیک میں جا گرتا ہے۔ پل سے گزرنے والے راستہ کے دونوں جانب پختہ دیوار کافی دور تک تعمیر کی گئی تھی۔ جس کے آثار آج بھی موجود ہیں۔ جہانگیر کے عہد میں گاؤں میں ایک بڑا کنواں جسے باؤلی کہتے ہیں تعمیر کیا گیا تھا۔ جس کے آثار آج بھی موجود ہیں۔ پل سے تھوڑی دور جانب لاہور سڑک کے دونوں جانب ڈاک لے جانے والوں کیلئے گنبد تعمیر کئے گئے تھے۔ لاہور سے شیر شاہ سوری روڈ براستہ پل شاہدولہ ایمن آباد آتی تھی اور ایمن آباد سے ایک سڑک جموں کو جاتی تی اور شیر شاہ سوری روڈ گوجرانوالہ سے ہوتی ہوئی پشاور کی طرف سے نکل جاتی ہے۔ موضع پل شاہدولہ ایمن آباد سے 6 میل کے فاصلے پر ہے۔ سید محمد لطیف نے تاریخ پنجاب میں موضع پل شاہدولہ کا ذکر کیا ہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وارثوں میں گاؤں کے قریب لڑائی ہوئی تھی۔

شاہدولہ دریائی نے پل کے قرب درسگاہ قائم کی ہوئی تھی جہاں دینی تعلیم دی جاتی تھی۔ ہر روز بعد نماز عصر آپ محفل سجاتے تھے جہاں آپ کے دائیں جانب مسلم لوگ اور بائیں جانب غیر مسلم بیٹھتے تھے۔ آپ علم و عرفان کی باتیں کرتے۔ مسلم و غیر مسلم آپ سے سوال کرتے اور آپ کی پیاس بجھاتے۔ سکھ پنتھ کے پانچویں گوروارن دیو جی مہاراج کی آپ سے یہیں ملاقات ہوتی تھی۔ ان کی ملاقات کی خیالی تصویر لندن میں چھپی ہے۔ پل کی تعمیر کے دوران آپ شام کو کاریگروں اور مزدوروں کو اپنے مصلے کے نیچے سے پیسے نکال کر مزدوری دیا کرتے تھے۔ ایک رات ایک مزدور نے آپ کو عبادت میں محو دیکھ کر مصلے کے نیچے سے پیسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہاں کوئی پیسہ نہ تھے۔ اس نے زمین کھودنی شروع کر دی لیکن نیچے سے کوئی رقم نہ نکلی مزدور نے زمین برابر کر کے مصلے کو بچھا دیا

marfat.com

۔اگلے روز آپ نے مزدوری دیتے وقت اس مزدور کو جب دگنی دیہاڑی دی تو سب مزدوروں نے احتجاج کیا تو آپ نے فرمایا بھائی یہ رات کو بھی مزدوری کرتا رہا ہے۔اس لئے اس کی مزدوری دگنی بنتی ہے۔مزدور آپ کے قدموں میں گر گیا اور آپ نے اسے معاف کر دیا۔پہلے پہل پل ڈبل تعمیر کیا گیا تھا یعنی دو پل تھے۔یکطرفہ آمدورفت تھی پل کے دروں کے اوپر کے حصے میں دروازے لگائے گئے تھے۔جب سیلاب آتا تھا تو اوپر کے دروازے کھول دیئے جاتے تھے۔ایک دفعہ رات کو ایک دم سیلابی ریلہ آیا جو پل کے دروازے نہ کھل سکے اس طرح ایک پہل پانی میں بہہ گیا جس کے آثار آج بھی موجود ہیں۔اب لوگ ان پتھروں پر سے چل کر پل کے درمیان بیٹھ سکتے ہیں اور پانی نیچے سے گزر رہا ہوتا ہے۔نالہ ڈیک صدیوں سے بہنے کی وجہ سے کافی گہرا ہو گیا تھا زمین پانی نکلتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے چشمے بنے ہوئے تھے جنہیں مقامی زبان میں سوئے کہتے تھے۔ایالی لوگ سوئے گرد مٹی کی دیوار بنا دیتے تھے اور ٹھنڈا شفاف پانی سوئے سے ابلتا ہوا اس چار دیواری کے اوپر سے گزر کر ندی کا حصہ بن جاتا اور ایالی وہاں سے پانی پیتے تھے۔اب نالہ ڈیک کے دونوں طرف بند بنانے کیلئے مٹی ڈالی گئی ہے جو بارشوں کی وجہ سے نالہ ڈیک پُر ہو گیا ہے اور سوئے بند ہو گئے ہیں۔پل کے نچلے در بھی مٹی سے بند ہو گئے ہیں۔صرف 2/3 فٹ فاصلہ رہ گیا ہے ورنہ دروں کے نچلے حصے سے لوگ مچھلیاں پکڑا کرتے تھے۔پل اس وقت شکست و ریخت سے دوچار ہے۔حکومت نے کبھی بھی پل کی مرمت وغیرہ پر توجہ نہ دی ہے۔ پل قومی ورثہ کا اعلیٰ نمونہ ہے۔بیرون ملک سے لوگ دیکھنے آتے ہیں۔یورپ سے سیاح آتے رہتے ہیں۔

marfat.com

مجذوب گھر کا قیام

حضرت شاہدولہ دریائی کی بے لوث سماجی خدمات برصغیر کی تاریخ کا وہ خوبصورت اور روشن باغ ہیں جنہیں تمام مذاہب کے ماننے والے لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ شاہدولہ صاحب نے گجرات میں اپنی رہائش گاہ کے قریب مجذوب گھر کے نام سے ذہنی معذور افراد کے قیام اور طعام کیلئے ایک ادارہ بھی قائم کیا تھا جس میں ایسے مفلوک الحال بچے، بڑے اور بوڑھے داخل کیے جاتے جو عموماً اپنی حالت (بھوک اور رفع حاجت وغیرہ) سے بے خبر رہ کے یہ ادارہ شاہدولہ صاحبؒ کے لنگر خانہ کے ساتھ ہی قائم ہوا تھا اس میں داخل مریضوں کو کھانا کھلانے، نہلانے اور کپڑے پہنانے کے ساتھ ساتھ اُن کی رفع حاجت کی ضرورت کا خیال رکھنا اس ادارہ کے ملازمین کے ذمہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی حضرت شاہدولہ دریائیؒ کی نظر میں آ جانے والے لوگ ایک ٹیم کی شکل میں گندی نالی کی صفائی، پلوں، نالیوں اور مساجد کی تعمیر کے کام بھی جاری رکھتے تھے۔ مجذوب گھر آپ کی رحلت کے بعد آپ کے بیٹے بہاون شاہ کے دور تک قائم رہا جس کے باعث چھوٹے سروں والے مریضوں کو شاہدولہ کے چوہے کہہ کر ان افراد کی پیدائش کو حضرت کی کرامت کہنے کی روایت قائم ہوئی جو سراسر غلط ہے۔ کیونکہ اللہ کے ولیوں کی کرامتیں انسانیت کو خوشی سے آشنا کروانے کیلئے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ دکھ اور تکالیف دینے کیلئے نہیں۔ حضرت شاہدولہ ”دریائی کا چھوٹے سروں والے مریض انسانوں سے صرف اتنا ہی ناتا ہے کہ انہوں نے ایسے افراد کیلئے اپنی زندگی میں ایک رفاہی ادارہ تعمیر کیا تھا۔

marfat.com

خانقاہ حضرت شاہدولہ

تواریخ گجرات کے مصنف مرزا اعظم بیگ حضرت شاہدولہ کی شخصیت پر یوں روشنی ڈالتے ہیں۔ جانب مشرق اس قصبہ گجرات کی خانقاہ شاہدولہ صاحب ایک احاطہ میں عمارت پختہ موجود ہے۔ گرد اس کے گھر اُن کی اولاد کے اور خدمت گاران خانقاہ اور بعض اور لوگ کمیان کے اور گدی شاہدولہ صاحب کے نام وہ آبادی معروف ہے۔ عہد اکبر بادشاہ میں شاہدولہ صاحب فقیر باخدا ہوئے ہیں۔ یہ اُن کی خانقاہ ہے اور یہ مکان اس قصبہ کا ملکوں تک مشہور ہے اور یہ وہ صاحب ہیں جن کی بنوائی ہوئی بعض مقامات پر پل ضلع لاہور گوجرانوالہ، سیالکوٹ و گجرات میں موجود ہیں۔ مفصل ذکر ان کا تواریخ قصبہ گجرات میں درج ہے۔ عہد انتقال اُن کے ہر سال اولاد اُن کی عرس کرتی ہیں۔ دیہات گرد و نواح کے فقراء زہد اور عام مسلمان جمع ہوتے ہیں۔ ایک سو روپیہ تک خرچ کر کے گدی نشین اور باقی اولاد شاہ دولہ اور ان کی روئی ایکوقت کے نام خدا دیتی ہیں اور پوست، تماکو، افیون جو اکثر فقیر کھایا کرتے ہیں ان کو دیتے ہیں۔ شہر دار لوگ یا بعض دیہات گرد و نواح کے جو اس روز سلام کرنے آتے ہیں وہ پیسہ دو پیسہ یا غلہ جو کچھ توفیق ہووے بطور نذر خانقاہ پر چڑھاتے ہیں اس کی مختصر آمدنی حسب مندرجہ نقشہ ہوتی ہے سو اولادِ شاہدولہ صاحب تقسیم کرتے ہیں۔ اس سے سوائے ہر جمعرات کے دن خانقاہ پر میلہ ہوتا ہے۔ شہر و دیہات کے لوگ مختصر سو سے اندر تک سلام کرنے آتے ہیں۔ اور چڑاوہ پیسہ دو پیسہ یا غلہ حسب توفیق چڑھاتے ہیں۔

غرض اس خانقاہ پر ہر ہفتہ میلہ ہوتا ہے۔

marfat.com

دونوں عیدوں پر کہ مسلمانی تہوار ہیں۔ اس لیے میدان متصل خانقاہ شاہ دولہ صاحب وزیر آبادی اور ہر گنہ گجرات کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور نماز عیدین کے شہردار لوگ مسجد اندرون احاطہ خانقاہ شاہدولہ صاحب کے پڑھتے ہیں۔ دیہاتی لوگ اپنے اپنے دیہات میں ماز پڑھ کر آ جاتے ہیں۔ تمام دن رونق رہتی ہے اور جو لوگ سلام کو جاتے ہیں خانقاہ موصوف پر پیسہ دو پیسہ نقد یا کچھ غلہ نذر چڑھاتے ہیں کچھ خرچ گدی نشین کا نہیں ہوتا اور ہر مدت قدیم عید وفات شاہ صاحب سے جاری ہے۔

یہ خانقاہ تمامی پنجاب میں نامی مشہور ہے اور حضرت شاہدولہ صاحب کا خاص مسکن یہی شہر تھا اور یہاں ہی وفات کی۔ گردونواح خانقاہ کی اولاد اُن کی اور خدمت گاران خانقاہ آباد بہن اس آبادی کا نام گڑھی شاہدولہ مشہور ہے اور شاہدولہ صاحب قوم کے پٹھان بیان کرتے ہیں۔ بہر حال شاہدولہ اپنے ارادہ سے فقیر ہو گیا۔ مرد باخدا ہو چکا ہے۔ عمارت کا شوق ان کو بہت ہی تھا۔ خصوصی عمارات مفید عام مثل پل وچاہ کی سنی جاتی ہیں اور اس شہر میں بھی ایک پل محاذ دروازہ مشرقی نالی معروف شاہدولہ والی کے اوپر بنوایا ہوا ان کا موجود ہے اور اب تک مضبوط ہے۔ کچھ مرمت اس کی سرکار انگریزی نے کرائی ایک مسجد اور ایک تالاب پختہ جانب مشرق اسی شہر کی انہیں کا تعمیر کردہ تھا۔ کہ اب مسجد کا محراب اور کوئی کوئی زینہ تالاب کا بوجہ نشان باقی ہے۔ شہر سیالکوٹ میں خانقاہ امام علی الحق وغیرہ مزارات جو گرد خانقاہ موصوف ہیں بعمارت پختہ انہیں کی بنوائی ہوئی مشہور ہیں۔ بموجب عموم اعتقاد لوگوں کے کرامت خاص ان کی یہ مشہور ہے کہ ان کی حیات میں جو شخص واسطے اولاد دعا کراتا تھا۔

جب اس کے گھر اُن کی دعا سے اولاد ہوتی تھی تو پہلی اولاد اُس کے خواہ سیری ہو

marfat.com

خواہ دختری ہو ولی مسلوب الحوا کی سر چھوٹا کان بڑے دیوانہ مدہوش کہ اپنی خردونوش دستر عورت سے بنجر ہو پیدا ہوتا تھا۔ اس کو بطور چڑھاوا ونذر کی ان کی خدمت میں چھوڑ جاتے تھے۔ ایسے آدمیوں سے کوئی کام منعت کا نہیں نکلتا تھا۔ صرف روٹی کھا کر گرے رہتے تھے۔ ملک پنجاب میں یہ منت اب تک چلی آتی ہے اور حد مذکر یا مونث ایسا پیدا ہو وہ اب بھی اس کے والدین اس کو جب حالت رفاع سے باہر آوے معہ کسی قدر نقد کے بطور نذرانہ خانقاہ پر چھوڑ جاتے ہیں۔ اپنی پیدائش کو چوہا شاہدولہ موسوم کر رکھا ہے اور ہر سال ایک یا دو یا زیادہ علاقہ ملتاب وکابل وکشمیر وغیرہ ممالک پنجاب سے آ کر چڑھاوا چڑھاتے ہیں۔ اور کسی ملک سے نہیں آتے اور نہ ان کی پیدائش اور کسی ملک میں سنی جاتی ہے۔ زمانہ حال میں یہ گوٹ واسطہ رزق فقیروں کا کہ جو متوصل اس خانقاہ کے ہیں بن گیا ہے کہ جب چوہا پرورش پاتا ہے اور لائق چلنے پھرنے کے ہوتا ہے تب ایک ایک فقیر اس خانقاہ کا ایک ایک چوہا اپنے ساتھ بطور تبرک ونشان حضرت شاہدولہ صاحب کا لے کر ملک ملک مانگ لاتے ہیں اور لوگ اُن کو تعظیم دیتے ہیں اور خدمت کرتے ہیں۔ اور انکی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کو مریدان حضرت شاہدولہ صاحب سے جانتے ہیں اس امر عجب کی تفصیل بطور تخمینا دہ سالہ لکھی جاتی ہے۔

سخاوت شاہدولہ کی ہر ایک محتاج کو روٹی اُن کے پاس سے مل جاتی تھی۔ اُن کے وقت میں یہ عادت ہو گی کہ جو کوئی آدمی ہووے وہ اُن کے پاس آ کر رہتا تھا۔ اس کو روٹی مل جاتی تھی جب سے یہ رسم بنام چڑھاوا وہ اس جگہ جاتے ہیں یہ بات عقلاً صحیح ہے شاید کلام اُن کا خالی از تعجب ہووے مگر اس قسم کے آدمی کی پیدائش اس ملک میں ہوتی ہے اور شکل شبہات بھی ایک ہی ہوتی ہے۔ بہر حال عجب نمونہ قدرت ہے کہ عمر حضرت شاہدولہ

marfat.com

صاحب ڈیڑھ سو برس کے ہوگئی ہے عہد اکبر بادشاہ جہانگیر بچشم خدا دیکھا اور وسط عہد اورنگ زیب 1875 بکرمی کے وفات پائی۔ تاریخ وفات اُن کی یہ ہے۔

سرخیل آں عارف حق گزیدہ
بگو شاہ دولا بجنت رسیدہ

اور لفظ خدا دوست سے بھی ان کی تاریخ رحلت کی عیاں ہے اس دن کے بعد بروز جمعرات ہر کرمہ ہندوستان واسطے زیارت ان کی خانقاہ یہ جاتے ہیں اور عیدین میلہ بڑی دھوم دھام سے اوپر ہوتا ہے۔ پہلے ان کے مزار پر بہادن شاہ خلف رشید ان کے اب 1847 میں مکرر کرسی بلند کر کے بہ لاگت چھ سو روپیہ کی تعمیر ہوئی اس وقت امام شاہ ان کی اولاد سے سجادہ نشین تھا۔

marfat.com

حضرت شاہ دولہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: پروفیسر ریاض احمد مفتی

دربار کے سامنے سے گزرتے ہوئے سید صاحب (استاد محترم) نے کہا کوئی شاہدولہ پیر پر کچھ نہیں لکھ دیتا؟ انہوں نے ایلیٹ اور ایک دو اور مآخذوں کا ذکر بھی کیا۔ پھر ہم نے تذکرے دیکھنے کے لئے وقت نکالا اور کام آگے بڑھتا رہا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ شاہدولہ دو ہیں اور اتفاق سے دونوں گجراتی ہیں۔ مگر ایک کا تعلق گجرات کاٹھیاواڑ سے ہے اور دوسرے کا گجرات پنجاب سے۔ اسی وجہ سے حالات اور واقعات کے سلسلوں کا گڑبڑ ہو جانا لازمی تھا۔ اب ان کے حالات جدا جدا ملاحظہ فرمایئے:

شاہدولہ گجرات (کاٹھیاواڑی) کا نام سید کبیر الدین ابن سید سعید موسیٰ حنبلی بغدادی ہے۔ جائے پیدائش بغداد اور سن پیدائش ۵۰۰ھ (تقریباً) ان کے والد پیر بغدادی شیخ محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی کے خاص دوست تھے۔ شاہدولہ کو بھی شیخ جیلانیؒ سے ارادت تھی۔

شیخ اپنی کتاب کرتبہ الوحدت میں لکھتے ہیں:

میں نے بتاریخ انیسویں ماہ رجب 521 ہجری بروز پنج شنبہ بعد نماز مغرب سید کبیر الدین شاہدولہ بن حضرت سید سعید موسیٰ حنبلیؒ دوست عمومی حقیقی اپنے کو بیعت توبہ سے مشرف کر کے تعلیمات کیفیات باطنی سے بہرہ مند کیا اور ترقی کیفیت باطنی میں متوجہ کر دیا۔

اس واقعہ کی تصدیق شاہدولہؒ صاحب نے اپنی کتاب تحفۃ الارواح میں فرمائی

marfat.com

ہے۔"میں بائیس سال کی عمر میں بتاریخ 19 ماہ رجب 521 ہجری بروز پنج شنبہ بعد نماز مغرب بیعت توبہ سے حضرت قطب ربانی غوث صمدانی شیخ محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی کریم الطرفین الحسنی والحسینی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر مشرف ہوا اور تعلیمات کیفیات باطن سے بہرہ مند ہو کر ترقی باطن کی طرف مصروف ہو گیا۔

ستائیس سال بعد شیخ کی کامل توجہ مرید خاص کی طرف ہوئی۔ بحوالہ کرتبہ الوحدت نو ماہ ذی قعد 548 ہجری بروز دوشنبہ بعد عصر محفل عام سامنے بٹھلا کر بیعت امامت وارشاد سے مشرف کیا۔کلاہ جو اپنے شیخ حضرت ابوسعید مبارک ابن علی مخذومی سے ملی تھی اور آپ تک سلسلہ بہ سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پہنچی تھی۔ اپنے ہاتھ شاہ دولہؒ کے سر پر اڑھائی اور عمامہ اپنے ہاتھ سے باندھ کر خرقہ پہنا دیا۔ اور خطاب قطب الاسرار حبیب کے ساتھ خلافت دی۔

اس واقعہ کی تصدیق الارواح اسرار غوث اکبر الکبیر من تصنیف سید کبیر الدین شاہ دولہؒ سے ہوتی ہے۔تحفۃ الارواح میں یہ بھی مذکور ہے کہ شیخ نے سند خلافت کے ساتھ دو غلام عبدالغفور ابدال اور شاہ منور علی عطا فرمائے۔ اس واقعہ کے بعد شیخ کی زبان پر یہ اشعار جاری تھے۔

انا فی حضرت التقریب واحدی — یعرفنی وحسبی ذوالجلال

وکل ربی لہٗ قدم — وانی علیٰ قاتل بنی بدر الکمال

مریدی لا تحف واش فانی — عزوم قاتل عند القتال

عبدالقادر المشہور اسمی

وجدی صاحب عین الکمال

marfat.com

شاہ منور علی سے بیعت خلافت شاہ دولہؒ نے سترھویں ماہ ربیع الاول 587 ہجری بروز دوشنبہ بوقت عصر بغداد میں لی اور نفس بغرمی کا خطاب دے کر عبدالغفور ابدال کو خدمت کے لئے ساتھ کر دیا۔ منور علی عبدالقاہر سہروردی کے بھانجے تھے ان کا شجرہ نسب یہ ہے کہ شاہ منور علی بن سید عبداللہ بن سید عبدالرحمان بن سید عثمان بن القاسم جنید بغدادی۔

پھر شاہ منور علی آلہ آباد آ گئے۔ شاہ منور علی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

اٹھائیس برس کی عمر میں بتاریخ اکیسویں ماہ ذوالحجہ 19 ہجری بروز یک شنبہ بعد نماز مغرب سید عبدالقادر جیلانیؒ کے ہاتھ پر بیعت توبہ سے مشرف ہو کر بائیس برس وضو کرانے کی خدمت پر مامور رہا۔ بتاریخ 27 ماہ شوال 541 ہجری بروز چہار شنبہ وقت ظہر کے حضرت ممدوح کو وضو کرا رہا تھا۔ میں نے عرض کی یا حضرت آب حیات کی کیا کیفیت ہے۔ جس کو نوش کرنے سے حضرت خضر علیہ السلام کو حیات ابدی حاصل ہوئی۔ حضرت ممدوح نے ایک جرعہ آب سیدھے ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمایا۔ اس وقت فقیر کے ہاتھ میں ساڑھے چھ سو برس کی عمر کا آب حیات ہے تو نوش کر لے۔ میں نے اسی وقت نوش کر لیا۔ اس وقت میری عمر 50 سال کی تھی۔۔۔۔۔۔۔ الخ

بتاریخ نویں ماہ ذی قعد 548 ہجری بروز دوشنبہ وقت عصر سے حسب حکم جناب ممدوح حضرت کبیر الدین شاہ دولہ صاحب گجراتی کی خدمت میں سرگرم عمل رہا۔ پھر قطب الاسرار حبیب شاہ دولہ گجراتیؒ نے مجھے بتاریخ سترھویں ماہ ربیع الاول 587 ہجری بروز دو شنبہ بوقت عصر بیعت خلافت ارشاد سے مشرف کیا۔

یہ واقعہ شیخ عبدالقادر کے وصال کے سولہ برس بعد کا ہے۔ شیخ کا وصال سترھویں ماہ ربیع الثانی 571 کو قبل از نماز جمعہ ہوا۔

marfat.com

شاہ دولہؒ نے مجھے اپنی کلاہ مبارک اور ایک جلد دعائے حرز ایمانی کی عنایت فرما کر آلہ آباد بھیج دیا۔ اور خود حسب الحکم سید عبدالقادر جیلانیؒ کے بغداد شریف میں حضرت سیف الدین عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ صاحبزادہ کلاں کو صاحب سجادہ کر کے بلدہ گجرات تشریف لے آئے کہ واقع سرحد ولایت افاغنہ میں ہے۔ (حقیقت گلزار صابری)

الفاظ بلدہ گجرات سے دھوکہ ہوا اور مفتی احمد یار خان صاحب غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔ انہوں نے گجرات کو گجرات پنجاب تصور کر لیا اور شاہدولہ گجرات (پنجابی) کو کبیر الدین شاہ دولہ گجرات (بغدادی کاٹھیاواڑی) جانا اور اسی لئے انہیں غوث الاعظم کا خلیفہ اعظم کہا۔

حالانکہ یہ صاحب تحفۃ الارواح تھے جو سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کے وصال کے بعد گجرات کاٹھیاواڑ (جو ان دنوں پٹھانوں کی سرحد پر واقع تھا) تشریف لائے۔

ایک اور روایت ''درس القرآن'' کے طفیل شہرت پا چکی ہے کہ شاہ دولہؒ دراصل وہی دولہا ہیں جن کی برات دجلہ میں غرق ہو گئی تھی۔ جسے بارہ سال بعد حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے کرامت کے روز سے باہر نکالا تھا۔ اس روایت کا تذکرہ نہ پیر بغدادی کی کتابوں میں ہے نہ تحفۃ الارواح میں نہ شاہ منور کی تصنیف میں معلوم نہیں اس روایت کا ماخذ کیا ہیں۔

اب ہم حضرت شاہدولہ گجراتیؒ (پنجابی) کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں بحث کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ آسمان فقر و ولایت کے دوسرے درخشندہ ستارے ہیں۔ کہتے ہیں شاہدولہ گجرات (پنجابی) کا سلسلہ نسب شاہ بہلول لودھی سے ملتا ہے۔ منشی گنیش داس ''صاحب نامہ'' میں لکھتے ہیں۔

شاہدولہ دریائیؒ مرید سید ناسر مستؒ دراصل از قوم افغاناں بود۔۔۔۔۔۔الخ

marfat.com

لیکن ان کے مزار کے بیرونی دروازہ پر ان کا نام سید کبیر الدین شاہ دولہ گجراتیؒ تحریر ہے۔ان کی تاریخ پیدائش کسی تذکرے سے دستیاب نہیں ہو سکی۔ بہر حال آپ گجرات ہی میں پیدا ہوئے بچپن دے داغ یتیمی نصیب میں تھا۔غلام بنا لئے گئے اور ایک ہندو کے ہاتھ بیچ دیئے گئے۔

غلام زرخرید مہتا کھیم کرن معروف کھیما حلف برارداس بڈہرہ ساکن سیال کوت بود

کچھ مدت بعد انہیں آزاد کر دیا گیا۔ پھر وہ وڈیرہ کھتریوں کے ملازم ہو گئے۔ انہیں کام مال مویشی چراتے تھے۔ انہیں دنوں سیالکوٹ میں ایک درویش (جن کا مزار سیالکوٹ مشن ہائی سکول کے ہوسٹل کے مغرب میں ہے) شاہ سیداسرمستؒ تشریف لائے اور وہیں کھتریوں کے طویلے کے پاس ڈیرہ جما لیا۔ کنواں خود چل کر پیاسے کے پاس پہنچا تھا۔ دولہ سرمست کے مرید ہو گئے اور تقریباً ایک سو سال (؟) تک ان کی خدمت کی۔ شیخ کا آخری وقت قریب آیا۔ دولہ اس زمانہ میں گولہ (غلام) کہلاتے تھے۔ سرمست کا ایک اور غلام دولہ نامی تھا۔ صاحب سلیم التواریخ کہتے ہیں۔ شیخ نے اسے آواز دی، دولہ ہے؟ جواب دیا، جی گولہ ہے۔ کہا ضرورت نہیں۔ تھوڑی دیر بعد شیخ نے وہی سوال دہرایا اور وہی جواب پایا۔ فرمایا:

ہر کرا دہد مولا از گولہ شاہ دولہ گردد

اسی دن سے یہ شاہ دولہ ہو گئے اور گجرات تشریف لائے۔ منشی گنیش داس لکھتے ہیں۔

چوں زبدۃ الاولیاء شاہ دولہ از سیالکوت آمدہ در گجرات اقامت

marfat.com

نمود و تالاب و چاہ و مساجد و پل احداث کرد موجب از دیاد آبادی گشت
شجرہ مرشدی ان کا حسب ذیل ہے۔

- ...... شاہدولہ گجراتی
- ...... شاہ سیدا سرمست
- ...... شاہ مونگا
- ...... شاہ کبیر
- ...... شیخ شہر اللہ
- ...... شیخ یوسف
- ...... پیر برہان الدین
- ...... شیخ صدرالدین
- ...... شیخ بدرالدین
- ...... شیخ اسماعیل قریشی
- ...... شاہ صدرالدین
- ...... راجن قتال
- ...... شیخ رکن العالم رکن الدین
- ...... ابوالفتح ملتانی
- ...... شیخ صدرالدین عارف
- ...... شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی
- ...... شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحم اللہ تعالیٰ علیہم

marfat.com

میرزا اعظم بیگ لاہور تاریخ گجرات میں لکھتے ہیں۔

ان کو تعمیر عمارات کا بہت شوق تھا۔ خصوصاً عمارات مفید عام مثل پل، چاہ، تالاب اکثر مواقع پر بنوایا کرتے تھے۔ چنانچہ راستہ لاہور پر پل شاہ دولہ صاحب کے پائے جاتے ہیں اور گجرات میں اب تک ایک پل محاذ شرقی، قلعہ کی شرقی فصیل کے بیرونی دروازے (شاہدولہ گیٹ) کے بالکل سامنے اس خندق پر موجود ہے جہاں آج کل گندہ نالہ بہتا ہے۔ اوران دنوں دریا کا شفاف پانی شہر کی حفاظت کیا کرتا ہے۔

اس پل کی مرمت سرکار انگریزی نے کی تھی۔ میرزا اعظم بیگ کی تحقیق کے مطابق ایک مسجد اور ایک تالاب پختہ جانب مشرق اس شہر کے اب تک موجود ہے۔ اب صرف مسجد کا محراب اور کئی زینہ تالاب کا نشان باقی ہیں۔۔۔۔ تاریخ گجرات 1867ء میں تقریباً سو سال پہلے لکھی گئی تھی۔ اب سے مراد 1867 ہے 1967 نہیں ہے۔

سیالکوٹ شہر میں شاہ سرمست کا پختہ مزار، خانقاہ کی فصیل، خانقاہ امام علی الحقؒ اور مزارات جو گرد خانقاہ عمارت پختہ ہیں۔ یہ شاہ دولہؒ گجراتی کے بنوائے ہوئے ہیں۔ (سلیم التواریخ صفحہ 401)

خزینۃ الاصفیاء جلد 2 صفحہ 22 پر ان کے حالات زندگی اور معمولات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

ابواب فتوحات باطنی و ظاہری بروے مفتوح گشتہ۔ خوارق و کرامات بے حساب ازوے بظہوری آمدند و خلقے کثیر از حاجت مندان دنیا و عقبیٰ بخدمت وے حاضر آمدند بمرادات خودی رسیدند سباع وطیور چوں شاہین و باز شیر و پلنگ بسیار در سرکار وے می بودند و وے دست بر خزانہ غیب داشت۔ زر نقد بے شمار و بے حساب خرچ می کرد و مساکین

marfat.com

رامی داد و لنگر ہائے عظیم جاری می کرد و عمارات عالی از قسم چاہ و سرائے و پل و مسجد تعمیری فرمود۔ چنانچہ عمارات وے در گجرات و سیالکوت تا حال یادگار وے باقی اند۔ سرکار وے مثل سرکار امرو ملوک بودے۔ استغراق دوام شہود حقانی داشت، اکثر اوقات از ماسوائے اللہ بے خبری بود۔ و سرور مراقبہ می داشت باوجد تعلق بسیار مجرد بودے غرض از مشائخ متاخرین فتوحاتیکہ او را در عالم ظاہر و باطن حاصل شد احدے را از مشائخ کرام میسر نہ گردید و ہر چہ از خیر و شر از زبانش بر آمدے ہم چناں بظہور رسیدے و تیرے دعا ہائے وے گاہے از نشانہ خطا نرفت۔ و در سماع و وجد توجہ و غلوے تمام داشت مجلس عالی گاہی از سماع خالی نہ بودے۔ فقہے حاسداں و ملایاں خشک بروے محضرے نوشتند و در ایذائے وے کشیدند شاہجہاں بادشاہ کہ حاکم بے تعصب بودتن بایذائے وے درنداد

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ دولہؒ ایک مجذوب بزرگ تھے۔ جانوروں سے محبت کرتے تھے۔ غیب کے خزانوں پر ان کا تصرف تھا۔ عمارتوں کا شوق تھا۔ مسافروں غریبوں، مسکینوں کے لئے انہوں نے لنگر جاری کر رکھا تھا۔ سہروردی سلسلہ سے تعلق کے باوجود چشتیہ معمولات (سماع) پر عامل تھے۔ شاہجہاں ان کی عزت و تکریم کرتا تھا۔۔۔ سب باتوں کا ذکر تو موجود ہے مگر بچوں کے چڑھاوے کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ دراصل مائی کروسفالی (چھوٹا سر ہونا) ایک بیماری ہے جو ماں کے پیٹ میں بچہ کو لاحق ہو جاتی ہے۔ پیدا ہونے والا بچہ کوتاہ سر، گنگ اور مخبوط الحواس ہوتا ہے۔ اندھے لنگڑے، اپاہج بچوں کو ایک بوجھ تصور کیا جاتا ہے اس لئے انہیں مسجد میں حفظ قرآن یا فقہ اسلامی پڑھنے کیلئے بٹھلا دیتے ہیں۔ گونگے مخبوط الحواس بچوں کو تو ملاں بھی قبول نہیں کر سکتے۔ ان بچوں کے لئے شاہ دولہؒ کی خانقاہ جائے پناہ ہو سکتی تھی۔ جہاں انہیں کم از کم دو وقت کی روٹی تو میسر آ سکتی تھی۔ اس

marfat.com

وقت سے یہ رواج چل نکلا۔ پھر آدمی نے آدمی کو بھینٹ مان کر اسے گداگر بنادیا۔ شاہ دولہؒ کے چوہے گلیوں بازاروں میں بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔

میرزا محمد اختر دہلوی نے تذکرہ اولیائے ہند جلد 3 صفحہ 168,167 پر لکھا ہے۔

شاہدولہ اگر کسی کے واسطے دعائے فرزند کرتے تو اس سے اقرار فرمالیتے کہ جو پہلا لڑکا ہوگا وہ میری نذر تجھ کو اللہ اور دے گا۔

لیکن میرزا محمد اختر نے اس کا مآخذ نہیں بتلایا ہے۔ گجرات میں تو یہ بھی مشہور ہے کہ ماں باپ کا پہلا بچہ جو حضرت شاہدولہ کے مزار پر دعا کا پھل ہوتا ہے جب ان کے مزار پر چڑھاوا دیا جاتا ہے تو حضرت کے مجاور اس کے سر پر لوہے کا کڑا چڑھا دیتے ہیں اس طرح وہ چوہا، بن جاتا ہے مگر اس میں کوئی صداقت نہیں ہے۔

شاہ دولہؒ نے اکبری، جہانگیری اور شاہجہانی تینوں عہد دیکھے۔ یعنی 963ھ سے 1068ھ تک شاہدولہ نے اورنگ زیب کا عہد بھی دیکھا۔ اورنگزیب کی وفات 1075ھ میں ہوئی۔ اورنگ زیب کی بیگم راج محل شاہدولہ کی مرید ہوئی۔ راج محل کا انتقال 1121ھ میں ہوا۔ اور اسے بیگم شاہی مسجد کے احاطے میں دفن کیا گیا۔ مسجد و قراب تک موجود ہیں۔ شاہین کے ایک شمارہ میں مسجد بیگم پورہ کے عنوان سے ایک مقالہ تحقیقی شائع ہو چکا ہے۔

خزینۃ الاصفیاء میں شاہدولہ کے قطعہ تاریخ وفات درج ہے۔

چو شاہ دولہ ولی باعزت وجاہ

زدنیا رفت در فردوس شاداں

marfat.com

بسر و شدند تاریخ سالش

کہ شاہنشاہ دولہ قطب دوراں

مقامات محمود اور تاریخ گجرات میں ماہ تاریخ کی یہ بیت درج ہے۔

سرخیل آں عارف حق گزیدہ

بگوشاہ دولہ بجنت رسیدہ

تذکرہ اولیاء ہند جلد سوم اور تحفۃ الابرار جلد چہارم میں مادۂ تاریخ ہے۔

خدادوست ------------ 1075ھ

بتاریخ یک ہزار، ہشتاد و شش ہجری 1086ھ بزدم عالمگیری شاہدولہ رحلت فرمائے عالم بقاشد و مزارش زیارت گاہ مردم شد

حضرت شاہدولہ کے مزار پر تاریخ وفات کا سلسلہ میں یہ بیت رقم ہے۔

بتوحید آں عارف حق گزیدہ

بگوشاہ دولہ بجنت رسید

صاحب تاریخ گجرات لکھتے ہیں۔

مزار جانب شرق شہر بفاصلہ پنجاہ کرم بعمارت پختہ چونہ گچ اندر ایک احاطہ پختہ اور ایک مسجد پختہ مزار کے جنوب کو ہے اور گرد نواح خانقاہ کے خدمت گزاران خانقاہ آباد ہیں۔ اس آبادی کا نام گڑھی شاہدولہ ہے۔۔۔۔۔۔ الخ

تذکرہ اولیائے ہند صفحہ 167 و خزینۃ الاصفیاء جلد 2 صفحہ 22 میں ہے۔ کہ شاہدولہ ساری عمر مجرد رہے۔ مگر منشی گنیش داس صاحب نامہ میں صفحہ 160 الف پر لکھتے ہیں۔

marfat.com

خلف الصدق او (شاہ دولہؒ) دریائی، معرفت آگاہ پہاون شاہ ولی زیب سجادہ بود بتاریخ یک ہزار و یک صد و ہفت ہجری بحق پیوست حضرت پہاون شاہ را پنج پسر از دو زوجہ تولد سعادت یافتہ از اہلیہ اول مراد بخش و کام بخش و از زوجہ ثانی تین فرزند ایزد بخش حیات بخش و کرم بخش ایں ہمہ پنج تن چوں پنج پیر فیض بخش صغیر و کبیر بودند

صاحب سلیم التوارخ لکھتا ہے کہ مجاورین شاہ دولہؒ کی اولاد نہیں ان کے خلیفہ کی اولاد ہیں۔۔۔۔۔۔الخ

مقامات محمود کے مؤلف نواب معشوق یار جنگ بہادر صفحہ 369 پر ایک روایت چوہدری اللہ دین کی زبانی آوان شریف کے قاضی حضرت سلطان محمود کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

حضرت شاہدولہؒ کا نام کبیر الدین گجرات تھا اور سید تھے۔ آپ بغداد سے تشریف لائے تھے اور غوث الاعظم کے خلیفہ تھے۔

مفتی احمد یار خان صاحب نے بھی درس القرآن کے دیباچہ میں انہیں غوث الاعظم کا خلیفہ لکھا ہے اور ان کی عمر ساڑھے چھ سو سال بتلائی ہے۔ مگر یہ شاہدولہ گجرات کاٹھیاواڑی ہیں، تحفۃ الارواح کے مصنف (بحوالہ حقیقت گلزار صابری صفحہ 67، صفحہ 437)

تذکرہ اولیاء ہند جلد 3 صفحہ 12 پر غوث الاعظمؒ کے خلفاء کی فہرست موجود ہے۔ اس میں شاہدولہ گجراتی پنجابی کا ذکر نہیں ہے۔ غوث الاعظم کے پندرہ خلفاء کے نام یہ لکھے ہیں۔

- ...... شاہ ابو عمر قریشی بن مرزوق

marfat.com

- شیخ قصیب البان موصلی
- شیخ احمد بن مبارک بغدادی
- شیخ ابوسعید قیلوی
- شیخ صدقہ بغدادی
- شیخ عمر صیرنی
- شیخ محمد الاوانی
- شیخ ابوسعید بن شبلی
- شیخ حیات
- شیخ ابومو ید مغربی شعیب
- شیخ موفق الدین المقدسی
- شیخ صدرالدین قونوی
- شہاب الدین سہروردی
- سید احمد رفائی
- شیخ شمس الدین علی حداد بن عمر بغدادی

مسعود الحسن صاحب ایم اے تمغہ خدمت آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی کے سفرنامہ مطبوعہ نظام نو (مئی۔ جون۔ جولائی 67) سے ایک اور شاہ دولہ کا پتہ چلا ہے۔ جن کا مزار شاہی قلعہ کے اندر باگہ کے مقام پر ہے۔ راقم الحروف راج شاہی میں ایک دوست سے خط وکتابت کے ذریعے ان کے متعلق تحقیقات میں مصروف ہے۔

marfat.com

حضرت مولانا صاحبزادہ حکیم جواد الرحمٰن نظامی سیفی

حضرت مولانا حکیم جواد الرحمٰن نظامی سیفی عصر حاضر کے ایسے فاضل علمائے حق ہیں جن کی زندگی اتحاد بین المسلمین کی کاوشوں کا عملی نمونہ ہے۔ خوش اخلاق، خوش گفتار، مہذب اور پرخلوص جواد الرحمٰن نظامی مسلکی اور گروہی تعلقات سے بالاتر اپنے آستانے پر آنے والے ہر انسان کی عزت وتوقیر دل وجان سے کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ تمام مکاتب فکر کے لوگ انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حکیم جواد الرحمٰن نظامی سیفی نے ایک ملاقات میں حضرت شاہدولہ ولی دریائی کی روحانی، مذہبی اور معاشی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اگر اُن کی سماجی جدوجہد کو دیکھا جائے تو وہ حقوق العباد کے الٰہی احکامات کی مکمل تعمیر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ فروغ اسلام اور تشریح شرح کے حوالے سے بھی حضرت شاہدولہ دریائی کا کردار بڑا جاندار ہے۔

علاقہ کے لوگوں کی بنیادی تکالیف ومسائل کے حل کیلئے بھی اُن کا کردار بڑا مثالی ہے۔ اس لیے خدا کے اس ولی کو جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ حضرت شاہدولہ دریائی کے ان نیک اعمال کا ہی نتیجہ ہے کہ لوگ آج تک اُن کے دربار سے فیوض وبرکات سمیٹ رہے ہیں۔ انہوں نے چھوٹے سروں والے افراد کو شاہدولہ کا چوہا کہنے کی مذمت کرتے ہوئے کہ اللہ کے ولی اللہ کی رحمتوں سے انسانوں میں خوشیاں بانٹنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ پریشانیوں اور دکھوں کو کسی بھی ولی کی کرامت کا قرار نہیں دیا جاسکتا۔ انہوں نے کہا اب جبکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ چھوٹا سر ایک جینیاتی بیماری ہے تو ہمیں ایسے

marfat.com

افراد کو شاہ دولہ کا چوہا کہنے سے گریز کرنا چاہیے۔ ہماری اس معاشرتی کم علمی سے جہاں پر ایسے بچے علاج معالجہ سے محروم رہ جاتے ہیں وہیں پر ہمارا یہ طرز عمل اولیاء اللہ کی توہین کے زمرے میں داخل ہو جاتا ہے۔

marfat.com

حضرت شاہ دولہؒ کا دورِ حیات

تحریر: پروفیسر شریف کنجاہی

صفحات گذشتہ میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے کہ اس سے ایک بات واضح ہو جاتی ہے کہ شاہ دولہؒ صاحب کی کتاب زندگی کے پہلے اوراق شامل کتاب نہیں ہیں اور وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کہاں پیدا ہوئے، کب پیدا ہوئے اور ابتدائی عہد طفلی کس جگہ اور کس رنگ میں گذارا۔ بیشتر نے آپ کا سال ولادت اکبر کے پچیسویں سال جلوس کے مطابق 988ھ قرار دیا ہے کیونکہ کلانور میں وہ 963ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ اس کا ماٰخذ چراغ قادری ہی معلوم ہوتا ہے جس نے لکھا ہے کہ "مقرب حضرت مولا شیخ دولہ قدس اللہ سرہ العزیز را روزی عزت خان ولد سلطان شادماں گھکر التماس کرد کہ حضرت کیفیت مبدء و منشاء شریف خود بیاں فرمایند ایشاں از راہ توجہ و مہربانی کہ بحال او داشتند بقبول عرض او زبان الہام بر کشادند فرمودند کہ۔۔۔۔۔۔از جلوس اکبر بادشاہ سنہ بیست و پنج سال بر آمدہ بو کہ شیخ دولا از شکم مادر تولد کرد۔"

دوسری جانب کرامت انمہ مشتاق رام میں آیا ہے کہ "روزے بہاون شاہ ہمراہ گرفتہ برای ادای نماز در مسجد شریعت پناہ ممد شفیع تشریف فرمودہ بودند در آنجا پیش ازیں عابد خان صدر الصدور اتفاقاً آمدہ بود۔۔۔۔۔۔خان مذکورہ عرض کرد کہ سالہائے عمر حضرت حضرت تا چند است فرمودند کہ روز و شب۔ او تکرار کہ چیزے شمار سنون ہم گفتند کہ دم آید یا نیاید پس از لحہ او گفت کہ ہنگامیکہ جہانگیر شاہ بر تخت جلوس نمودہ بچہ عمر بودند، فرمودند بہاؤ ہر گاہ

marfat.com

پداریں مقدم شدہ در کلانور چوکی نشستہ اشارت بسمت بہاون شاہ کردند بقدو قامت ایں بھائی بودم۔ قاضی مسطور وغیرہ حاضراں قیاس نمودند کہ بہاون شاہ ریش و برودت آغاز دارد وقریب ہژدہ نوزدہ سالہ خواہد بود

یوں آپ کا سال ولادت 945ھ تک چلا جاتا ہے جس سے گکھڑوں والی داستان کا شیرازہ بکھرنے لگتا ہے۔ لیکن مشتاق رام مزید لکھتا ہے کہ چوں بجائی خود حساب نمودند یک صد و پنجاہ سال عمر حضرات راشمار کردند اور یوں اپنی پہلی بات کو بھی کمزور بنا دیا ہے۔

حقیقت گلزاری صابری تحریر کردہ تاریخ پیدائش کو ہم درخور اعتبار نہ سمجھتے ہوئے دوبارہ یہاں نقل نہیں کرتے کہ وہ کسی طرح بھی ان شاہ دولہ صاحب کی نہیں ہو سکتی جو گجرات (پنجاب) میں دفن ہیں اور یوں ہمارے پاس دو باہم متصادم معاصر حوالوں کے علاوہ کوئی بھی قابل قبول روایت نہیں ہے اور یہ المیہ صرف شاہ دولہ صاحب ہی کا مقدر نہیں بنا۔ عارف لوگوں میں سے بلکہ بہت سے دیگر مشاہیر کے ماہ و سال ولادت سے لوگ بے خبر رہے ہیں کیونکہ جس طرح پہلے عرض کیا جا چکا ہے ماں باپ اور خویش قبیلے کو پہلے دن ہی تو معلوم نہیں ہو جاتا تھا کہ آج اس عالم آب و گل میں آنے والا بچہ کل کس مقام و منزلت کا مالک ہوگا۔ افراتفری، تاخت و تاراج اور گھر بار چھوڑنے یا چھوٹ جانے کے ان ایام میں کتنے ہی بچے ماں باپ سے بچھڑ جاتے۔ بے سہارا ہو جاتے اور کسی کشتی کے اکھڑے تختوں کی طرح موجوں کے تھپیڑے کھاتے کدھر کدھر نکل جاتے عین ممکن ہے کہ شاہ دولہ صاحب پر بھی کچھ ایسی ہی بیتی گزری ہے۔

ولادت کے بعد ہم آپ کی وفات کی جانب آتے ہیں تو مطبوعہ کتب میں سے

marfat.com

خلاصہ التواریخ کے مطابق آپ کا وصال سترہ عالمگیری سال جلوس یعنی 1085ھ میں ہوا۔ چراغ قادری کے مطابق آپ 1086ھ میں جرعہ نوش جام بقا ہو گئے اور ان کی تاریخ وفات محبوب مولا شیخ دولا سے نکلتی ہے مشتاق رام نے لکھا ہے کہ۔

ولی شاہدولہ کہ از اوست بود

بذکرش شب وروز ہم اوست بود

خرد خواست چوں از وصالش خبر

سروشش بگفتا رخدا دوست بود

فرحت الناظرین میں جو شاہ عالم کے عہد کی تالیف ہے (اور کرامت نامہ مشتاق رام کی ہمعصر) تیسویں عالمگیری سال جلوس میں وفات پانا بتایا گیا ہے۔ یعنی 1097ھ میں ہو سکتا ہے۔ اس مصنف نے آپ کے چراغ قادری والی بتائی ہوئی اس سو دس سال کی عمر کہیں سے سنی پڑھی ہو اور چھبیسویں اکبر سال جلوس کو سال ولادت مان کر اس نے اندازہ لگا لیا ہو کہ وفات 1097 میں ہوئی ہو گی۔ محبوب مولانا شیخ دولہ سے تاریخ وفات 1088ھ نکلتی ہے تو مشتاق رام کے "خدا دوست بود" سے 1087ھ جب کہ مزار پر خلاصۃ التواریخ کی پیروی کرتے ہوئے سال وفات 1085ھ لکھا ہوا ہے اور اس شعر کے ساتھ

بتو حید آں عارف برگزیدہ

بگو شاہ دولہ بجنت رسیدہ

کیونکہ شاہ دولہ بجنت رسیدہ کے عدد 1085 بنتے ہیں اگرچہ پہلے مصرع میں عارفی برگزیدہ ہونا چاہیے تھا یہ وہی غلطی ہے جو اس مصرع میں بھی ہر جگہ دہرائی گئی ہے۔ گنج

marfat.com

بخشی فیض عالم دونوں جگہ یائے سے ترکیب با معنی بنتی ہے اور اضافت سے بے معنی ہو جاتی ہے۔ سلیم التواریخ میں پہلا مصرع یوں ہے۔ ''سرخیل آں عارف حق گزیدہ'' حالات زندگی کی طرف آئیں تو آپ کی زندگی کے بارے میں بھی قادری ہی ماخذ اول ہے اور اسی نے لکھا ہے کہ خاوند کے سر سے اٹھ جانے کے بعد نعمت خاتون نے چونکہ اپنی والدہ سے سن رکھا تھا کہ وہ پوٹھوہار کے رہنے والے ہیں اس لئے بیوہ وبیکس وعاجز ہندوستان سے بے ٹھکانہ ہو کر پوٹھوہار کو چل دی۔ لیکن چوں کہ سلطان سارنگ کو مرے مدت گزر چکی تھی اس لئے کسی نے اس کو نہ پہچانا اور خوش آمدید نہ کہا۔ چنانچہ اس نے پانچ سال موضع سہالہ میں گزارے جو پرگنہ پھروالہ کا ایک گاؤں تھا۔ وہاں محنت مزدوری کر کے دن کاٹے اور پھر موضع کالا میں چلی گئی جو پرگنہ روہتاس میں تھا۔ یہاں چار سال چکی پیس کر اس نے اپنا اور بیٹے کا پیٹ پالا اور یہاں ہی اپنی متاع حیات موت کے حوالے کر دی۔ شیخ اب طفیل یتیم وبیکس رہ گئے اور دریوزہ گری کرتے ہوئے قصبہ تخی سیالکوٹ میں جا پہنچے۔ وہاں قانون گوؤں کا ایک کارندہ مہتہ کیماں دولت مند اور بامروت آدمی تھا۔ اس کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی۔ شیخ کے طور طریقے اسے پسند آئے تو یتیمی وبیکسی پر ترس کھاتے ہوئے شیخ کو اس نے متبنیٰ بنا لیا اور بڑی ناز و نعمت سے ترتیب کرنے لگا۔ شیخ جوان ہوئے تو آثار بزرگی پیشانی سے ہویدا ہونے لگے۔ قانون گوؤں نے اپنی دانش اور کارگذاری کو دیکھتے ہوئے کیماں سے آپ کو لے لیا اور توشکخانہ کی ذمہ داری آپ کے سپرد کر دی۔ اس وقت بھی آپ میں کشادہ دلی اس حد تک تھی کہ ردِ سوال آپ سے ممکن ہی نہیں تھا اور جو کچھ پاس ہوتا آپ راہ خدا میں خرچ کر دیتے۔ پھر چونکہ تخی کے ہاتھ میں زر اور چھلنی میں پانی رہ سکتا تھوڑے ہی عرصہ میں توشک خانہ کا سارا مال اسباب سائلوں کی نذر ہو گیا۔ قانون گویوں کو پتہ چلا تو انہوں نے شیخ کو قید کیا اور طرح

marfat.com

طرح کی اذیتیں دیں۔ جب آپ بہت عاجز آئے اور جانا کہ سوائے مرگ کے چارہ نہیں ہے تو قانون گویوں کو کہا کہ متاع جنس تو مجھ سے خرچ ہو گئی ہے لیکن نقدی محفوظ ہے اور اسی توشہ خانہ میں مدفن ہے۔ اگر آپ مجھے آزاد کر کے وہاں لے جائیں تو میں وہ دفینہ نکال کر دے سکتا ہوں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ شیخ جب توشہ خانہ میں گئے تو چھری لے کر اپنے پیٹ میں کھونپ دی۔ قانون گویوں نے خیال کیا کہ اس حادثہ کا ان پر الٹا اثر پڑے گا اور ارباب عدالت سے کہیں باز پرس نہ ہو جائے۔ چنانچہ آپ کے علاج معالجہ میں لگ گئے۔ تین ماہ میں اندمال زخم ہوا تو قانون گویوں نے آپ کو آزاد کر کے سمجھا سستے چھوٹے۔ چونکہ حصول سعادت کا وقت قریب آچکا تھا اس لئے قریب کے گاؤں سہکوتی پرہ میں شاہ سیدا سرمست کی خدمت میں جا حاضر ہوئے۔

چراغ قادری کے بیان کردہ اسی داستان کو تمام تذکرہ نگاروں نے باندک تصرف لفظ و معانی تحریر آشنا کیا ہے لیکن یہ داستان کہاں تک اختراع و ایجاد ہے اس کا پتہ بھی خود داستان ہی سے لگ جاتا ہے کہ اول جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے کہ آپ کا سارنگالی ننھیال کی بات ہی غلط ہے اور اگر اسے مان بھی لیا جائے تو بھی اسے آپ کی والدہ کی دور اندیشی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ دہلی سے گوجر خاں کے قریب آنے کو توو سائل آمدورفت کی کمی کے اس دور میں تیار ہو جائے۔ جدھر راستہ میں دریا بھی پڑتے تھے لیکن عبدالرحیم لودھی کے رشتہ داروں میں سے کسی کی طرف اس کی چشم توقع نہ اٹھے۔ کیا ہم خود ہی سمجھ لیں کہ عبدالرحیم لودھی کے مرنے سے پہلے ہی اس کے قبیلے کے تمام لوگ لقمۂ اجل ہو چکے تھے۔ ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ آپ کی والدہ پوٹھوہار میں اور پھروالہ کے پرگنہ کے اندر جہاں مغلوں کے دور میں گکھڑوں ہی کا تسلط رہا کسی نے خندہ پیشانی سے قبول نہ کیا اور ماں نے

marfat.com

فوت ہو جانے کے بعد دولہ کو گداگری اختیار کرنا پڑی اور سیالکوٹ میں مہتہ کیاں (کھیما) نے اس بے یارومددگار بچے کو اپنے پاس رکھ لیا لیکن اگر اس وقت آپ کو اپنے ماں باپ کے نام ونسب یاد تھے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ ایک ایسا بچہ جس کی پیشانی سے آثار بزرگی آگے چل کر ظاہر ہونے لگے ہوں ایک ہندو کا متبنیٰ بننا گوارا کرے یا وہ اسے متبنیٰ بنا لے اور متبنیٰ بنانے والا عجیب خمیر کا تھا کہ بے اولاد ہونے کے باوجود جسے متبنیٰ بنا لیا اسے مستقل طور پر قانون گویوں کے حوالے کر دیا اور قانون گویوں نے قید میں اور قید سے رہائی کے بعد نہ اس نے ان کی خبر لی اور نہ انہوں نے اس کے پاس جانے کا خیال کیا جسے گویا بطور باپ قبول کر لیا گیا تھا۔

اب بالائے سرش زہوشمندی میں تافت ستارہ بلندی کی صورت میں دیکھیے کہ قانون گو اس کی دانش اور کارگذاری کو دیکھ کر جس میں کچھ وقت لگا ہوا کا آپ کو مہتے سے لے لیتے ہیں اور یہاں قانو گویوں کے پاس آ کر وہ ساری دانش اور کارگزاری دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ آخر کون سے پیمانہ اخلاق سے آپ اسے جائز قرار دیں گے کہ جسے توشہ خانہ کا انچارج بنایا جائے وہ ہی اس کی بربادی کے درپے ہو جائے اور پھر اس موت سے یا اذیت سے تنگ آ کر غلط گوئی سے کام لے۔ کوئی مذہب بھی اور بالخصوص اسلام اس قسم کے اقرار اور اقدام کو جائز نہیں سمجھتا اور یہ ساری داستان طرازی اتنی سی بات ثابت کرنے کے لئے ضروری سمجھی گئی کہ آپ شروع ہی سے کشادہ دست تھے۔

شاہ سیدؒ کی خدمت میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آ جانا آپ کی زندگی کا دوسرا قابل ذکر موڑ بتایا جاتا ہے اور حوالہ اول بھی چراغ قادری اور مشتاق رام ہیں۔ چراغ قادری نے اس توسل کو یوں بیان کیا ہے کہ شیخ دولہؒ کے شاہ سیدؒ کے حضور میں آنے سے

marfat.com

بہت پہلے منگو نام ایک خادم آپ کے پاس رہتا تھا جسے آپ کے مزاج میں بہت دخل تھا۔ شیخ پا گئے کہ اس کی رضا کے بغیر یہاں قدم ٹکانا ممکن نہیں ہو گا۔ چنانچہ اس کے ساتھ بھی سلسلہ مدارات قائم کیا اور دل و جان سے شاہ کی بندگی میں لگ گئے۔ ہمیشہ سیالکوٹ جا کر کسب گدائی کرتے اور کاسہ میں روٹیوں کے ٹکڑے سجائے شاہ سیدؒ کے حضور پیش کر دیتے۔ شاہ سیدؒ ان میں سے بقدر حاجت کھاتے اور کاسہ واپس کر دیتے جسے شیخ اب منگو کی طرف بڑھا دیتے جو اپنا حصہ لے کر ان کا حصہ ان کے لئے چھوڑ دیتا تھا خواہ اس کا پیٹ بھرا جاتا خواہ نہ بھرا جاتا۔ آٹھ پہر روزانہ اسی خوراک پر شاہ کی خدمت میں آپ کمر بستہ رہتے۔ شیخ کہتے ہیں کہ ایک دن شاہ سیدؒ نے غضب میں آ کر مجھے کہا کہ یہ مانگے کے ٹکڑے اور لوگوں کے چبائے ہوئے نوالے کب تک مجھے لا کر دیتا رہے گا کہ طبیعت ان کو کھانے سے کراہت کرتی ہے۔ کتنا اچھا ہو کہ دس ناخنوں کی محنت کی کمائی ہوئی طیب چیز لا کر دیا کرے جسے ہم کھایا کریں چنانچہ میں تعمیل ارشاد میں سیالکوٹ کو چل دیا جہاں ان دنوں پرانے زمانے کی عمارت زمین میں سے برآمد ہوئی تھی اور بادشاہ کے حکم کے مطابق وہاں سے اینٹیں اٹھا اٹھا کر نئے قلعہ کی تعمیر ہو رہی تھی میں نے اس کام کی اجازت لی اور کھدائی کرنے لگ گیا۔ مزدوری کا دستور یہ تھا کہ ایک ذرعہ زمین طولاً عرضاً کھودنے کا ایک تنکہ ملتا تھا اور وہ عمارت چونے وار گچ سے یوں مضبوط بنائی ہوئی تھی کہ بہت ہمت والا مزدور بھی دن بھر میں دو تین ذرعہ سے زیادہ نہیں کھود سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد سے میں نے ستر ذرعہ کھدائی کی جسے دیکھ کر کارپرداز حیران رہ گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ کسی آدم زاد کا کام نہیں ہو سکتا اور جب انہوں نے مجھے ستر تنکے دیئے تو میں نے چار تنکے لے لئے کہ اتنوں کی ضرورت تھی اور باقی لوٹا دیئے۔ بازار میں گیا دو تنکے کی کھچڑی اور تین بہلولی کا گھی اور ایک بہلولی کا ایندھن

marfat.com

خریدا اور کھچڑی میں گھی ڈال کر شاہ سیدؒ کے حضور پیش کر دی۔ آپ نے محبت بھری گالی دے کر کہا کہ تو نے خیال کیا ہوگا کہ آج اس قدر مشقت کی ہے اور تجھے پتہ نہیں کہ دن بھر کی محنت میں سیدا بھی شریک رہا ہے۔ ادھر آ اور میرے ہاتھوں کو دیکھ کہ ان پر کتنے چھالے پڑے ہوئے ہیں۔ بہر حال کھچڑی کھا کر آپ نے فرمایا کہ آج کھانے کا مزہ آیا۔ ہاتھ کی کمائی کی اپنی ہی لذت ہوتی ہے۔ اس میں سے تھوڑا سا تبرک مجھے بھی دیا۔ جسے کھاتے ہی میری دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں درد اٹھ کھڑا ہوا۔ آٹھ پہر ہائے وائے کرتے کٹ گئے تو منگو نے میرے واویلے سے متاثر ہو کر شاہ صاحب کے آگے سفارش کی کہ بڑا خدمتی آدمی ہے توجہ کیجئے کہ اسے درد سے نجات مل جائے آپ نے فرمایا کہ منگو تو نہیں جانتا کہ یہ میرا ذو متاع غلام ہے اور تو دیکھے گا کہ آج کل میں ہی میری ساری دولت غارت کر دے گا ایسے کو قرار واقعی سزا ملنی چاہیے تا کہ پتہ چل جائے کہ اپنے قاعدہ پر قائم رہتا ہے کہ نہیں پھر روئے مبارک میری جانب کر کے فرمایا کہ تمہارے درد کا علاج محلّہ قصاباں میں ہے۔ وہاں جا کر ذبح کی گئی گائے کے رودہ میں سے انہوں نے جو تازہ گوبر نکالا ہوگا اس میں اپنا ہاتھ ڈال دے میں نے ایسا کیا ہی تھا کہ درد کافور ہو گیا اور پھر نیند ایسی آئی کہ ایک دن رات وہیں سویا رہا۔ جب بیدار ہوا اور ہاتھ اس گوبر سے نکالا تو درد کا نشان تک نہ تھا۔ لیکن درمیان کی بڑی انگلی غائب تھی۔ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو توجہ کر کے فرمانے لگے کہ اے بندے تیرے وجود میں خودی تھی جواب کٹ گئی۔ اب تیرے اندر سے غیر والی کدورت نکل گئی ہے اور مایہ عبودیت باقی رہ گیا ہے۔ خاطر جمع رکھ کر ہماری عنایات کے تو قابل ہو گیا ہے میں کورنشات بجا لایا چنانچہ ہر روز میرے ال پر مہربانی فرمانے لگے۔ یوں بارہ برس آپ نے ان کی خدمت کی سعادت حاصل کی اور پھر شاہ سیدؒ کو اطلاق واسہال کا وہ مرض

marfat.com

لاحق ہو گیا جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے اور جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔ منگو جموں سے واپس آیا تو حالات کو بدلا ہوا پایا۔ رگ حسد اس میں پھڑک اٹھی اور اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر اس نے شیخ دولہ کو خوب پیٹا اور گلیم چھین کر گھر کو چلتا ہوا۔ آپ جب ضربوں سے کچھ بحال ہوئے تو سہکوتی پرہ چھوڑ کر سیالکوٹ چلے گئے جہاں لوگ آپ کے پاس ہجوم در ہجوم آنے لگے۔ یہاں آ کر آپ نے ایک بڑا تالاب اور ایک باغ مرمت کروائے جن کو قادری کے کہنے کے مطابق بعد میں مولوی عبداللہ نے ویران کر کے اپنا محلہ آباد کر لیا۔ امام علی الحق کے مقبرہ مقدسہ کا گنبد بھی بنوایا۔ ایک نالے پر بڑا پل بنوایا اور شاہ سیدآ اور پیر سبز کے روضہ مبارک بنوائے۔ عید گاہ شہر کے مغرب کی جانب بنوائی، خانقاہیں اور نشیمن اور تکیے درویشوں کیلئے بنوائے کہ جن کا شمار ممکن نہیں ہے ادھر جب منگو نے حس کو بے نتیجہ پایا تو گلیم واپس لا کر آپ کو دے دی اور خود بھی آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔

اہل قلم کو جب کسی بزرگ کی تحریر میں کوئی کمزوری محسوس ہوتی ہے تو اکثر اس میں کمی بیشی کر کے داستان کو گوارا کرنے کی سعی کی جاتی تھی۔ یہی صورتحال یہاں بھی ہے۔ اس کھٹکے کو دور کرنے کیلئے کہ سیالکوٹ جا کر اس طفل خام کی ملاقات مہتہ کیاں سے کیسے ہو گئی۔ منشی گنیش داس نے چہار باغ میں لکھا ہے کہ کیا وڈیرا (مہتہ کیاں) نے جس کا صحیح نام کھیم کرن بتایا گیا ہے اسے کسی سے خرید لیا تھا اور یہ اس دور کا عام دستور تھا لیکن کس سے؟ اس کا جواب ہمیں خزینۃ الاصفیاء میں ملتا ہے کہ در ہنگام طفولیت مادر و پدرش برحمت حق پیوستند وے یتیم بے پدر و مادر بماند و بعضی، ناحق شناساں بردے مستولی شدہ اور ابدست ہندواں فروختند، لیکن مؤلف کسی ہندو کا نام نہیں لیتا شاید اسے بھی ڈاکٹر احمد حسین قلعداری کی طرح کھیم کرن نام کے کسی وڈیرے کو شاہ دولہ کا معاصر بزرگ مانتے ہیں۔

marfat.com

تامل ہو کیونکہ ڈاکٹر احمد حسین قریشی کا کہنا ہے کہ گجرات کا قلعہ مہتہ کا مل کی نگرانی میں بنا اور 997ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچا اور کھیم کرن کو ڈاکٹر صاحب اس لڑی کا پانچویں پشت کا فرد گنتے ہیں یوں وہ کسی طرح بھی شاہدولہ صاحب سے اس قدر بڑا نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ کو خریدتا یا متبنیٰ بنا کر بے اولادی کا زخم سیتا یا ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی کھیم کرن اور ہو خزینۃ الاصفیاء کے مؤلف نے اس الجھن سے بچ نکلتے ہوئے یہی لکھنے پر اکتفا کیا ہے کہ "چوں درحالت بندگی وے مالک راز خدمات شائستہ خود خوشبو ساخت دے اور آزاد کرد" اس کے برعکس سلیم التواریخ کا مصنف لکھتا ہے کہ آپ وڈیرا کھتری کے مال مویشی چرانے پر نوکر ہو گئے۔

یعنی مذکورہ بالا راویوں میں سے اور نامذکورہ میں سے بھی بیشتر کیا وڈیرا کا آپ کے سلسلہ میں ذکر کرتے ہیں اور ان میں سے سرفہرست چراغ دین اور مشتاق رام ہیں جو شاہ دولہ ؒ کے معاصرین خوردسال ہیں لیکن زیادہ خوردسال بھی نہیں بھاون شاہ کے ہم سن سمجھ لیجئے اور دونوں نے یہ نام اگر شاہ دولہ ؒ صاحب سے نہیں تو بزرگ حلقہ نشینوں سے سنا ہو گا۔ ادھر بعض کو ازروی شجرہ کیا کے درمیان لانے سے انکار پر اصرار ہے جب کہ غلام سروری لاہوری نے اس کے درمیان سے نکال ہی دیا ہے لیکن اس پر سب متفق ہیں کہ آپ سیالکوٹ پہنچے اور وہاں سے شاہ سیدا ؒ کی خدمت میں باریاب ہوئے جن کو کرامت نامہ مشتاق رام میں سیدن سرمست بھی کہا گیا ہے لیکن ڈاکٹر احمد حسین قلعداری نے اپنی حالیہ زیر طبع تالیف میں جن کو سید ناصر سرمست کہا ہے اور چراغ قادری نے سیدا سرمست لکھا ہے

-

چراغ قادری کے برعکس خزینۃ الاصفیاء کا مصنف غلام سرور لاہوری رقم طراز ہے کہ حضرت سرمست کا ایک اور مرید بھی تھا جس کا نام دولہ تھا۔ (منگو نہیں تھا) اور حضرت

marfat.com

کا خیال یہی تھا کہ باطنی دولت اسی کو ارزانی کی جائے گی چنانچہ وقت موعودہ آیا (اور اس انداز میں نہیں جس میں قادری نے بیان کیا ہے) تو حجرہ میں سے آواز دی کہ اسے دولے ادھر آ۔ اتفاق سے وہ دولہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھا۔ شاہ دولہ موجود تھا اور وہ حاضر ہو گیا۔ آپ نے کہا تجھے نہیں بلایا دولے کو بلایا ہے۔ شاہ دولہ لوٹ آئے اور حجرے کے دروازے پر بیٹھ گئے اور پھر جس طرح قادری نے لکھا ہے مجبوراً باطنی دولت شاہ دولہ کو ارزانی کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہر کرا مولا دہد شاہ دولہ گردد" ایلیٹ نے لکھا ہے کہ جب وقت آخر آن پہنچا تو منگو مرید خاص کو بلایا لیکن اس نے رات گئے آنے سے انکار کر دیا۔ تین بار ایسا ہی ہوا تو پیر کچھ دیر خاموش رہے۔ صبح کو ہوش میں آئے تو کہا کہ خدا جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔ پس انہوں نے دلق درویشی شاہ دولہ کو دے دی۔ قادری کی روایت سے مختلف ایلیٹ لکھتا ہے کہ جب شاہ دولہ نے خدشہ ظاہر کیا کہ منگو اس سے وہ دلق لے لے گا تو آپ نے فرمایا کہ جو اس کو اٹھا لے گا یہ اسی کی ہو گی اور چونکہ وہ منگو سے اٹھائی نہ جا سکی اس لئے شاہ دولہ صاحب نے اسے جھاڑ جھٹک کر زیب بدن کر لیا۔ ایلیٹ یہ بھی لکھتا ہے کہ باری باری اور چیلوں نے بھی اس گلیم کو اٹھانا چاہا اور پھر منگو کے ساتھ مل کر بھی جسے موکھو بھی لکھا گیا ہے سب نے اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ شاہ دولہ کے سوا کسی سے اٹھائی نہ گئی۔ ایلیٹ یہ بھی اشارہ کرتا ہے کہ اس واضح کامیابی کے باوجود جو شاہ دولہ کو حاصل ہوئی اور گلیم زیب تن کر لینے کے باوجود ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حاسد پیر بھائیوں نے شاہ دولہ صاحب کا وہاں رہنا دشوار کر دیا اور آپ سیالکوٹ سے نکل کر دس سال تک اسی نواح میں رہنے کے بعد گجرات میں اقامت گزیں ہو گئے لیکن سلیم التواریخ کے مصنف کے مطابق شاہ دولہ صاحب اپنے مرشد کی اجازت سے اور ان سے اشارہ پا کر ہی گجرات رہنے لگے

marfat.com

تھے۔ جہاں سے گاہے بگاہے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اب اگر اسے درست مان لیا جائے تو قادری اور ایلیٹ کی بیان کردہ گلیم درویشی والی باتیں ایک اختراع ہو کر رہ جاتی ہیں اور شاہدولہ گروو والی روایتیں بھی بدقسمتی سے سلیم التواریخ میں سے حوالہ نہیں مل سکا جس کی بنا پر اس بات کو وزن کیا جاسکے کہ کیا واقعی شاہ دولہ صاحب اشارہ مرشد پا کر گجرات چلے گئے تھے۔ چراغ قادری نے ایک جگہ لکھا ہے کہ امام علی الحق نے ایک بار خواب میں آپ کو اشارہ کیا تھا کہ لوگ تمہارے پاس ہر وقت یوں بیٹھے رہتے ہیں کہ ان کو میرے پاس یعنی میرے روضہ پر آنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ اس لئے تم گجرات چلے جاؤ اور وہ تعمیل ارشاد میں گجرات چلے گئے۔

ان ہم آہنگ نہ ہوتی ہوئی روایتوں میں سے ہمارے پاس احتیاط کی راہ یہی رہ جاتی ہے کہ ہم شاہ صاحب کو شاہ سیدؒ کا مرید تسلیم کریں اور گلیم اٹھانے والی بات کو علامتی انداز میں بیان سمجھیں جس کے مافیہ کی تصدیق وقت نے کر دی کہ مرشدی گلیم جسے سزاوار تھی اسے ہی ملی اور ناسزاوار دعویداروں کو وقت نے گمنامی کے گڑھے میں پھینک دیا۔ مرشد کے حکم سے یا امام علی الحق کے اشارے سے سیالکوٹ چھوڑنے کی بات میں اہل ارادت کی سعادت قلبی کو دخل ہو سکتا ہے کہ انہوں نے خلافت اور جانشینی کے جھگڑے کا جو اکثر ایسے موقعوں پر اٹھ کھڑا ہوتا ہے ایک چھپا ساحل نکالنے کی سعی کی اور لکھ دیا کہ آپ مرشد کے کہنے پر سیالکوٹ چھوڑ آئے تھے اور کسی باہمی رقابت کی بنا پر نہیں ہو سکتا ہے اس بات کے لئے مشتاق رام کے کرامت نامہ میں درج ایک کرامت سے ذہن اس طرف چلا گیا ہو۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ دولہ صاحب نے کنارہ دریا پر تکیہ مرتب کرنے کی اجازت چاہی تھی تا کہ وہاں یادِ خدا کی جائے۔

marfat.com

لیکن تاریخی تذکروں کی بساکھیوں سے بے نیاز لوگوں کے بارے میں کنج کاوی کی وادی کا سفر اختیار کرنے والے اخلاف کو قدم قدم پر دشواریاں پیش آتی ہیں اور شیرازے کا ایک تار سمٹنے لگتے ہیں تو دوسرا بکھرنے لگتا ہے۔اس کا احساس مجھے ریاض مفتی صاحب کے شاہ دولہ دریائیؒ پر زمیندار ڈگری کالج کے مجلہ شاہین میں درج مضمون کی یہ عبارت پڑھ کر ہوا کہ شاہ سیدا سرمستؒ کا مزار سیالکوٹ میں ہے اور مشن ہائی سکول کے ہوسٹل کے مغرب میں۔اگر ایسا ہی ہے تو چراغ قادری کی اس بات کو اس سے کیسے ہم آہنگ کیا جائے کہ شاہ سیداؒ نے سمکوتی پرہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے اور اگر مفتی صاحب کی تحقیق ہی درست ہو تو پھر یا تو دونوں کو الگ الگ شخصیتیں ماننا پڑتا ہے یا پھر چراغ قادری کو ایک ضعیف راوی خاص طور پر جب سلیم التواریخ میں بھی مندرج ہو کہ شاہ سرمستؒ کا مزار سیالکوٹ میں شاہ دولہؒ نے بنوایا تھا۔لیکن اسے ماننے میں تردد اس لئے ہوتا ہے کہ ایلیٹ اور قادری کے بیان کے مطابق شاہ دولہؒ صاحب مرشد کے کفن دفن سے فارغ ہو کر خلافت کے معاملہ میں حاسدوں سے تنگ آ کر مرشد کا گاؤں چھوڑ گئے اور سیالکوٹ چلے گئے جہاں وہ دس سال رہے۔دوسری روایت کے مطابق آپ مرشد کی مرضی سے اور ان کی زندگی ہی میں گجرات چلے گئے۔گاہے بگاہے مہینہ دو مہینہ کے لئے وہاں جاتے رہتے پھر خدمت شریف میں حاضر ہو جاتے (سلیم التواریخ صفحہ 400)

ان میں سے گجرات مرشد کی مرضی سے جانے والی روایت کو درست مانیں تو ان ایام میں گجرات سے سیالکوٹ جا کر مقبرہ بنوانا بلکہ وہ تمام عمارتیں بھی جن کو ان سے منسوب کیا جاتا ہے ناممکن تھا۔دوسری روایت کو درست مانیں کہ پیر بھائیوں کے رویے سے تنگ آ کر آپ نقل مکانی کر گئے لیکن سال ہا سال سیالکوٹ میں رہے تو اس صورت میں بظاہر

marfat.com

سیالکوٹ میں مقبرہ کی تعمیر دشوار کام نہیں تھا لیکن پہلے یہ تو پتہ چلنا چاہیے تھا کہ جسے سھکوتی پرہ میں دفن کیا گیا تھا اسے بعد میں سیالکوٹ کب لایا گیا۔ عارفوں کے بارے میں ایسا کئی بار ہوا لیکن اس سلسلہ میں تاریخ اور تذکرے کے تقاضے تو پورے ہونے چاہییں۔ ممکن ہے جس طرح پیر سبز کا ایک مزار سیالکوٹ میں اور ایک کنجاہ میں اسی طرح شاہ سیدؒ کا بھی ایک علامتی مقبرہ سیالکوٹ میں بنا لیا گیا ہو اور سھکوتی پرہ والا پختہ نہ ہونے کے باعث لقمۂ خاک ہو گیا ہو۔

ایلیٹ نے لکھا ہے کہ شاہ دولہ صاحب ساتویں جہانگیری سال جلوس میں یعنی 1022 کے قریب گجرات تشریف لے آئے۔ یہ دوران کی عرفانی شہرت کے شباب کا دور تھا اور عقیدتمندوں میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ مآثر الامرا میں اسی دور کے حوالے سے مذکور ہے کہ عماد الملک مبارز خاں (خواجہ محمد نام) اپنے عہد طفلی میں ماں کے ہمراہ بلخ سے جب ہندوستان آیا تو گجرات پنجاب میں اس کو شاہ دولہؒ صاحب کے پاس لے جایا گیا جو صاحب کرامت بزرگ تھے اور انہوں نے اس نونہال کو دولت اور اقبال کی خوشخبری دی۔ لیکن تعجب انگریز امر یہ ہے کہ شاہان مغلیہ کے بارے میں متعدد کرامتوں کے ذکر کے سوا کسی تعمیری دلچسپی کا ثبوت اور نشان نہیں ملتا۔ جیسا کہ سیالکوٹ کے سلسلہ میں مرقوم ہے۔ حالانکہ قادری کے الفاظ میں یہاں گجرات آنے پر ”رجوع کثرت ارباب زیارت چناں شد کے درہشت پاس شبانہ روزی گاہی خانقاہ از ہزاروں مرداں و زنان خالی نمی بودہ و نقود و اجناس مثل باراں می ریخت و بسان دریا می رفت“ صرف ایک پل کا ذکر ہے جو پاس بہنے والی آبی گزرگاہ پر بنوایا گیا کہ سیلاب کے دنوں میں وہ لوگوں کے لئے پریشانی اور نقصان جان و مال کا سبب بنتی یا پھر بادشاہ بیگم دختر شاہ جہاں کے حوالے سے دریائی دیو کہ (ڈیک)

marfat.com

پر پل باندھنے کی کرامت آمیز داستان شاید اس لئے کہ سیالکوٹ کے مقابلہ میں یہ شہر نو عمر تھا اور بزرگوں کے وہ مزار یہاں نہیں تھے جو وہاں تھے اور جن سے شاہ صاحب کو دلچسپی تھی اور ہو سکتی تھی لیکن ڈیک کا پل شاہ جہانی دور میں نہیں بنا تھا اور یوں اسے کسی طرح بھی شاہ دولہ صاحب کی عمارتی سرگرمیوں کے ثبوت میں پیش نہیں کیا جا سکتا اور نہ یہ ان کے وظائف روز مرہ میں سے تھا۔ اللہ نے ان کو جس کام کے لئے بھیجا اسی کا ان سے منسوب کرنا زیادہ احسن ہے اور اسی میں ان کا امتیاز ہے۔

marfat.com

تاریخ دربار شاہدولہ

حضرت سید شاہدولہؒ دریائی کا تکیہ و درگاہ شہنشاہ جلال الدین اکبر کے دورِ حکومت سے لے کر اورنگزیب عالمگیر کے عہد حکومت و دورِ حاضر تک گجرات کی سرزمین پر کشف و کرامات کا مرکز ہے۔ حضرت شاہدولہؒ دریائی کا نام پنجاب کے صوفیا میں شمار ہوتا ہے حضرت کا زمانہ حیات شہنشاہ جلال الدین اکبر سے لیکر اورنگزیب عالمگیر کے عہد حکومت تک محیط ہے صوفیا کے تقریباً ہر تذکرہ میں حضرت شاہدولہؒ کا ذکر آتا ہے آپ کی ولادت شہنشاہ اکبر کے زمانہ حکومت میں 1581ء میں ہوئی اور اس دنیا فانی سے 1675ء میں رحلت فرما گئے، اول تصنیف میاں محمد چراغ ولد شاہ مراد قاری (شاہ مراد کو حضرت شاہدولہؒ کی محفل میں اکثر دیکھا گیا) دوسری کتاب منشی مشتاق رام نے حضرت شاہدولہؒ کی رحلت کے 40 سال بعد 1720ء میں لکھی۔ حضرت شاہدولہؒ کا ذکر و عقیدت مریدین میں حضرت داتا گنج بخش، خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، بابا فرید گنج شکرؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ساتھ پنجاب میں آتا ہے۔ اوائل عمری کا زمانہ سیالکوٹ کے متصل نواح قریہ سہکوتی کے بزرگ حضرت سیدن سرمستؒ کے مرید کی حیثیت سے گزارا۔ آپ اپنے مرشد سیدن سرمستؒ کے حکم سے سیالکوٹ سے گجرات تشریف لائے۔ آپ کو آپ کے مرشد کے زمانہ حیات سے ہی شاہدولہ دریائیؒ پکارا جانے لگا تھا، حضرت شاہدولہؒ صاحب اشاعت اسلام و تبلیغ میں مصروف عمل تھے۔ ساتھ ساتھ بے سہارا، یتیموں اور مفلوک و مفلوج الحال لوگوں کا سہارا بھی تھے۔ آپ اپنے وقت کے بہترین ماہر تعمیرات بھی تھے آپ کے مریدین میں ہندو بھی

marfat.com

شامل تھے اور چرند پرند بھی آپ کی درگاہ پر حاضری دیتے تھے۔ شہر گجرات میں تعمیرات کا سلسلہ کو رونق ملی تو آپ جہانگیر بادشاہ کے عہد میں سیالکوٹ سے گجرات تشریف لے آئے ۔آپ نے متعدد تعمیرات کروائیں جن میں سے اکثر کے نشانات نیست و نابود ہو گئے ہیں ۔آپکی قابل ذکر تعمیرات میں جن کے نشانات عملی طور پر تاریخ کے اوراق اور پنجاب کی سرزمین پر ملتے ہیں ان میں قابل ذکر روضہ امام علی الحق سیالکوٹ، کالا شاہ کاکو کے پاس چک 44 پر پل کی تعمیر، یہ آج تک شاہدولہؒ کے نام سے مشہور ہے۔ تعمیر قلعہ سیالکوٹ، پل نالہ ایک مل شاہدولہؒ، کنواں سیدن سرمست، مقبرہ کہنہ سیدان سرمست، پل بیرون کابلی گیٹ، پل گڑھی شاہدولہ، مسجد ملا گجراتی، مسجد شاہی قلعہ دار، سرائے شہر گجراتی، پل نالہ ڈیک، سرائے امیر خان، تالاب مولوی عبداللہ منڈی میر گنج گجرات، روضہ پیر سبز غازی، دو مہمان سرائے پل شاہدولہؒ اور بے شمار کنویں، باغ، حمام و خانقاہیں شامل ہیں :آپ عقیدت مندوں اور مریدین سے پنجابی زبان میں گفتگو فرماتے لیکن خدا کی قدرت کہ آنے والے حاجت مندوں کی حاجب روائی اس کی مادری زبان میں سمجھتے اور حاجت روائی کرتے حتیٰ کہ آپ چرند پرند سے بھی باتیں کرتے تھے۔آپ انتہائی سادہ لباس زیب تن کرتے ، سر پر دستار یا ٹوپی پر رومال باندھ کا سر پر پہنتے۔ پاؤں پر چمڑے کے چپل پہنتے۔ آرام دہ قالینوں سے نفرت فرماتے تھے اور ہمیشہ زمین پر بوریا بچھا کر سر مراقبہ میں رکھتے ہوئے تشریف فرما ہوتے ۔آپ کا چہرہ مبارک باریش، صاف رنگ، کشادہ پیشانی ،ابرو سیاہ آنکھ کا حامل تھا۔ حضرت شاہدولہؒ کی شادی بی بی حضرت حنیفہ سے ہوئی۔ جن میں سے آپکو اللہ نے فرزند عطاہ کیا اور آپ نے اپنی حیات میں اپنے تکیہ کی خلافت اپنے بیٹے سید بہاون شاہ کو عطاہ کیا او آپ کی رحلت کے بعد والہِ بزرگوار کی سماجی مذہبی وشرعی روایات

marfat.com

اور فیض کو قائم و عام رکھا۔ بہاون شاہ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ فرزند عطاء کیے جن میں سے تین سے شجرہ نسب آگے بڑھا۔

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج گوجرانوالہ سید محسن ترمذی کی عدالت کے مقدمہ نمبر: وقف x کیس نمبر 1960ء 31 کے فیصلہ مورخہ 27 جون 1961ء کے مطابق شجرہ اولاد حضرت شاہدولہؒ صاحب منسلک ہے اس کے علاوہ نسل در نسل شجرہ نسب اولاد حضرت شاہدولہؒ صاحب کے پاس محفوظ چلا آ رہا ہے۔ گجرات ریونیو ریکارڈ میں بھی حوالہ شجرہ نسب موجود ہے۔ حضرت شاہدولہؒ صاحب کی اولاد پاکستان بھر میں اور دنیا کے بیشتر ممالک میں بسلسلہ روزگار مقیم ہے۔ علاوہ ازیں حضرت شاہدولہؒ صاحب کے روضہ مبارک کے قریب و جوار میں نسل در نسل سے اولاد شاہدولہؒ صاحبہ رہائش پزیر ہے اور مریدین ان سے فیض یاب ہوتے آ رہے ہیں۔ حضرت شاہدولہؒ صاحب کی اولاد میں نامور پنجاب شاعر پیر سید فضل شاہ صاحب گجراتی، حضرت شاہدولہؒ کی رحلت کے بعد ان کے صاحبزادے سید بہاون شاہ نے آپ کی قبر مبارک پر روضہ تعمیر کروایا۔ آپکی قبر مبارک اس جگہ سے جہاں آپ کا تکیہ تھا آپ کے تکیہ کے پہلو میں آپکی زوجہ حضرت حنیفہ بی بی کی قبر مبارک ہے۔ حضرت شاہدولہؒ نے اپنی حیات مبارک میں تکیہ کے نوح میں سرائے تعمیر کروائی تھی۔ یہاں معلوک الحال اطمینان سے زندگی گزارتے تھے۔ اس آبادی کو آپ کے زمانہ سے گڑھی شاہدولہؒ کے نام سے شہرت حاصل ہے۔ اب یہ علاقہ موجد شہر کے وسط مشرق کی جانب گنجان آباد حیثیت کا حامل ہے آپ کے فرزند سید بہاون شاہ کا تعمیر کردہ روضہ مسمار ہو گیا تو بعد میں 1867ء کے قریب اس کو جبوترے کی شکل دے دی گئی اور بعد ازاں 1898ء میں قاضی سلطان محمود سجادہ نشین اعوان شریف، حکیم محمد سعید، مولوی غلام احمد صاحب کی مساعی سے دوبارہ گنبد اور

marfat.com

روضہ تعمیر ہوا۔ آپ کے مرید قاضی سلطان محمود سجادہ نشین اعوان شریف نے علم الکھف سے آپ کے اسم مبارک کے ساتھ سید کبیر الدین کا اضافہ کیا۔ دربار شریف کا نظم ونسق حضرت شاہدولہؒ کی آل اولاد چلاتی چلی آرہی تھی جو کہ پیر سید قائم شاہ، پیر سید عزت شاہ اور پیر سید کرم شاہ کی نسل سے تین ڈھیڑیوں پر مشتمل خاندانوں کے ذریعہ انتظامی امور باری باری طے ہوتے تھے۔ بعدازاں نااتفاقیوں اور ناعاقبت اندیشوں کیوجہ سے دربار شاہدولہؒ صاحب ویسٹ پاکستان وقف پراپرٹیز آرڈیننس 1959ء جنرل ایوب خان کے مطابق محکمہ اوقاف کی تحویل میں چلا گیا۔ جس کے باعث پیرزادگان سے دربار اور مسجد تحویل میں لیے جانے کے بعد اس کے انتظام کا ذمہ دار محکمہ اوقاف ٹھہرایا گیا۔ حضرت شاہدولہؒ صاحب کی تصویر مغلیہ دور کی ہاتھ کی بنی تصویر مبارک نواب آف بہاولپور کے پاس موجود تھی اس کی دوسری نقل لاہور میوزیم میں محفوظ ہے۔ حضرت شاہدولہؒ کا روضہ مبارک درخشندہ و پائیدہ ہے اور پوری دنیا میں شہرت کا حامل ہے۔ ان کے مرشد کی دعا ہے کہ ''شاہدولہؒ ساری دنیا میں مشہور ہوگا''۔ ساری عمر خزانہ غیب سے خرچ کرے گا۔ تیرے در پر گھوڑے پالکی، گھر میں غلام باندھیاں رہیں گیں۔ لنگر جاری رہے گا اور غریب غرباء پیٹ بھر کر کھائیں گے۔

marfat.com

کتابیات

کتاب کا نام	مصنف کا نام
کرامت نامہ	منشی مشتاق رام
چہار باغ	گنیش داس وڈیرا
حیات وتعلیمات حضرت شاہدولہ	پروفیسر شریف کنجاہی
گجرات کی بات	اسحاق آشفتہ
کرانیکل آف گجرات	اے سی الیٹ
روشنی کا سفر	پروفیسر احمد حسین قلعداری
محبتوں کا سفر	وحید اختر ثنائی
رسالہ صاحبیہ	شہزادی جہاں آرا بیگم
حالات وواقعات حضرت شاہدولہ	حافظ طارق محمود
گجرات بعہد قدیم وجدید	پروفیسر احمد حسین قلعداری
حضرت شاہدولہ	پرویز احمد
گجرات تاریخ کے آئینے میں	ایم زمان کھوکھر
تواریخ گجرات	مرزا اعظم بیگ
جرنیلی سڑک	رضا علی عابدی
مہاراجہ رنجیت سنگھ	پروفیسر سیتارام کوہلی
مقالہ خصوصی شاہدولہ دریائی	پروفیسر ریاض احمد مفتی
شیر شاہ سوری سے پرویز الٰہی تک	محمد احسان ہمینہ

marfat.com

شاہدولہ کے دور میں جاری ہونے والے شاہی سکے

اللہ اکبر جل جلالہ

ماہ فروردین ۴۲ لاہور ضرب

اللہ اکبر جل جلالہ

امرداد ضرب آگرہ

اکبر بادشاہ جلال الدین محمد

اکبر بادشاہ غازی ۹۲۰ جلال الدین محمد

جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی ضرب لاہور

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

marfat.com

از شاہ جہانگیر بود دور زماں در آگرہ زنام
اوست زر نور فشاں ۱۰۲۸

تا ہست نشان چرخ نوبت جہاں ایں سکہ چرخ
مہر تیش باد رواں ۱۴

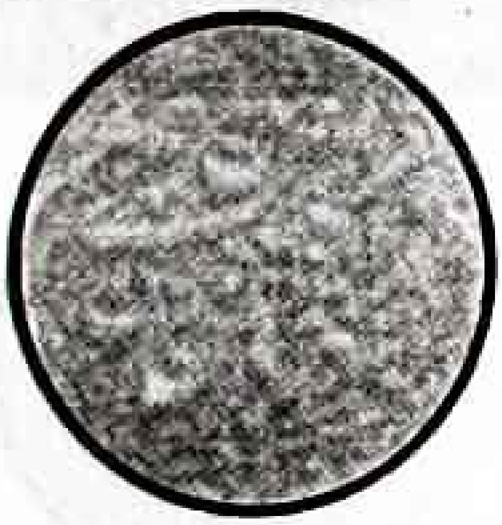

بضر ور دین زر آگرہ فروزان گشت چوں اختر

زنور سکہ شاہ جہانگیر ابن اکبر شاہ ۱۰۲۰

ایں سکہ زر باگرہ در ماردولی بہجت بروز
بنام شاہ جہانگیر سکہ لاہور

شہنشاہ زمان شاہ جہانگیر ابن اکبر شاہ

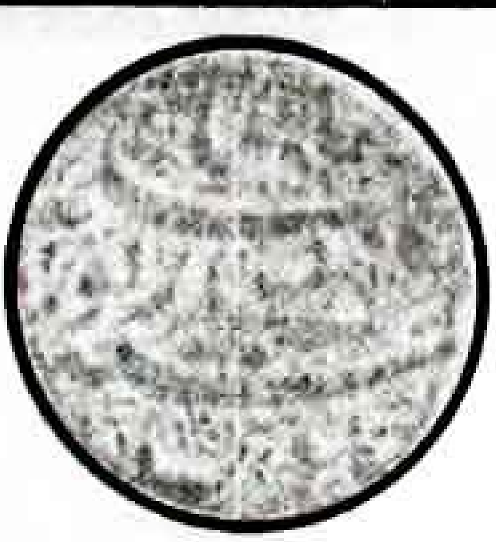

بحکم شاہ جہانگیر سکہ لاہور

زنام نور جہاں بادشاہ شد پر نور

marfat.com

بادشاہ جہانگیر سکے لاہور

نورالدین جہانگیر بادشاہ غازی

ماہ امرداد الٰہی ضرب آگرہ ۶، ۱۰۲۰

نورز نام شاہ جہانگیر شاہ اکبر

سکہ لاہور باد ابر رو ہمیشہ

شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر شاہ

سکہ زر بادا گروزہ بوزر جل الہ

شبیہ نورالدین محمد جہانگیر بن شاہ اکبر

marfat.com

بافت در آگر روئے زر زیور از جہانگیر شاہ
شاہ اکبر ۱۰۳۰

شاہ اکبر جہانگیر شاہ نور الدین

ماہ اردی بہشت ضرب آگرہ ۱۰۲۱

جہانگیر شاہ اکبر شاہ نور الدین

ضرب آگرہ ۱۰۲۱ ماہ بہمن الٰہی

شہر آگرہ جہانگیر بادشاہ

اکبر بادشاہ ابن جہانگیر بادشاہ نور الدین

marfat.com

[illegible]

[illegible]

بادشاہ غازی شاہ جہاں

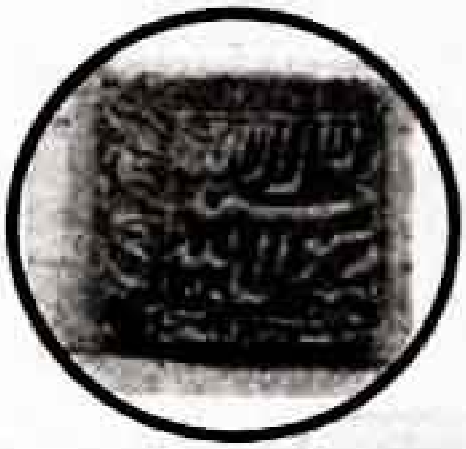

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بادشاہ غازی شاہ جہاں محمد شہاب الدین
صاحب قراں

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ضرب سورت
۱۰۳۹ ہجری

بادشاہ غازی شاہ جہاں شہاب الدین

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ضرب سورت ۱۰۴۳

بشکریہ: پیرزادہ مسعود پرویز

marfat.com

پیرزادہ اعجاز حسین شاہ

سجادہ نشین شاہدولہ دربار گجرات

حقوق العباد کی حقیقی تشریح کو اگر درست نقطۂ نظر کے ساتھ سمجھ لیا جائے تو خانقاہی نظام کی روح خود بخود سمجھ میں آجاتی ہے۔ رنگ و نسل، ذات برادری، لسانی و علاقائی تعصب سے بالاتر ہو کر خلق خدا کی خدمت ہی خانقاہی اور درگاہی سلسلہ کی حقیقت ہے۔ جس پر عمل پیرا ہوئے بغیر کسی بھی روحانی ہستی یا ولی اللہ کے مشن کو آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ دربارِ حضرت شاہدولہ کے سجادہ نشین

پیرزادہ اعجاز حسین شاہ ایک ایسی ذہین اور سمجھ دار انسان ہیں جو حضرت شاہدولہ کی عوام الناس کیلئے معاشی، سماجی اور روحانی خدمات کو کھلے دل سے تسلیم کرتے ہوئے مشنِ شاہدولہ کو بڑی فراخ دلی سے آگے بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پیر بشیر الدولہ کے صاحبزادے 60 سالہ پیر اعجاز حسین شاہ نے ایک ملاقات میں بتایا کہ میرے والد مرحوم محکمہ مال میں گرداور تھے۔ لہذا ہمارے خاندان کی گزر بسر اچھی ہوتی تھی۔ مگر جب سے باباجی کے دربار پر بیٹھنا شروع کیا تو زندگی یکسر بدل گئی اور اللہ کی طرف سے عطا کردہ طاقتوں کے باعث حضرت شاہدولہ کی بے شمار کرامتیں ظہور پذیر ہوتے ہوئے دیکھیں۔ جس کے باعث اب دربار سے دوری کو دل تسلیم نہیں کرتا۔ جبکہ باباجی کے دربار پر آنے والے اُن کی عقیدتمندوں کی خدمت کر کے دل کو ایک سکون اور راحت سی ملتی ہے۔ یہ ایک ایسی خوشی ہے جو دربار شریف پر بیٹھنے سے قبل میرے لئے بالکل ناآشنا تھی۔

marfat.com

لالہ غلام دین بٹ

معروف روحانی شخصیت

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں یکساں مہارت اور توجہ ایسی خاصیت ہے جو کسی کسی انسان کی فطرت کا حصہ ہی ہوتی ہے۔ اس معیار کو سامنے رکھ کر زندگی گذارنے والے لوگ یہاں پر اپنے جاندار کردار سے عزیز واقارب، دوستوں سے پورا پورا معاشرتی انصاف کرتے ہیں۔ وہیں پر وہ فرائض مذہب کی ادائیگی میں کبھی کسی کاہلی کا شکار نہیں ہوتے۔ اس لیے ان کی زندگی پرسکون انداز سے گذرتی ہے۔ لالہ غلام دین بٹ بھی ایک ایسے ہی نیک سیرت انسان ہیں جنہوں نے نہ صرف پوری توجہ سے صوم وصلوٰۃ جیسے فرائض کی ادائیگی کو انتہائی ضروری سمجھا بلکہ ضروریات زندگی کو پورا کرنے کیلئے بھی انہوں نے کبھی دھوکا دہی اور فراڈ کا سہارا لے کر مخلوق خدا کی دل آزاری کا کبھی باعث نہیں بنتے۔

ہاشم دین بٹ کے صاحبزادے لالہ غلام دین بٹ نے اب تک زندگی کی لگ بھگ پچاسی کے قریب بہاریں دیکھی ہیں۔ مگر کبھی کسی کی حق تلفی نہیں کی۔ حضرت شاہدولہ دریائی کے بہت بڑے عقیدت مند ہیں۔ ایک ملاقات میں انہوں نے بتایا کہ نفسانفسی کے موجودہ دور میں آج کل ایک ایسی بری روایت قائم ہوگئی ہے کہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کے لیے وقت نہیں نکالتے ایسے میں حضرت شاہدولہ دریائی وینگی والی سرکار آف حاجیوالہ اوران جیسے دوسرے بزرگوں کے مزارات پر انسانی ہجوم ان لوگوں پر خدا کی رحمتوں کا اظہار محسوس ہوتا ہے۔ لہذا ہمیں بھی چاہیے کہ ایسے لوگ جو اپنے نیک اعمال کے باعث اللہ تعالیٰ کے دوست بن گئے ان کی پیغام اور مشن پر نہ صرف عمل کریں بلکہ اُسے آگے بڑھانے میں بھی بھرپور کردار ادا کریں۔

marfat.com

پیرزادہ علی رضا شاہ

سجادہ نشین دربار شاہدولہ ولی سرکارؒ

اپنی ذات کا احتساب اور بشری کمزوریوں کا اعتراف ایک ایسا انسانی طرزِ عمل ہے۔جس پر کاربند رہ کر کوئی بھی انسان خودستائشی، خوش فہمی اور خواب وخیال کی اذیت سے نہ صرف محفوظ رہتا ہے بلکہ اُسے اپنے مسائل وفرائض کی ادائیگی میں بھی بہت سی سہولتیں قدرتی طور پر ملتی رہتی ہیں۔

اس لیے کہ وہ اپنی خامیوں کو سامنے رکھ کر اپنے وقت اور شب و روز کی ترتیب کا تعین کرتا ہے۔ اس اسلوب زندگی کو اپنا لینے والا انسانی طبقہ اپنی اس منفرد خاصیت کے باعث اپنے ذاتی مقاصد کی جدوجہد میں آہستہ آہستہ تعمیر کی قوتیں سمیٹنے لگتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں اُسے معاشرہ عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے میرے دوست پیرزادہ علی رضا شاہ عرف رضی شاہ دربار والے کا تعلق بھی انسانوں کے اسی طبقہ میں ہوتا ہے جو حقیقت پسندی کا دامن اپنے ہاتھ سے کبھی نہیں چھوڑتے سید علی رضا شاہ پچھلے دو عشروں سے شاہدولہ دربار کے سائے تلے حضرت شاہدولہ دریائی کے عقیدت مندوں کی خدمت میں مصروف ہیں مگر وہ آج تک اس ضمن میں کبھی کسی غیر ضروری زعم کا شکار نہیں ہوئے بلکہ دربار شریف کی آرائش وزیبائش اور عقیدتمندوں کے مسائل پر ان کی گہری نظر ہوتی ہے جس سے نظام دربار خوش اسلوبی سے چل رہا ہے۔

marfat.com

رانا حامد شہزاد

عقیدت مند حضرت شاہدولہ دریائی

عقیدت ومحبت اور انسانیت کی داستان اپنے مرشد وراہنما کے سامنے سرخم تسلیم کرنے عادت کو اپنے شب وروز کا معمول بنالینے کا نام ہے۔ جولوگ اس روایت کو اپنی فطرت کا حصہ بنالیتے ہیں وہ نہ صرف عشق وتاجداری اور مقتدی ومریدی کا مقام و مرتبہ کو معنوی لحاظ سے محسوس کرنے لگتے ہیں بلکہ ایسے لوگوں کے دوست عزیز اور تعلق داران کی اس فطری تبدیلی کو دیکھ کر اظہار مسرت بھی کرتے ہیں جس سے معاشرہ میں ان کی نیک نامی میں اضافہ ہوتا ہے۔ میرے ایک واقف کار اور حضرت شاہدولہ دریائی" کے عقیدت مند رانا حامد شہزاد بھی ایسے ہی ایک انسان ہیں جنہوں نے حضرت شاہدولہ دریائی سے اپنی محبت کو اپنی فطرت کا حصہ بنا کر عجز و انکساری کو اپنے معمولات زندگی کا حصہ بنالیا ہے۔ رانا محمد اکرم آف محلہ چاہ پیپل والا گجرات کے صاحبزادے حامد شہزاد کا حضرت

شاہدولہ کے دربار پر پچھلے 25 سالوں سے آنا جانا ہے۔ مرید کی سچی عقیدت ہے یا پیر پراثر روحانیت کا کمال کہ ہر گزرنے والے دن کے ساتھ ان کا دریا شاہدولہ سے عقیدت کا مضبوط سے مضبوط ہوتا جارہا ہے۔ رانا حامد نے حضرت شاہدولہ کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ انہوں نے حقوق العباد کی ادائیگی کو ذریعہ بنا کر انسانیت کی جس طرح خدمت کی وہ آج مالی وسائل کی فراوانی کے دور میں ہم سب کیلئے مشعل راہ ہے۔ لہٰذا آج کے مخیر حضرات اور صاحب حیثیت لوگوں کو بھی چاہیے کہ وہ بھی حضرت شاہدولہ دریائی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دکھی انسانیت کے مسائل کے حل کیلئے اپنا کردار ادا کریں۔

marfat.com

عمران علی بٹ

عقیدت مند حضرت شاہدولہ دریائی

عالمی شباب میں جوش کی بجائے ہوش سے کام لینے والا انسان نہ صرف بشری بیماریوں سے بڑی حد تک محفوظ رہتا ہے بلکہ وہ اپنے لیے معاشرہ میں تعمیری احساسات بھی پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اس طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ بزرگوں کے علمی، معاشرتی، سماجی اور روحانی تجربات کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں جس سے زندگی کے حقائق کے تعین میں کم سے کم تجربات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔نوجوان سیاسی سماجی اور روحانی شخصیت عمران علی بٹ چیف ایگزیکٹو شاہدولہ مرغ سیل سنٹر بھی ایک ایسے ہی نوجوان ہیں جو بزرگوں کے تجربات سے حصول رہنمائی کو فرض اولین بنائے ہوئے ہیں ۔مہذب ،بااخلاق اور ملنسار عمران علی بٹ یکم جنوری **1980**ء کو علاقہ کی معروف روحانی شخصیت غلام دین بٹ کے گھر، گجرات شہر کے علاقہ اندرون شاہدولہ گیٹ میں پیدا ہوئے۔آنکھ کھولتے ہی انہیں گھر میں مذہبی ماحول ملا جس کے باعث احساس ذمہ داری، انکسار اور روحانیت سے رجوع ان کی شخصیت کا حصہ بن گیا۔یہی وجہ ہے کہ عمران علی بٹ آج اپنا شمار فخر سے حضرت شاہدولہ دریائی کے مریدین میں کرتے ہیں جو یقیناً ان کا روحانیت کی طرف جھکاؤ کی نشاندہی کا اظہار ہے۔عمران بٹ نے ایک ملاقات میں بتایا کہ حضرت شاہدولہ دریائی اور ان جیسے بزرگوں کی بدولت برصغیر میں اسلام پھیلا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہمارے یہ بزرگ فروغ اسلام کیلئے کوششیں نہ کرتے تو آج برصغیر میں مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل ہوتی۔

marfat.com

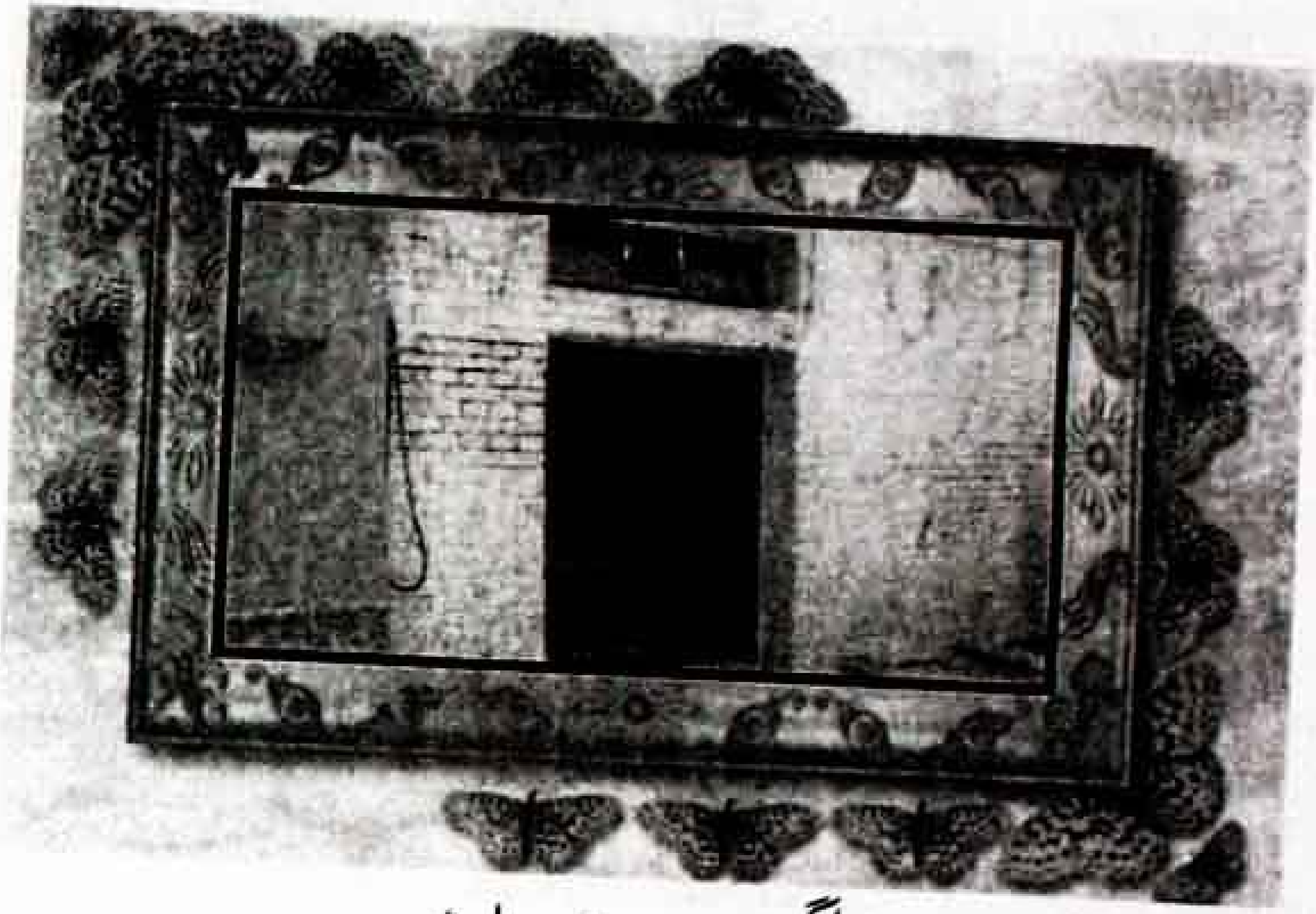

دربار کا لنگر خانہ جو اب خستہ حال میں ہے

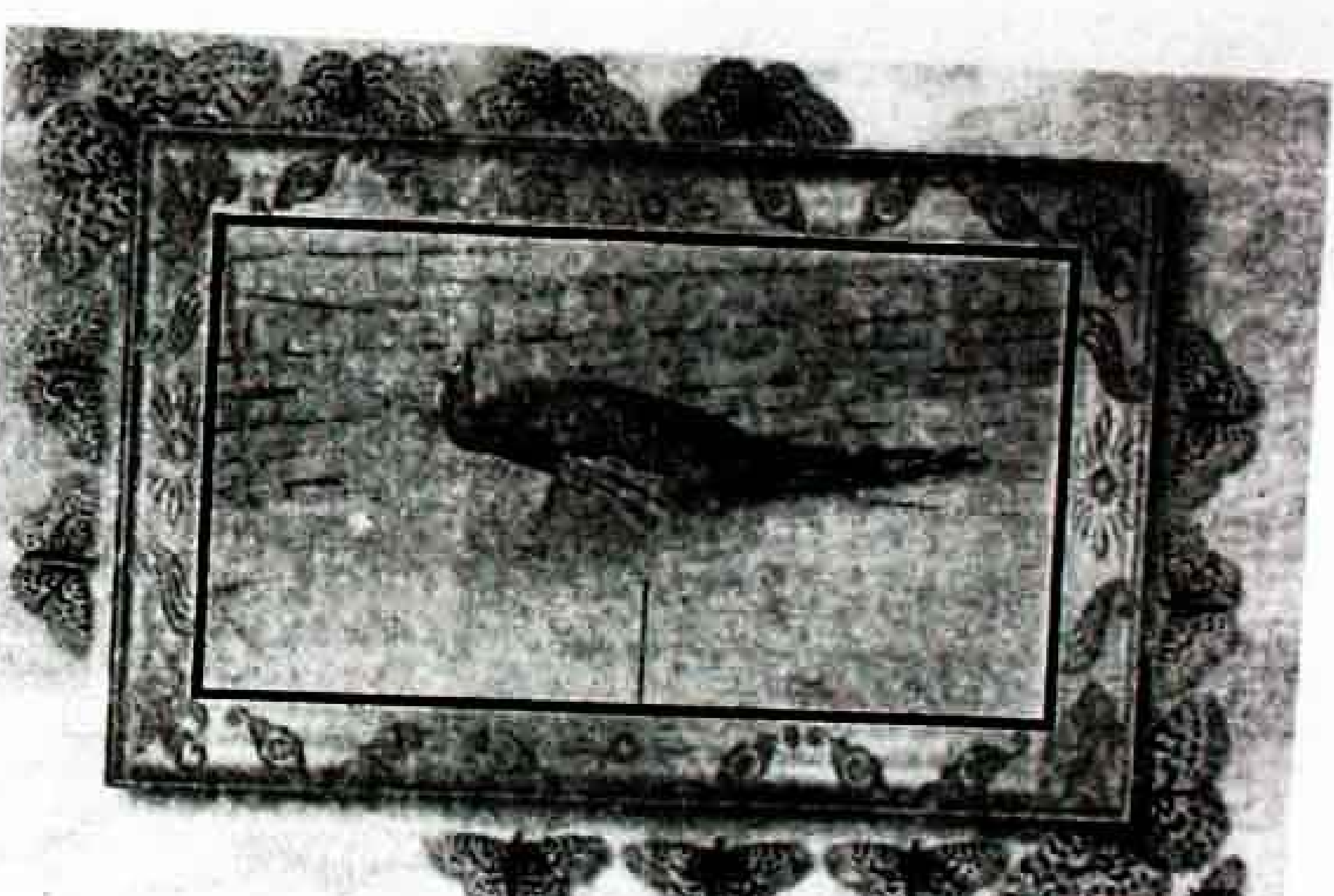

دربار شریف کے احاطہ میں پہلو بدلتا ہوا ایک مور

marfat.com

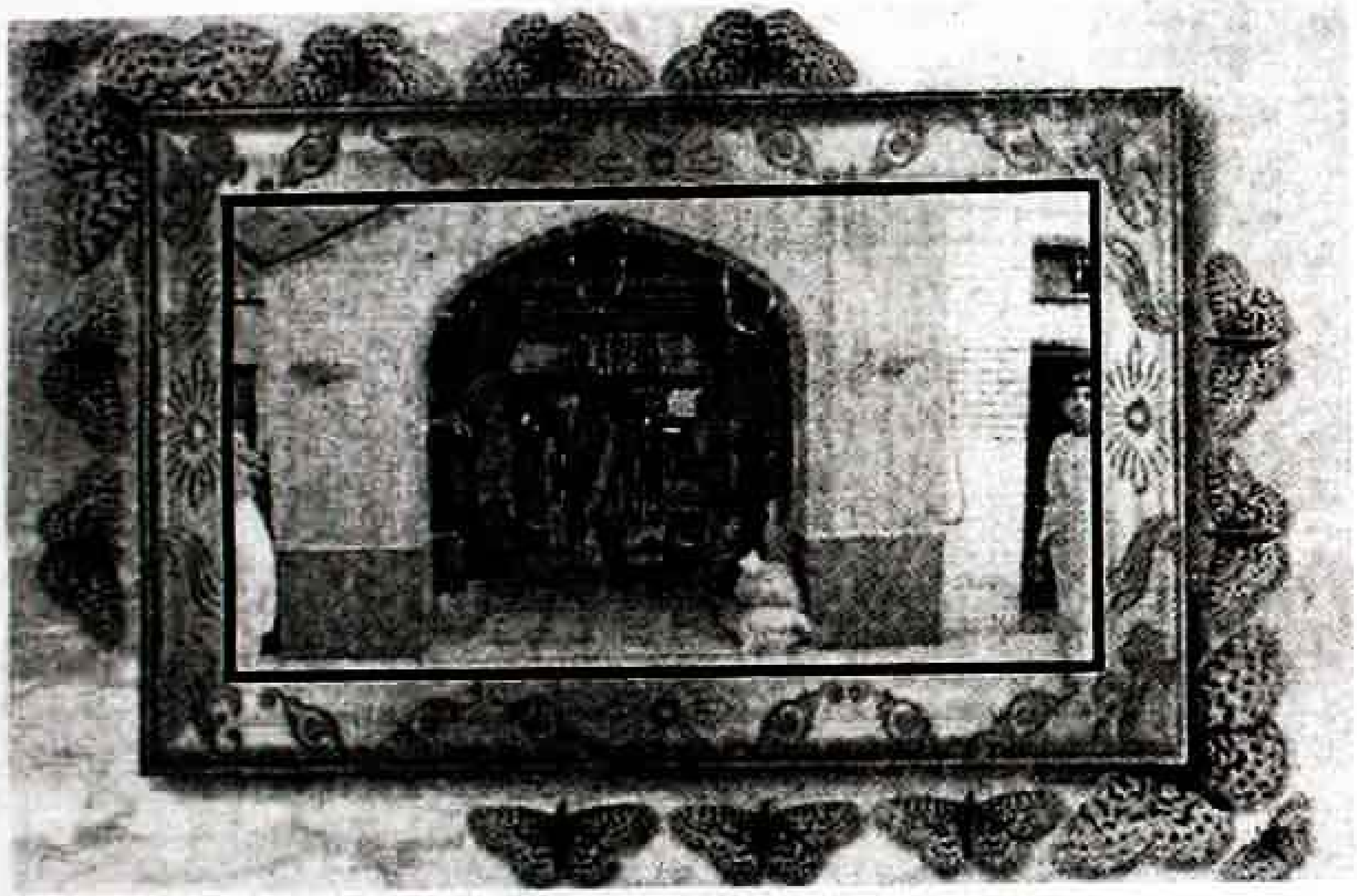

دربار شریف کے دروازے کا ایک منظر

سجادہ نشین دربار سید علی رضا مصنف احسان چھینہ اور عمران بٹ دربار کے احاطہ میں

marfat.com

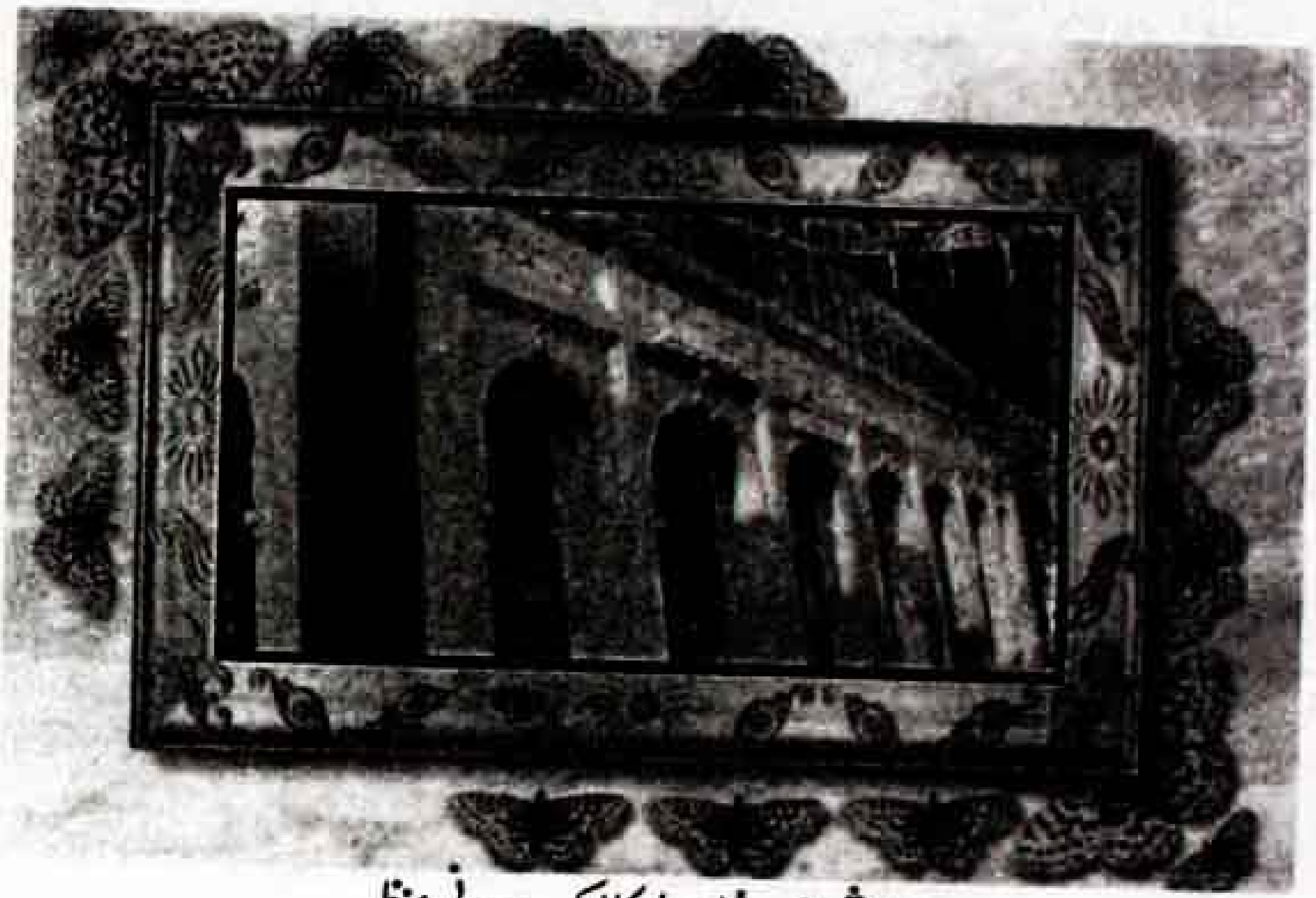

دربار شریف شاہدولہ کا ایک بیرونی منظر

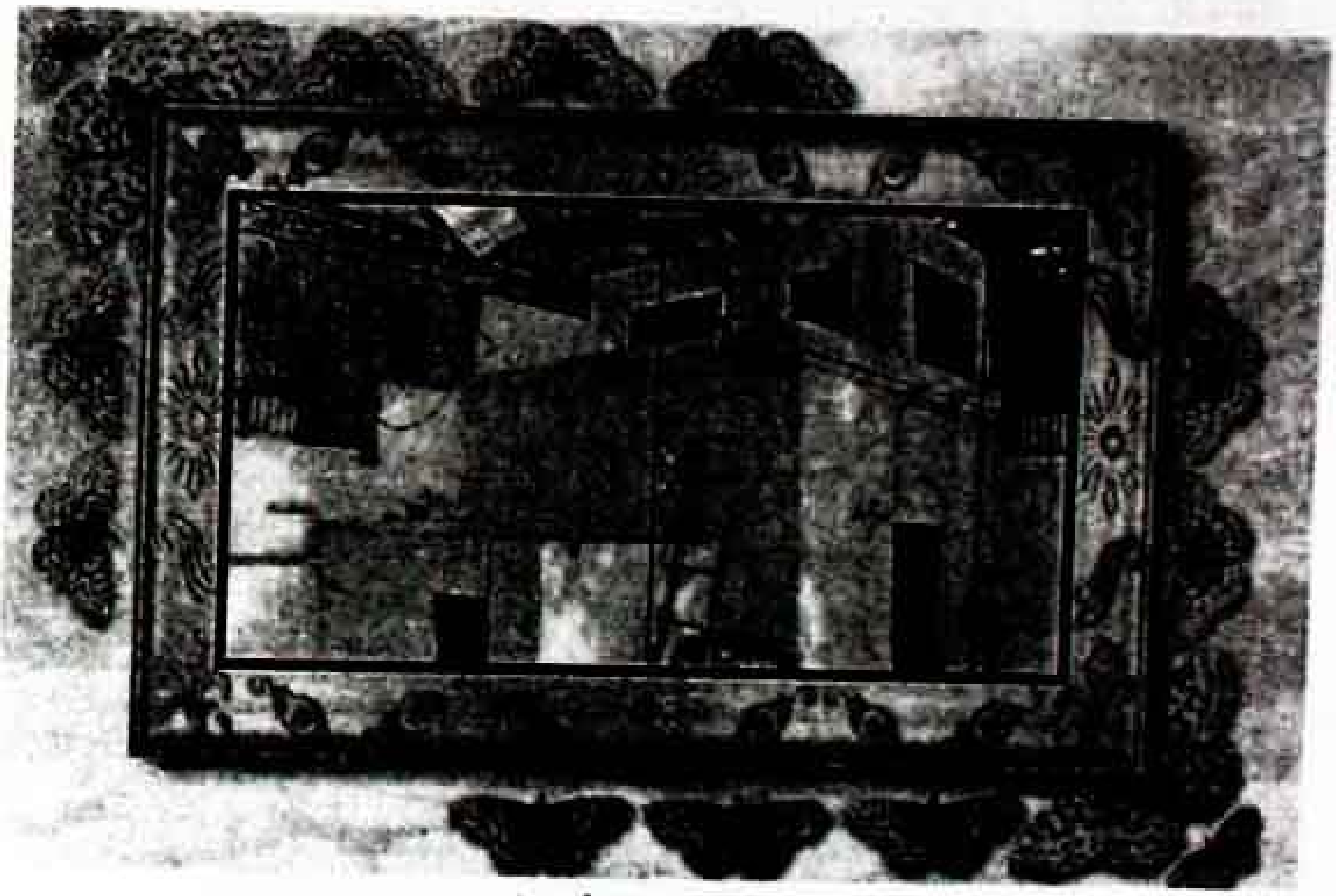

دربار کے سٹور روم پر بیٹھے پالتو پرندے

marfat.com

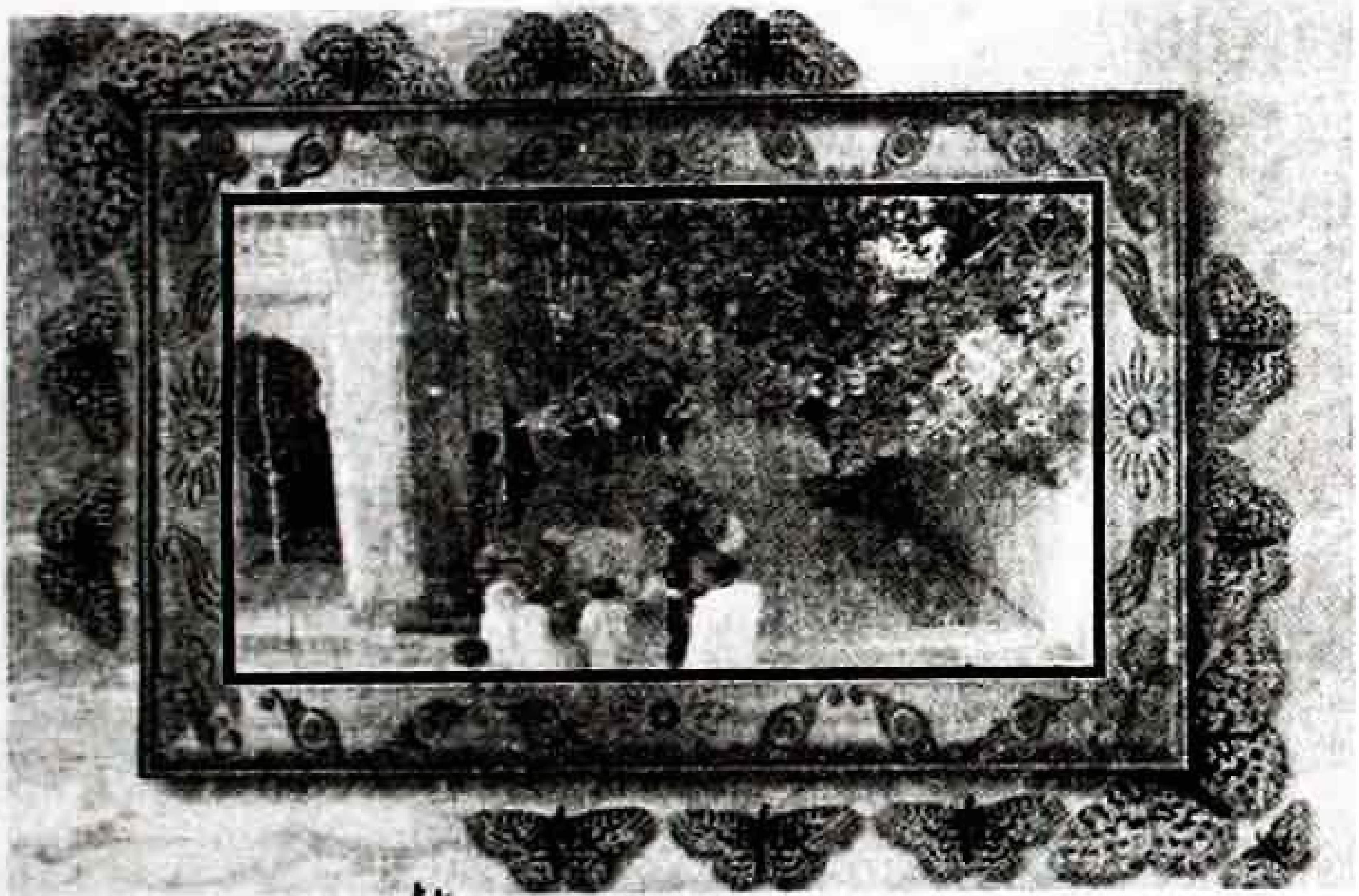

دربار شریف کا وہ حصہ جس طرف خواتین بیٹھتی ہیں

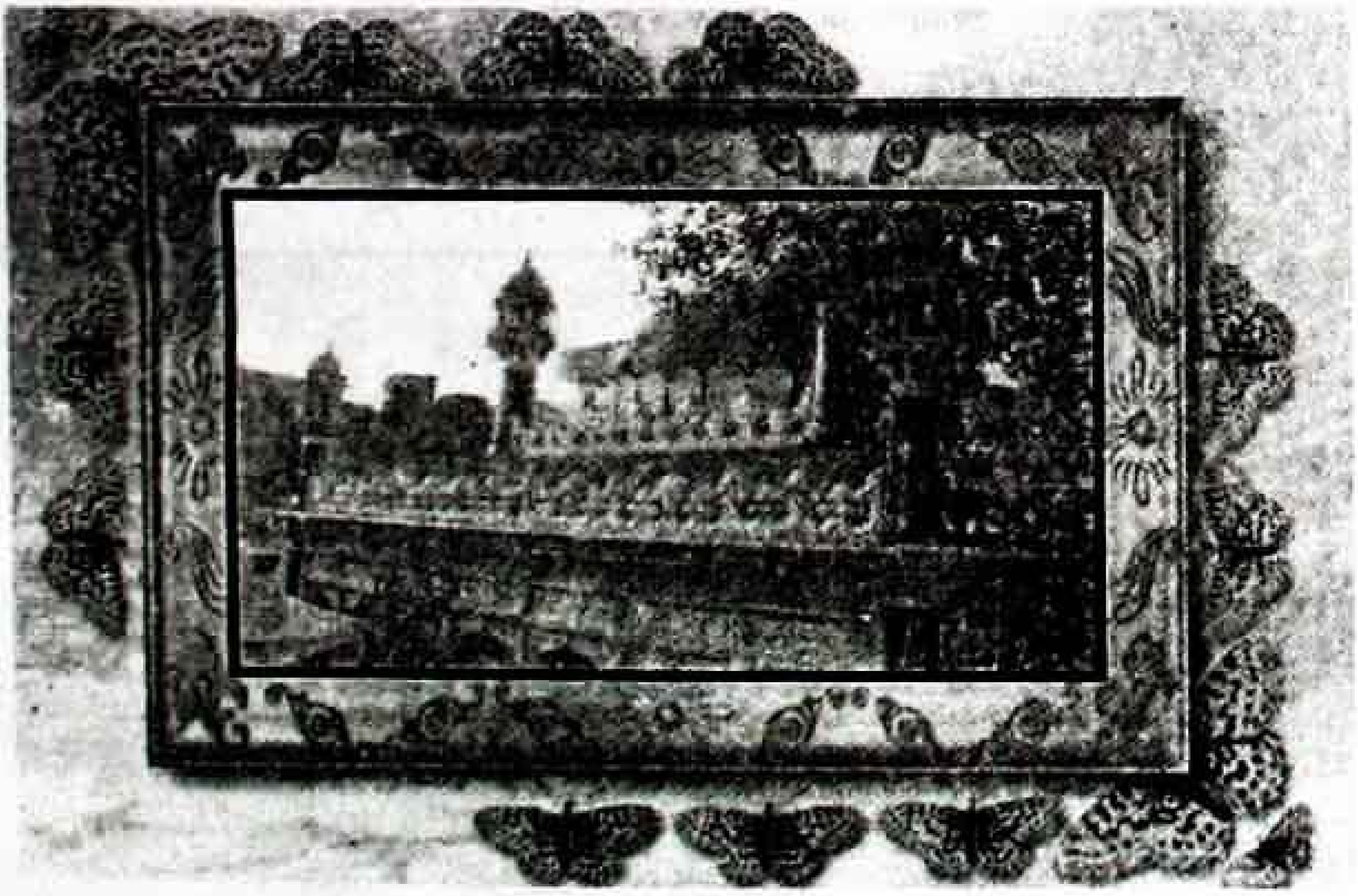

مزار شریف کے اوپری حصے کا ایک خوبصورت منظر

marfat.com

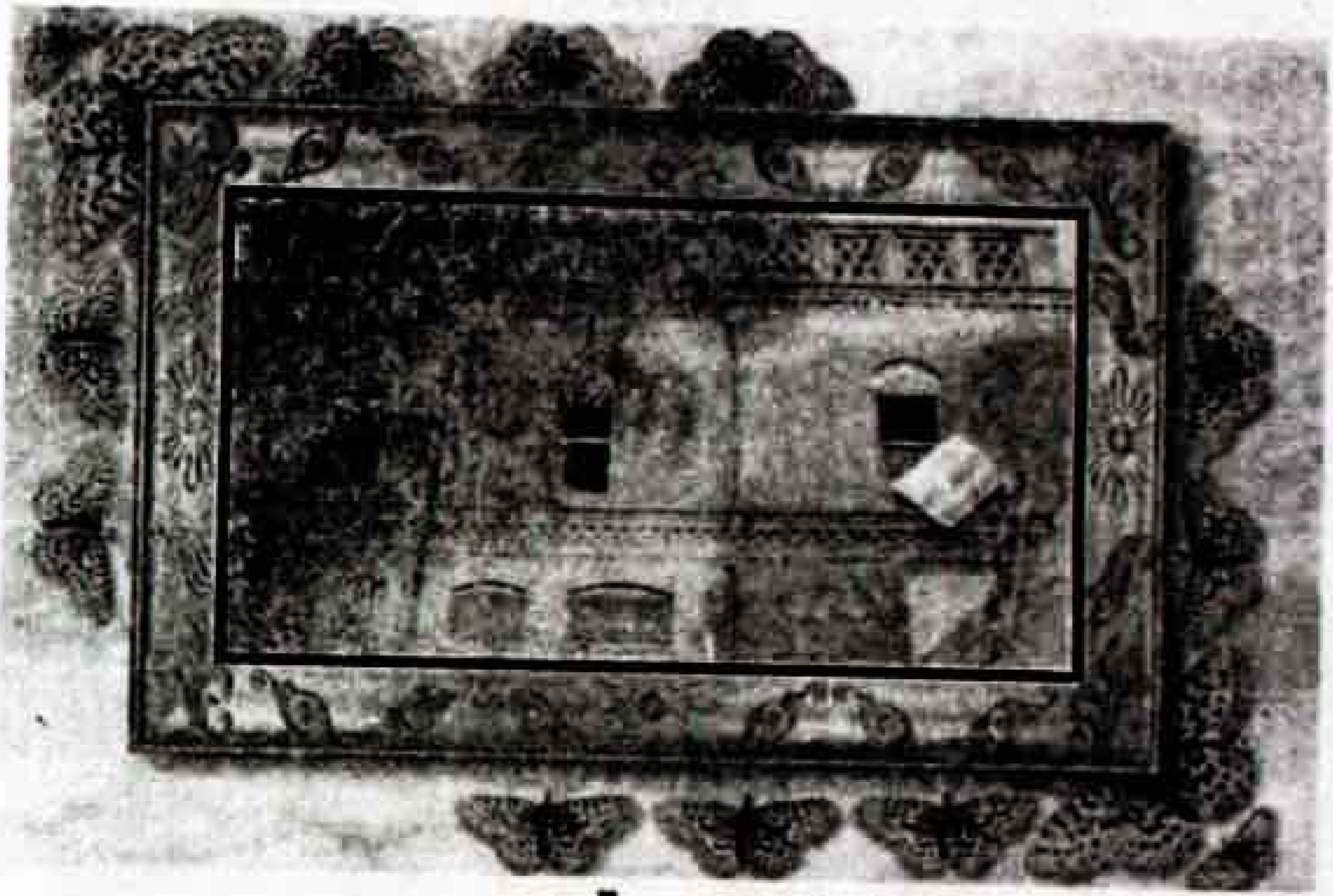

دربار کے مشرق کی طرف واقع ایک بوسیدہ عمارت

دربار پر فاتحہ خوانی کرتے ہوئے زائرین

marfat.com

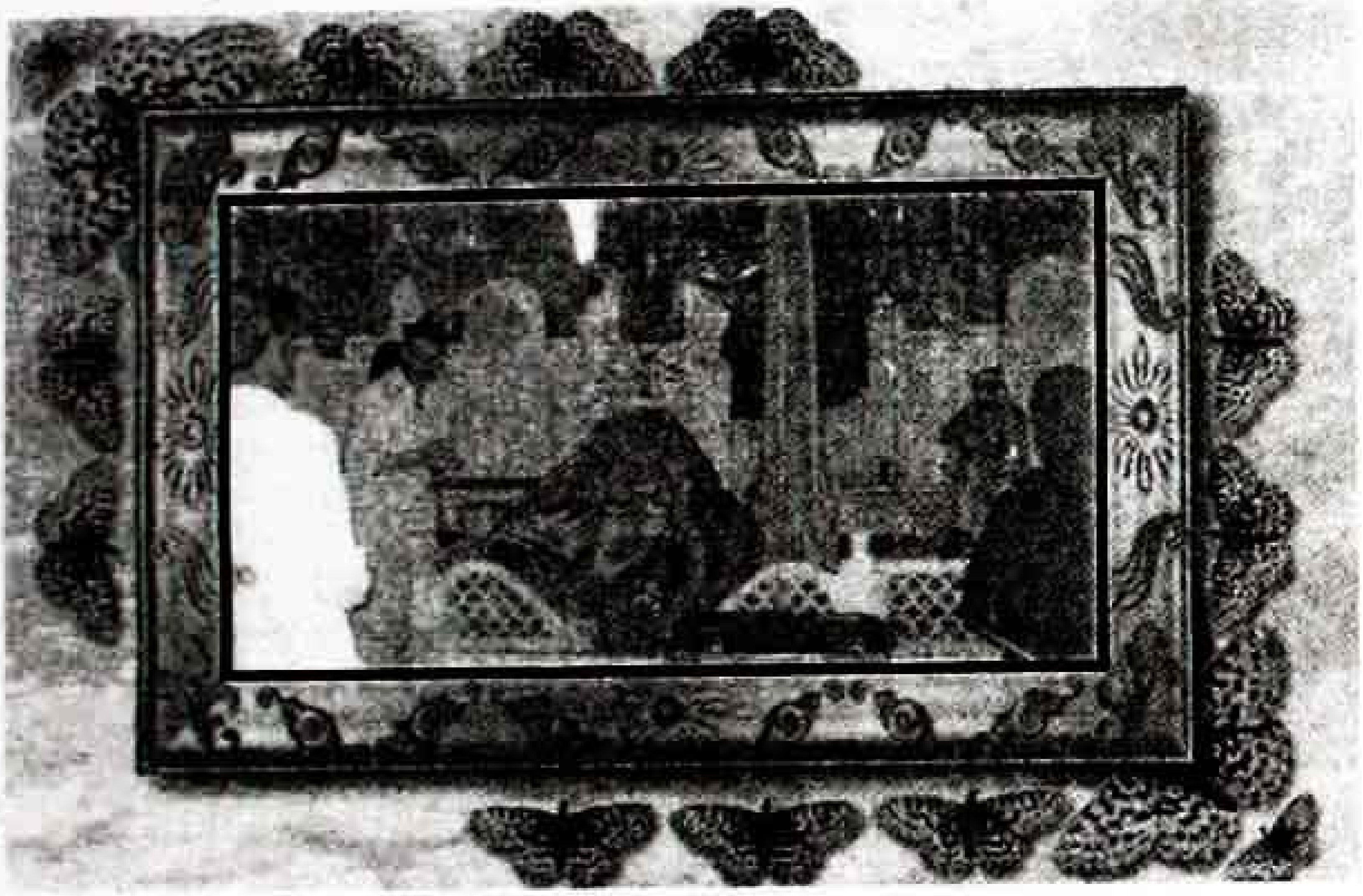

خواتین دربار شریف کے اندر دعائیں مانگ رہی ہیں

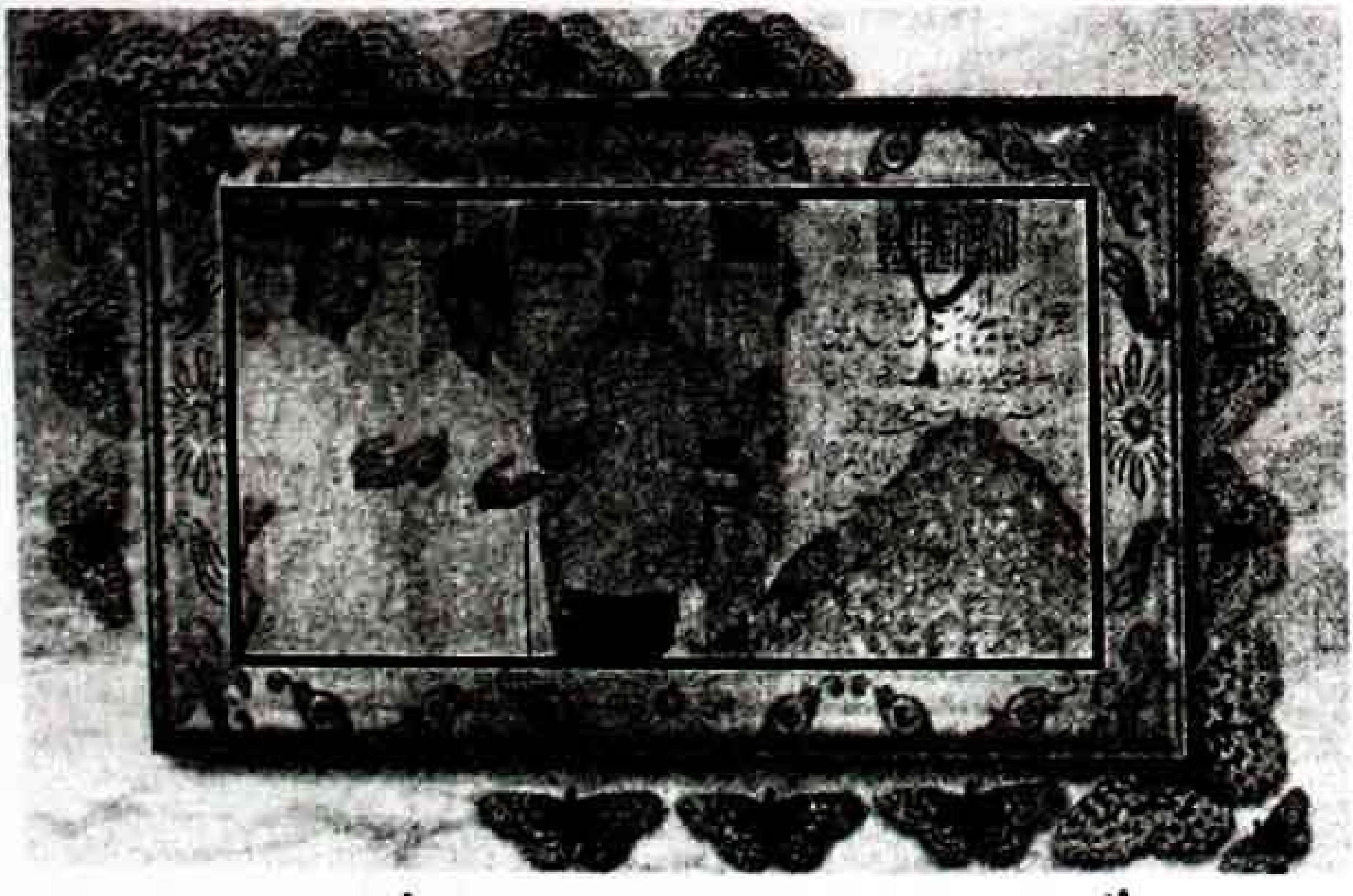

سجادہ نشین علی رضا شاہ، مصنف احسان چھینہ فاتحہ خوانی کرتے ہوئے

marfat.com

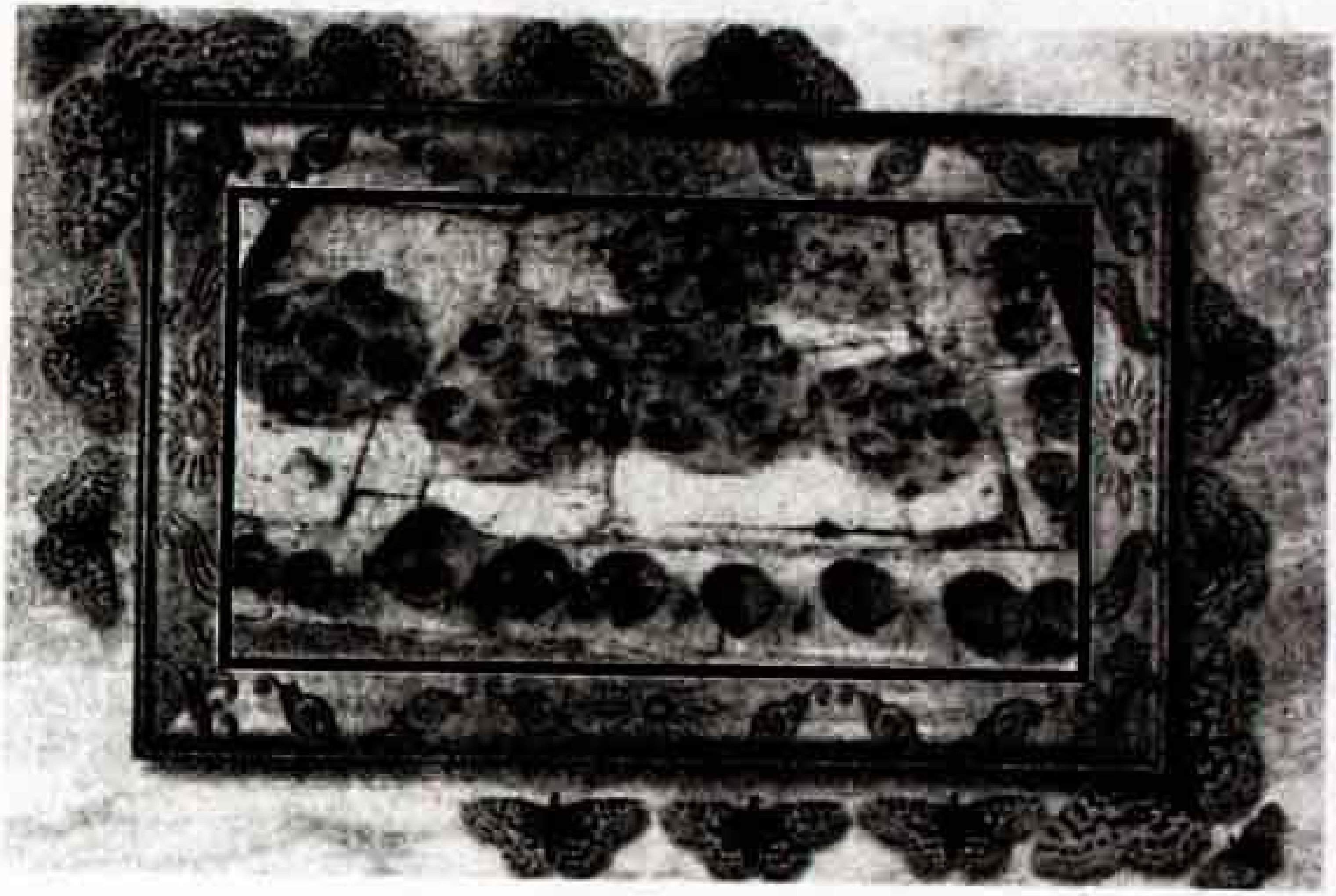

دربار شریف پر چراغاں کرنے والے دیئے

دربار شریف کے اندر واقع وضوگاہ

marfat.com

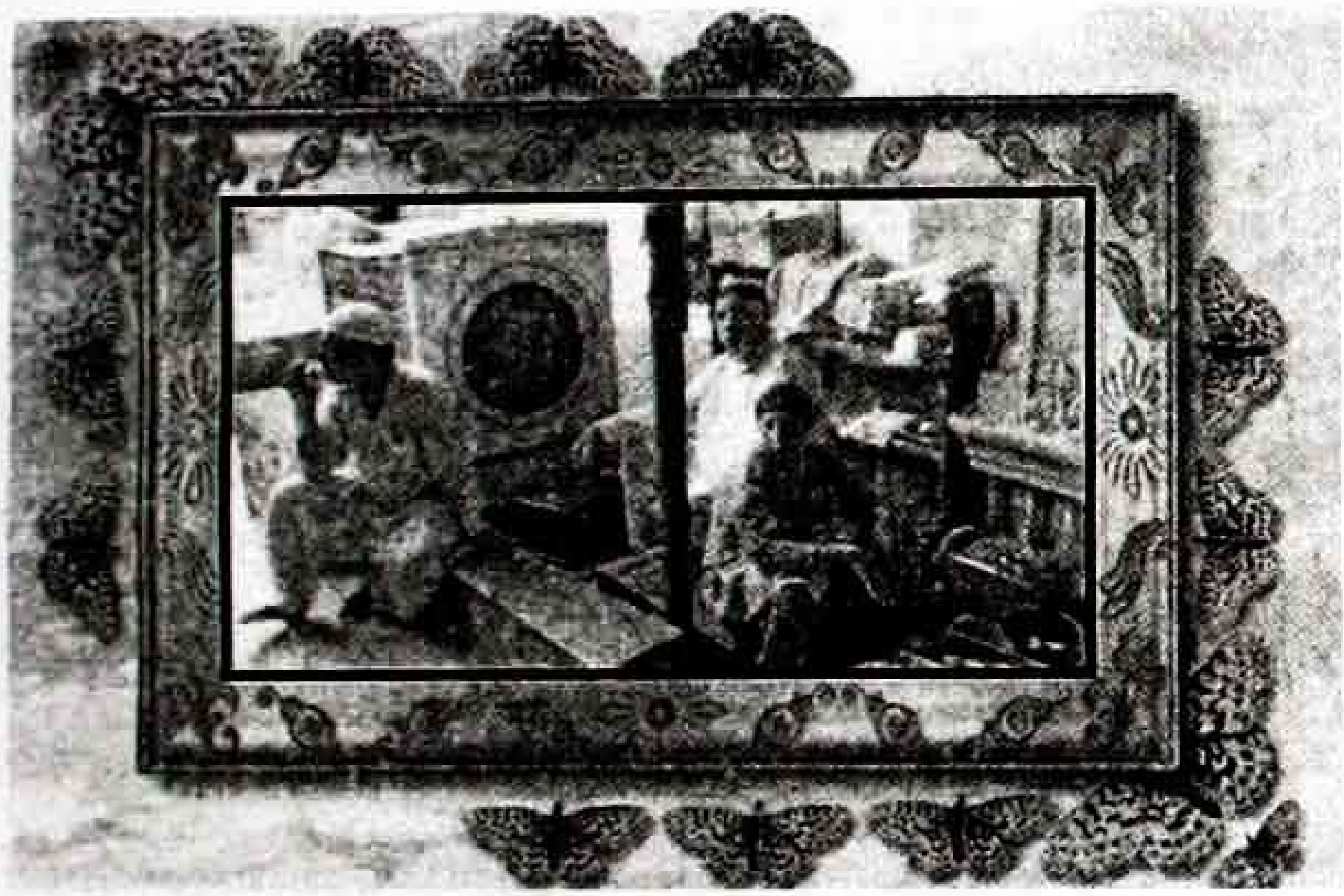

گدی نشین سید اعجاز حسین شاہ کے پہلو ہمراہ ذہنی مریضہ نادیہ بیٹھی ہیں

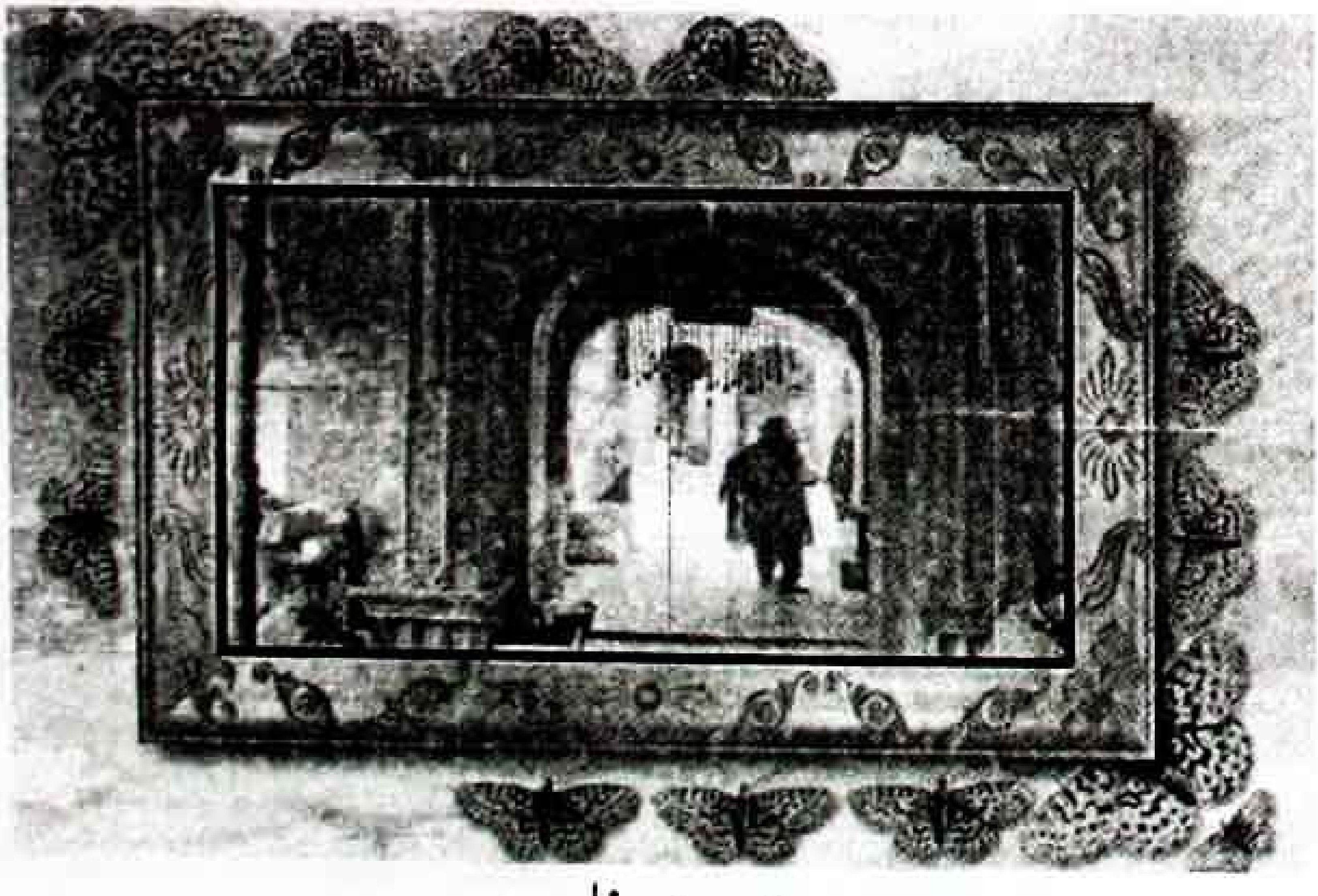

دربار شریف کا داخلی دروازہ

marfat.com

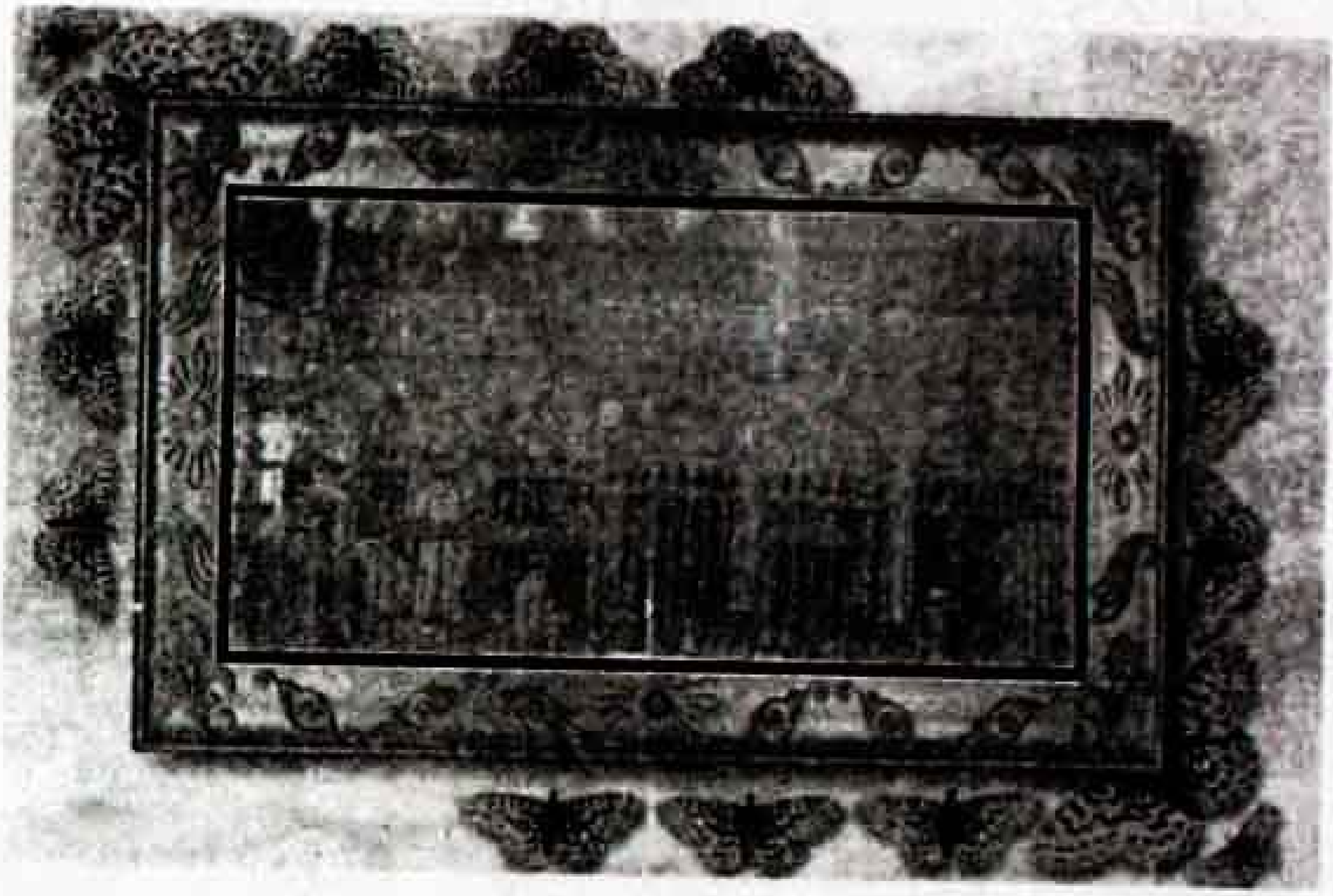

دربار شریف کے ساتھ ملحقہ مسجد

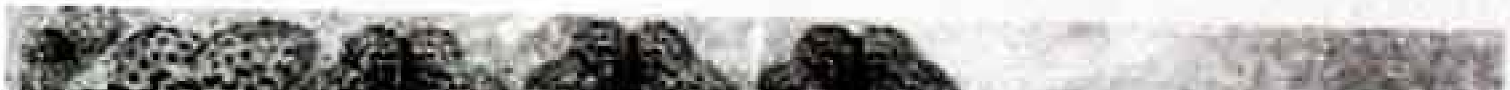

دربار شریف کے احاطہ میں زائرین کا ہجوم

marfat.com

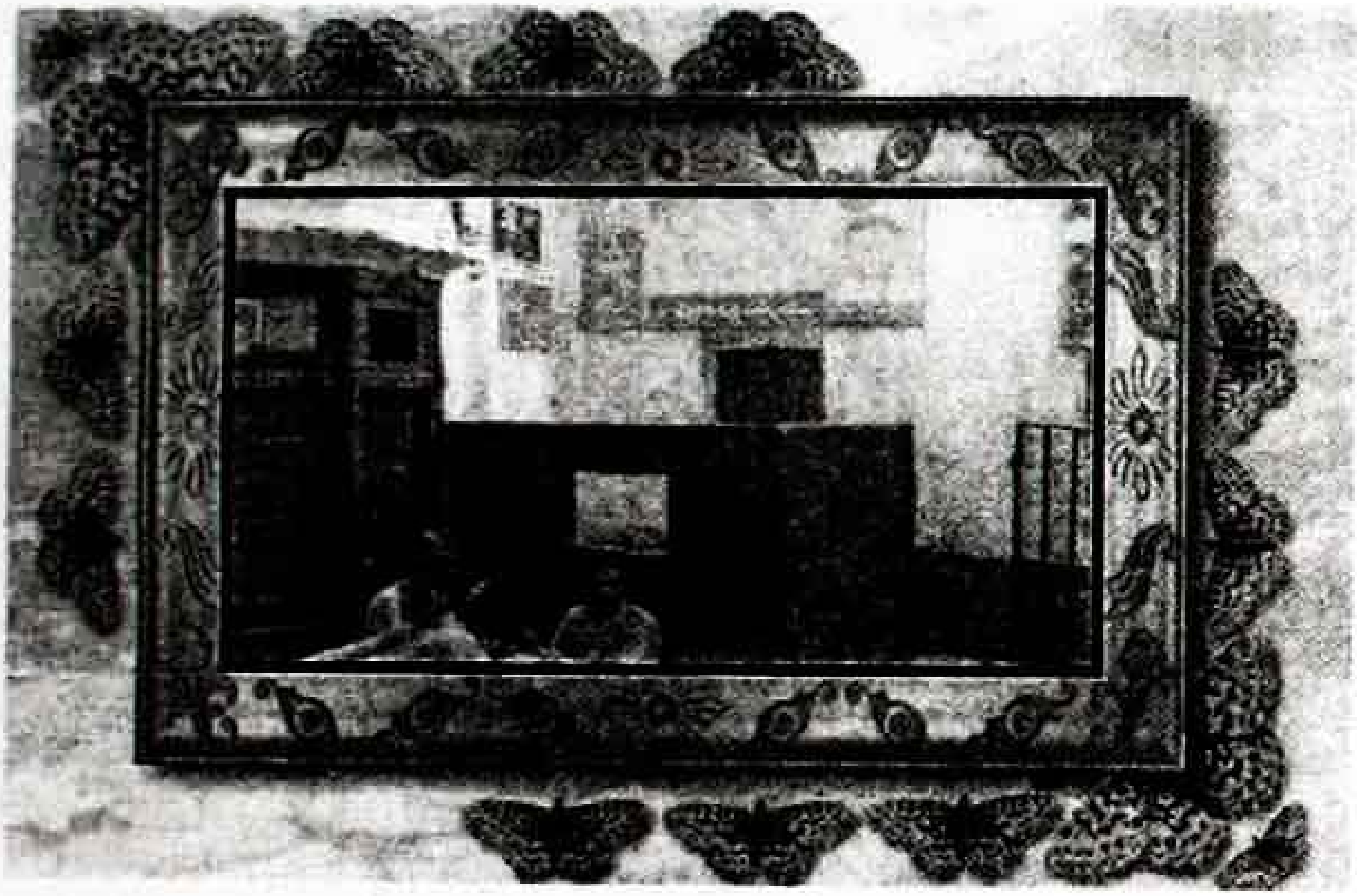

دربار شریف کا لنگر خانہ

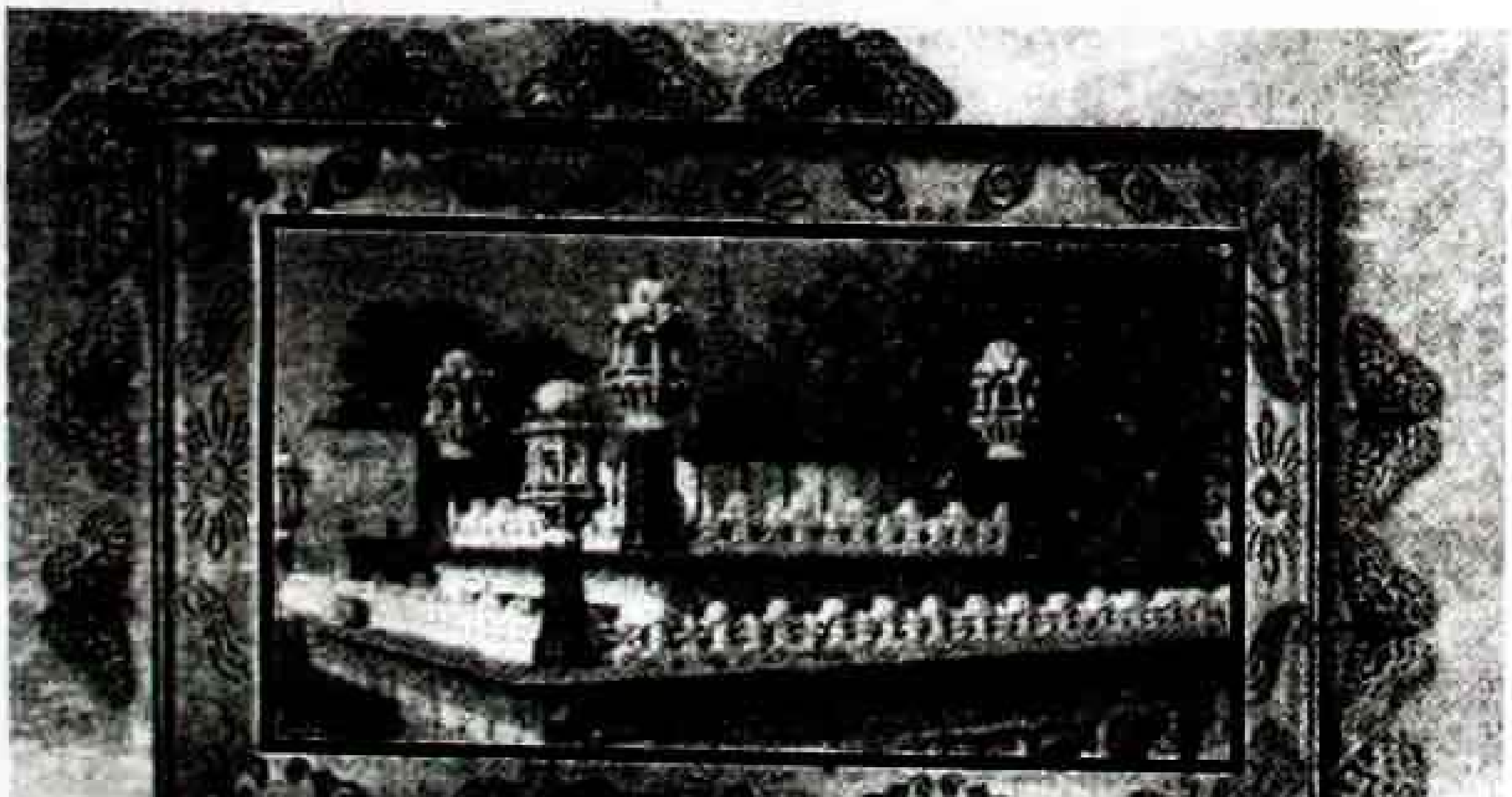

دربار شریف کے اوپر والے حصے کا ایک خوبصورت منظر

marfat.com

دربار لنگر خانہ میں بیٹھے سید علی رضا شاہ، مصنف احسان چھینہ اور عمران بٹ

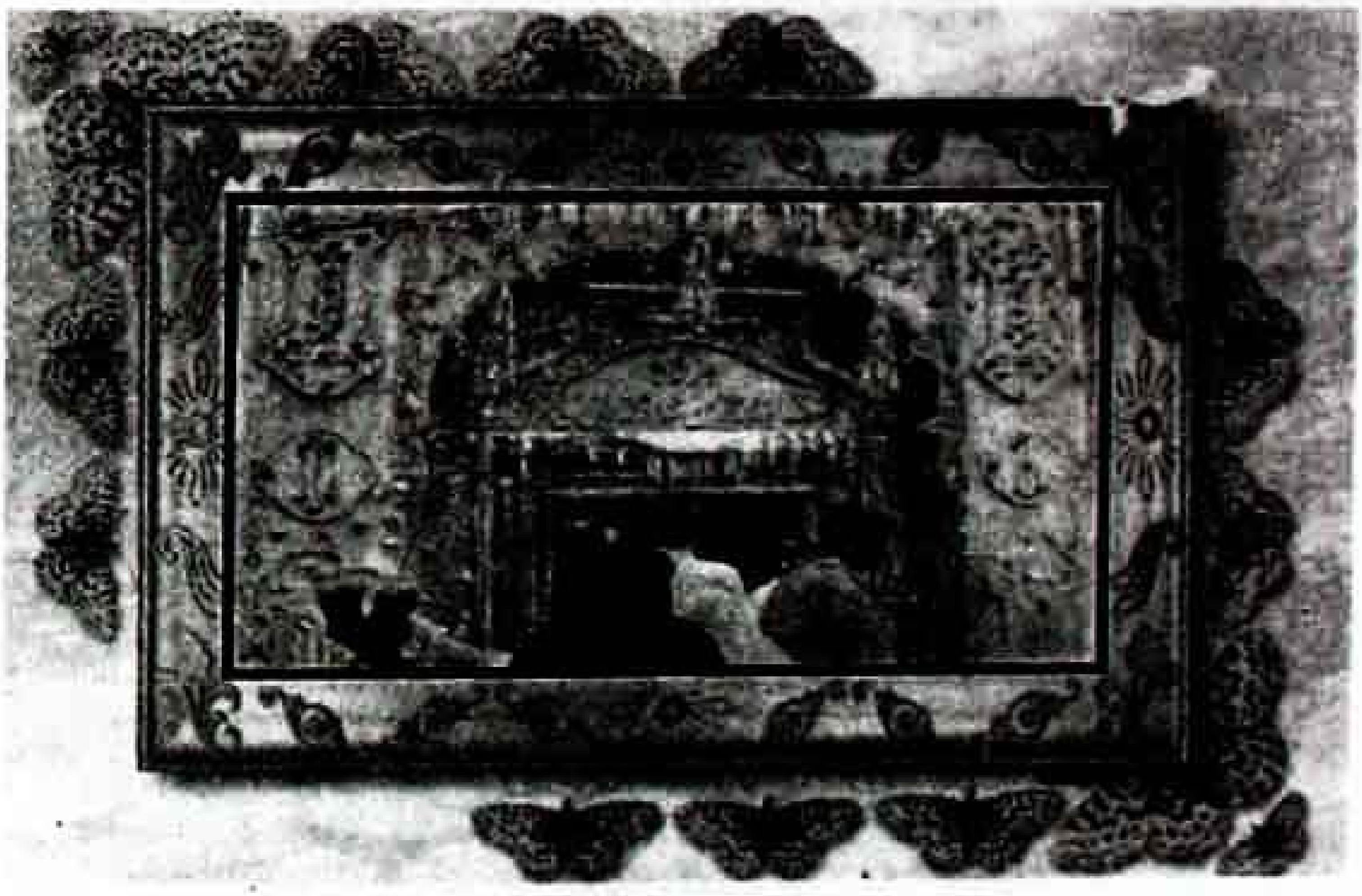

دربار شریف کا بڑا داخلی دروازہ

marfat.com

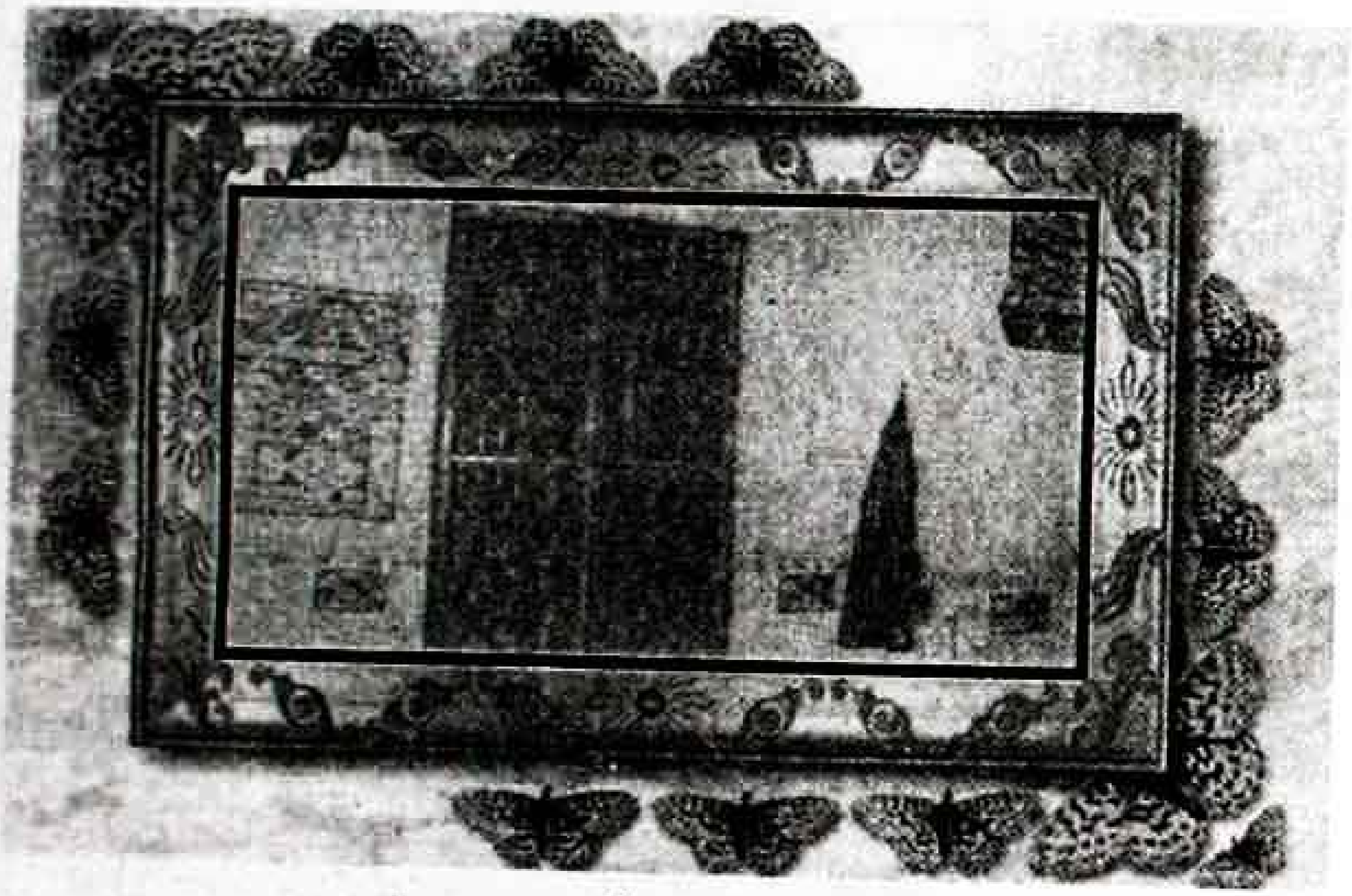

دربار شریف کے اندر محکمہ اوقاف کا دفتر

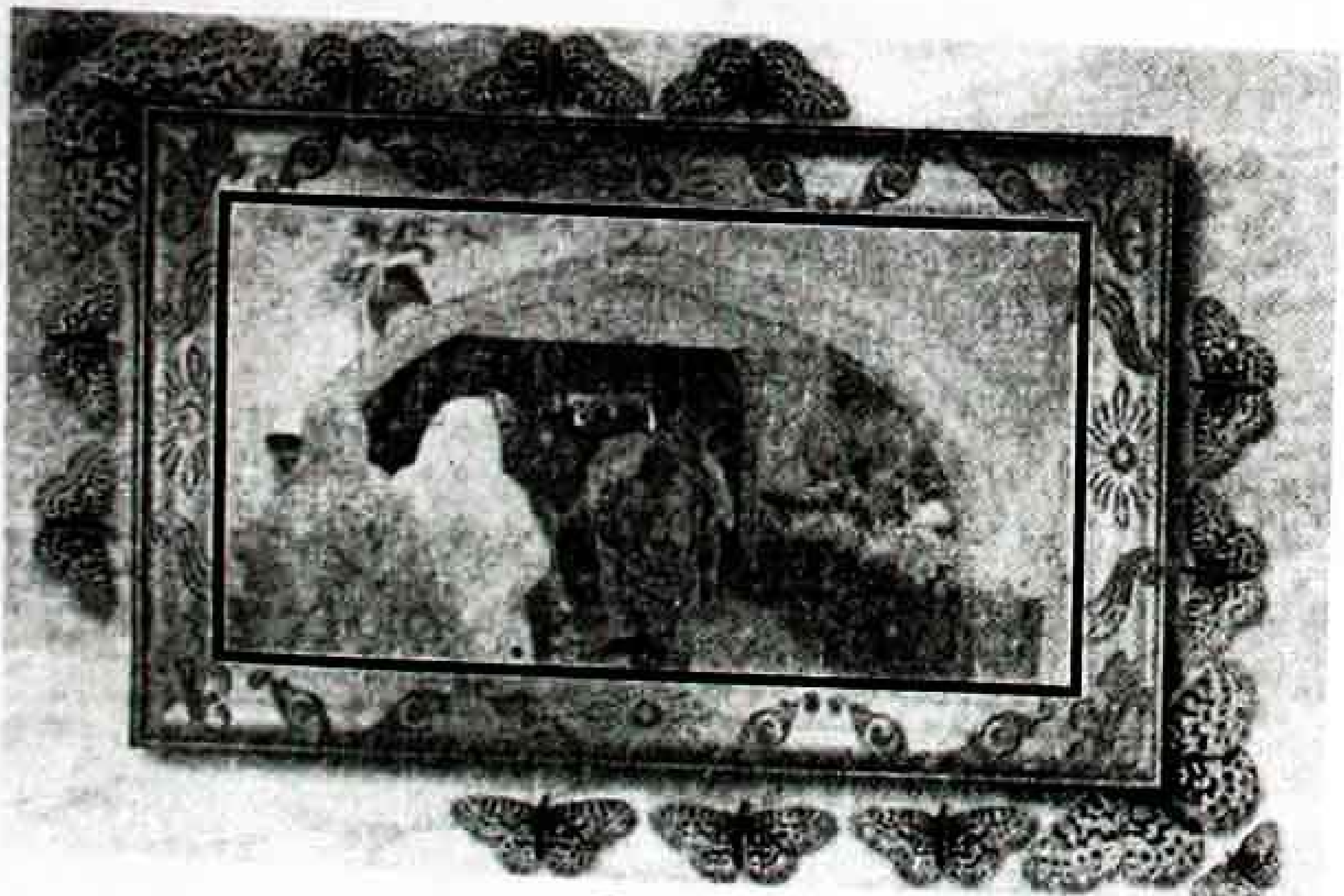

دربار شریف کا پرانہ داخلی دروازہ

marfat.com

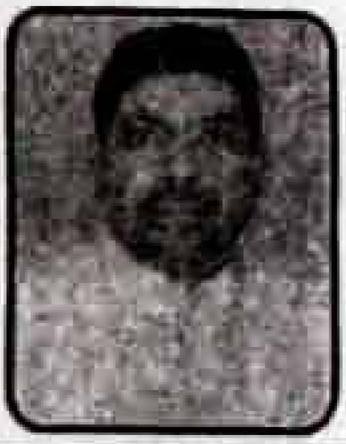
رانا طارق محمود صحافی

افضل ورک پولیس آفیسر

جہانگیر چیمہ صنعت کار

یونس ساقی صحافی

خلیل بیر صحافی

وسیم اشرف بٹ صحافی

عامر بٹ صحافی

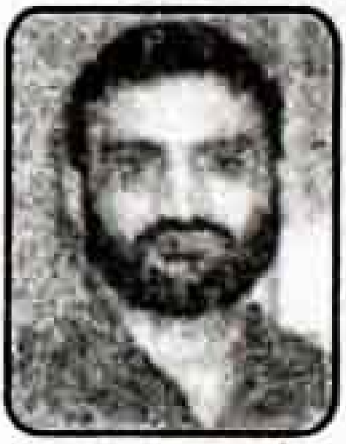
افضال کوثر پولیس آفیسر

مرزا منیر احمد صحافی

خرم بٹ صحافی

وقار گیلانی صحافی

عبدالستار مرزا صحافی

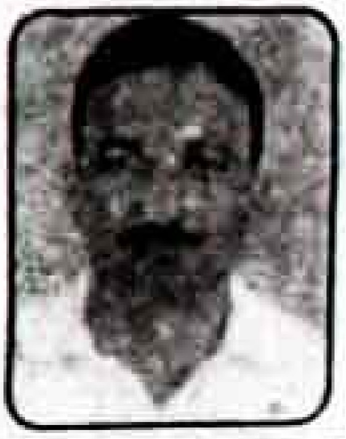
شجاعت زیب جوڑا

شعیب الطاف بٹ

a · ce

YM$

marfat.com

سید رضی الحسن
ولد سید زاہد حسین شاہ

گدی نشین
سید اعجاز حسین شاہ

سید حسنین آصف
ولد سید آصف الدولہ

سجادہ نشین
سید علی رضا شاہ عرف رضی شاہ دربار والے

marfat.com

روزنامہ دن کے کالم نگار اور اپنے دوست محمد احسان چھینہ کی نئی کتاب ''گجرات اور شاہدولہ ولی'' کا مسودہ دیکھا تو اس بات کا احساس ہوا کہ احسان چھینہ اچھے کالم نگار ہی نہیں بلکہ اچھے محقق بھی ہیں۔ اس کتاب میں احسان چھینہ نے حضرت شاہدولہ ولی دریائی کی سماجی، معاشی اور روحانی زندگی کے پوشیدہ پہلوؤں کو جس خوبصورتی سے اُجاگر کیا ہے۔ وہ اس نوجوان کی محنت اور اپنے پیشہ سے لگن کا واضح اظہار ہے۔ میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ حضرت شاہدولہ ولی دریائی نے نسبتاً ایک پسماندہ دور میں جس نظم اور ترتیب سے انسانیت کی خدمت کی ہے وہ ہم سب کیلئے مشعل راہ ہے۔ ہمارے اس بزرگ نے ذہنی معذور افراد کی خدمت کیلئے گجرات جیسے علاقہ میں مجذوب گھر کی بنیاد رکھی جس میں ذہنی معذور افراد کے قیام وطعام کا بندوبست کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک چھوٹے سروں والے افراد کو مختلف حوالوں سے حضرت شاہدولہ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ کوئی ایسے افراد کو شاہدولہ کے چوہے کہتا ہے تو کوئی ان کو حضرت شاہدولہ کی دعا کا ثمر۔ جبکہ ان دونوں باتوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چھوٹے سروں والے افراد کا حضرت شاہدولہ سے صرف ایک ہی ناتا ہے کہ انہوں نے ایسے بیمار افراد کی بلاتمیز خدمت کی ہے۔

محمد اشرف شریف

میگزین ایڈیٹر روزنامہ دن (پاکستان)

شاہدولہ گفٹ سنٹر

پروپرائیٹر: سید علی رضا

شاہدولہ دربار گجرات فون: 0333-8401513